# اسلامی حکمرانوں کے اوصاف واخلاق

اردو ترجمہ:

## تفریح الناظرین باخلاق حکام المسلمین


مترجم

مولانا محمد عثمان حقانی

فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تالیف:

مولانا عبد الباقی حقانی



مؤتمر المصنفین

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

**کتاب کانام : اسلامی حکمرانوں کے اوصاف واخلاق**

**اُردو ترجمہ : (( تفریح الناظرین بأخلاق حُکّام المسلمین ))**

**مؤلف : مولانا عبدالباقی ’’حقانی‘‘**

فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ووفاق المدارس العربیۃ پاکستان

سابق مدرس دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ

**مترجم: مولانا محمد جان ’’حقانی‘‘**

فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

**ناشر: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک**

**کمپوزر : مولوی محمد فیض الہادی ’’حقانی‘‘**

فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

**سالِ اشاعت وطباعتِ دوم** : رمضان ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

**ملنے کے پتے :**

۱۔ المکتبۃ الحقانیۃ لعلوم السیاسۃ الشرعیۃ پشاور موبایل:

0300-5931200 0347-9061408

Email: Almaktabash@gamil.com

Almaktabash@yahoo.com

۲۔ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

۳۔ مکتبہء رشیدیہ صدف پلازہ محلّہ جنگی پشاور فون:091/2565538

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فہرست:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمة

**الحمد لله ربّ العالمين ،الذى بعث رسوله بالخُلُق العظيم، وجعله رائداً للدين ،مؤسساً ورئيساً للدولة الإسلامية فى مدينة المخلصين ،سائساًوقائداً لمصالح المسلمين .**

**و الصلوة و السلام على مَن تمّم مكارم الأخلاق و أمر بها إلى الحكّام و المحكومين ، وجعلها مِن أعمال الجنّة وكمال الإيمان ونصف الدين ، وعلى آله وأصحابه الذين هم قدوة الأمة في السيّاسة والحكم إلى يوم الدين . وبعد!**

انسان کا ہر عمل اس وقت قیمتی اور عبادت بنتا ہے جب وہ شرعی طریقے سے انجام پائے۔ اسلامی شریعت نے ہر عبادت کے لیے علیحدہ طریقہ اور کیفیت وضع کی ہے۔اسلامی ملک میں اسلامی سیاست کرنا بھی ایک عبادت ہے، جو دوسرے عبادات کی طرح ایک الگ اور مخصوص طریقے سے انجام پاتا ہے۔رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

**(( عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين )). (۱)**

تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے نیک خلفاء کی سنتوں پر عمل کرو۔

آپ ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے تادم آخر مدینہ منورہ میں اسلامی حاکم تھے۔آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاے راشدین نے بھی اس سنت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے سرانجام دیا اور قیامت تک آنے والے اسلامی خلفاء اور حکام ان کے نائب ہوں گے۔

لہٰذا اسلامی سیاست وحکومت کے بارے میں آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کی

(۱) مسند امام احمد ج۲۸ ص ۳۶۷رقم: ۱۷۱۴۲،مستدرک ج ۱ ص ۱۷۵رقم: ۳۳۲.

سنتوں کا علم اور ان پر عمل اس میدان کے مسلمانوں پر فرض ہے۔

سیاست وحکومت کے بارے میں خیر القرون کا طریقۂ کار یہ تھا کہ اول اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے افراد تیار کیے جاتے، پھر حکومت قائم کرنے کی کوشش ہوتی۔

البتہ شر القرون کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جس کی وجہ سے پوری امت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

خیر القرون کے بعد جب سے اسلامی دنیا کی واحد قیادت ختم ہوگئی تو مختلف ادوار میں علمائے دین نے اسلامی خلافت کے قیام کے لیے لازوال قربانیاں دی، لیکن تین ایسی باتیں ہیں جو کہ بہت دردناک اور غمناک ہیں۔

اول یہ کہ جن علماء نے اس باب میں قربانیاں پیش کیں، باوجودیکہ وہ دیگر شرعی علوم سے کافی بہرور تھے لیکن علم سیاست کے ساتھ وہ فنی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم سیاست کے ساتھ ناکافی واقفیت کی وجہ سے ان کے لیے یہ ممکن نہ ہوسکا کہ اپنی قربانیوں کے ثمرات سمیٹ لیں اور ایک خودمختار اسلامی نظام کے نفاذ میں کامیاب ہو جائیں۔ بلکہ ان قربانیوں کے نتائج وثمرات چند چالاک اور ابن الوقت لوگ لوٹ لیتے، جن کا دین سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔

دوم یہ کہ مندرجہ بالا المناک اتفاق کی وجہ چالاک حکامِ وقت علماء سے اپنے حکومتی مقاصد کی تائید حاصل کرتے رہے۔ اسی طرح اہم معاملات ومسائل کے حل میں اُن سے مستفید ہوتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ علماء کے بارے میں احساس کمتری کے شکار رہے اور معاشرے میں ایک سیاسی قوت کی حیثیت سے اُن کو کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ نہ علماء میں اتنی طاقت ہوتی کہ معاشرے میں اپنے آپ کو ایک مستقل سیاسی قوت ثابت کریں۔ بلکہ اکثر اوقات وہ حکومت

وقت کے منصوبوں اور پروگراموں کے زیر اثر رہ کر محکوم اور تابع بن کر رہے، جن سے صرف ضرورت کے طور پر خدمت لی گئی نہ کہ مقصودی طور پر۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلامی دنیا میں سیاست کے میدان میں علماء پس منظر میں چلے گئے اور عام مسلمان صرف عبادات اور بعض معاملات میں اُن کی اہمیت کے قائل ہوئے۔

انھی مسائل میں عوام اُن کی طرف رجوع کرتے ہیں، جبکہ سیاسی اور اجتماعی مسائل میں وہ علماء کی قیادت اور سربراہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب بھی ان علماء نے معاشرے میں نظام کے بدلنے کی کوشش کی ہے، تو رائج الوقت نظام کو ختم کرنے کے بعد حکومت کو چلانے کے لیے ان کے پاس کوئی دوسرا نظام موجود نہ ہوتا جو کہ رائج الوقت نظام کا نعم البدل ہو۔ نہ تو اُن کے پاس ایسے افراد ہوتے جو وضعی نظام کو چلا سکے۔ اور نہ ایسے لوگ ہوتے جو اس کے بدلے میں امت کو ایسا اسلامی نظام پیش کر سکیں جو اُس کو وضعی اور لادینی نظاموں سے چھٹکارا دلا سکے۔ اور جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی نظام کے ساتھ خود کفیل ہو جائے۔

خلافت کی تعریف میں علمائے کرام نے دو باتیں ذکر کی ہیں:

(خلافة عن صاحب الشرع في حراسة الدين وسياسة الدنيا به ).(۱)

کہ خلافت در حقیقت دو امور میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت ہے: اول دین کی حفاظت میں اور دوم دین کی روشنی میں دنیا کی سیاست۔

خلفائے راشدین کا معمول یہی تھا۔ لیکن بعد میں آنے والے وقتوں میں علمائے کرام نے

---

(۱) مقدمة ابن خلدون ص ۱۹۱ ،الفصل الخامس والعشرون في معنى الخلافة والإمامة .

پہلی بات کی طرف تو کافی توجہ کی، جبکہ دوسری بات کو علم وعمل دونوں کے میدانوں میں کما حقہ توجہ نہیں دی۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی مصادر وماٰخذ نے سیاست وحکومت کے بارے میں سرے سے مسائل کو چھیڑا نہیں، بلکہ ان میں کافی تفصیل کے ساتھ یہ مباحث موجود ہیں، البتہ ایک بڑے عرصے سے علمی میدان میں اس باب میں بہت خلا رہ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے عوامی ذہن یہ بن گیا ہے کہ نظام کے حوالے سے اسلام معاشرے کے تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس بات میں کچھ اتنا مبالغہ بھی نہیں، بلکہ یہ ایک کڑوی حقیقت ہے کہ جس کو ہمیں تسلیم کرنا چاہیے اور آئندہ اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

علمی اعتبار سے اس موضوع کی طرف توجہ نہ کرنے کا ایک اہم عامل یہ بھی ہے کہ عالم اسلام میں ایسی حکومتیں موجود نہیں تھیں، جن میں علمائے کرام کا مؤثر حصہ ہو۔ تاکہ وہ میدان میں رہ کر وہاں کی مشکلات اور ضروریات سے واقف ہوں اور وہ ان پر لکھنے کے لیے باعث بن جائیں۔
تاریخ اسلام میں اس موضوع کو ان شخصیات نے زیرِ غور لایا ہے جو حکومت وقت کے موثر ارکان تھے۔ انھوں نے اس میدان کی ضروریات، مشکلات اور مجبوریوں کا قریب سے مشاہدہ کیا اور اس نے ان کو اس بارے میں لکھنے پر مجبور کیا۔ جیسے امام قاضی ابو یوسف، امام ماوردی و ابن جماعۃ اور ان جیسے دیگر حضرات، یہ سب قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ انھوں نے اپنے وقت کی علمی ضرورتوں کو پورا کیا اور وراثت میں ہمارے لیے ایک بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑ گئے۔

**فجزاهم الله خيراً**

ایک طویل عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم کے نتیجے میں ایک بار پھر اس شرالقرون میں علمائے کرام کے ہاتھوں افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہوئی کہ جس کی برکتوں

کا مشاہدہ تمام مسلمانانِ عالم نے کیا اور جس کی وجہ سے عالم اسلام میں پھر امید پیدا ہوئی کہ اس کا ایک مضبوط اور قوی مرکز بن جائے۔ اسی طرح خلافت کا ایک مضبوط شوق بھی دلوں میں جاگزیں ہوا، اور یہ اسلامی سیاست کے موضوع پر لکھنے کے لیے علماء کے لیے محرک بنا۔ بڑی خوشی کی بات ہوگی کہ علمائے کرام اس اہم موضوع پر قلم اٹھائے اور عصر حاضر کے سیاسی مسائل اور مشکلات کو حل کریں۔ یہ ذہنی بیداری، سیاسی افراد کی تربیت اور ایک اسلامی حکومت کے قیام و بقاء کے لیے ایک موثر اقدام ہوگا۔

اسی مصلحت کے زیر اثر بندہ اس موضوع پر پندرہ سال سے کام کر رہا ہے اور کوشش کی ہے کہ علمی اعتبار سے اس خلا کو پر کیا جائے۔ اب علماء کی ذمہ داری باقی رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ وہ اس علمی کاوش کو قدر کی نظر سے دیکھیں اور عصر حاضر کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

عصر حاضر کے تمام مشکلات کا حل امام مالک کے ایک قول میں ہے:

( لن يصلح آخر هذه الأمة إلا ما أصلح أولها ) . (۱)

کہ اس اُمت کے پچھلے لوگوں کی اصلاح اور بھلائی اسی شریعت سے ہوگی جس سے اس کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

یعنی قیامت تک آنے والے مسائل و مشکلات کا حل اس میں ہے کہ ہر میدان میں خیر القرون کے نظام عمل کو نافذ کیا جائے۔

لہٰذا اسلامی دنیا کے لیے عموماً اور مستقبل کے اسلامی افغانستان کے لیے خصوصاً یہ بہت ضروری ہے کہ معاشرے میں ایسے اشخاص تیار کیے جائے جو حقیقتاً ایک اسلامی حکومت کے بنانے

(۱) قاضي عياض .الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ ج ۲ ص ۹۸/۹۹.

اور چلانے کی صلاحیت رکھتے ہواور کفری سیاست کے مقابلے میں اسلامی سیاست کر سکتے ہو۔اگر معاشرے میں ایسے افراد مہیا نہ ہوں تو پھر ایک حقیقی اسلامی ریاست کی تشکیل ممکن نہیں۔نہ اسلامی نظام سیاست کو ایک کامل نظام کے طور پر پیش کیا جاسکے گا اور نہ روے زمین پر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے سازگار فضا قائم کی جاسکے گی۔اور اسلامی سیاست سے ناواقفیت کی وجہ سے لادینی سیاست کا مقابلہ بھی ناممکن ہو جائے گا۔

اسلامی حکام اور علماء کی تربیت گاہ، مساجد، مدارس اور دوسرے تعلیمی مراکز ہیں۔صحابہ کرام نے مسجد نبوی میں درسگاہِ صفہ سے علم حاصل کیا۔اس کے بعد وہ اسلامی حاکم، مفتی، قاضی والی اور سفیر بنے۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ جب کسی کو کوئی ذمہ داری سونپتے تو اُس کے متعلق اس کی مکمل راہنمائی کرتے، اور پورے طور پر مطمئن ہونے کے بعد اُن کو ذمہ داری سپرد کر دیتے۔

مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے جب حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو ان کو اس طرح ہدایت کی:

جب دو آدمی کسی معاملے میں تمھارے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آئیں تو تم کبھی ان میں سے کسی ایک کے حق میں فیصلہ مت کرنا، جب تک تم دوسرے کی بات مکمل سن نہ لو، کیونکہ اس سے تمھارے لیے فیصلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں: آپ کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی وجہ سے مجھے کسی فیصلے میں شک وتردد نہیں ہوا۔

اسی طرح جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو ان سے قضاء

کے علوم سے متعلق امتحان لیا۔ آپ نے اُن سے پوچھا: جب تمھارے سامنے کوئی مسئلہ پیش آئے تو تم کس چیز کے ذریعے اس کا فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کتاب اللہ کے ذریعے آپ نے فرمایا: کہ اس کا حکم صراحتاً کتاب اللہ میں نہ ہو تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: پھر رسول اللہ کی سنت سے! آپ نے پھر پوچھا کہ اگر سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی مسئلہ صریح طور پر مذکور نہ ہو تو پھر کیا ہوگا؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: کہ پھر میں قیاس سے کام لوں گا اور اپنی طرف سے کوشش میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

آپ ﷺ اس کے یہ جوابات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے: تمام تعریفیں اسی ذات کے لیے ہے کہ جس نے اپنے رسول ﷺ کے قاصد (معاذؓ) کو اس راستے کی توفیق دی جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔ اور یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ استاد شاگرد سے امتحان اس وقت لیتا ہے جب اُس نے شاگرد کو سبق پڑھایا ہوتا ہے۔ بغیر سکھلائے امتحان لینے کا کوئی مطلب نہیں۔

تو صحابہ کرامؓ نے مسجد نبوی میں دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ سیاسی علوم بھی آپ سے سیکھے اور انھی علوم کی روشنی میں اسلامی حکومت کے مختلف مناصب کو فعال بنا رہے تھے۔ علمائے کرام رسول اللہ ﷺ کے ورثہ ہیں۔ اس لیے ان پر بھی لازم ہے کہ تعلیمی میدان میں آپ ﷺ کی تمام سنتوں کو عمل میں لائے۔ اس لیے ان کا فرض بنتا ہے کہ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ طلبہ کو اسلامی سیاست وحکومت کے علوم بھی سکھلائیں۔ اس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

(۱) سب سے پہلے ان کے ذمے سے ادائے فرض ساقط ہوگا جو ان پر رسول اللہ ﷺ کی وراثت کی وجہ سے عائد ہے۔

(۲) عصر حاضر میں علمائے کرام اور اہل علم کا مقابلہ دنیا کی ایسی قوتوں کے ساتھ ہے کہ جو ظاہری اسباب اور انتہائی ترقی یافتہ وسائل سے مکمل لیس ہیں۔ اُن کا مکروفریب حیران کن ہے۔ ایسے حساس مقابلے میں دینی طلبہ کو سلامی سیاست کے علوم سکھلانا اُن کی حالت پر رحم اور استاذانہ

شفقت کا تقاضا ہے۔ اوراس کے نتیجے میں کفار کا مکر وفریب اور ناپاک عزائم خاک میں مل جائیں گے اور مجاہدین سرفراز و کامران ہوں گے۔

(۳) یہ کہ ایک محفوظ و مضبوط اور کامیاب اسلامی نظام کے لیے فکری اور عملی کارکن تیار ہو جائیں گے اور جن اساتذہ نے یہ تعلیم دی ہو وہ اس حدیث کے مصداق بن سکیں گے: جو اللہ کے راستے میں جانے والے ایک غازی کو جہاد کا سامان فراہم کرے تو یقیناً اس نے بھی غزا کیا۔ جبکہ مادی وسائل کی فراہمی سے فکری وسائل کی فراہمی بہت اہم ہے۔ کیونکہ جس مجاہد کی فکری تربیت نہ ہوئی ہواُسے مادی وسائل کی فراہمی میں کوئی فائدہ نہیں۔

(۴) یہ مجاہدین اور سیاسی قائدین کے ساتھ ایک بڑا احسان، ہمدردی اور تعاون علی البر بھی ہوگا کہ اُن کے لیے کارکن تیار کیے گئے۔ جو اُن میدانوں کے لازمی علوم سے بہرہ ور ہیں۔

(۵) اساتذہ و معلمین ایک متروک سنت کے احیاء پر ملنے والے ثواب کے مستحق بھی بن جائیں گے اور امید ہے کہ ان کا یہ عمل ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی رضا کا سبب بن جائے گا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی قواعد کے اعتبار سے تو جہاد حسن لغیرہ ہے کہ اس کا مقصود اسلامی نظام کی حاکمیت اور اس کا نفاذ ہے۔ اب علمی طبقہ کا حال یہ ہے کہ وہ جہاد کے ساتھ تو علمی اور عملی دلچسپی رکھتی ہے، اس کے لیے بہت تکالیف اٹھاتی ہے، ذہنی طور پر اس کے لیے بہت سی قربانیوں کے دینے کے لیے تیار ہوتی ہے۔ اور عملاً قربانیاں دیتی بھی ہے، لیکن جہاد سے مقصود اسلامی حکومت کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ یہ بڑے نقصان کی بات ہے۔

<u>اب اگر بہت سی قربانیوں کے باوجود علم سیاست کے ساتھ ناواقفیت ہواور اسی کی وجہ سے</u> مجاہدین علماء ایک اسلامی حکومت کے بنانے اور چلانے پر قادر نہ ہواور خدا کے سامنے اس بارے میں اپنے بے علمی کی دلیل پیش کریں، تو یقیناً یہ ایک جرم ہے اور اس جرم میں پہلے اساتذہ اور پھر

ان کے شاگرد یکساں مجرم ہوں گے۔اس لیے اساتذہ وطلبہ سے میری یہ دلی اور درمندانہ التجاء ہے کہ دوسرے علوم کے ساتھ سیاسی علوم بھی سیکھیں اور خیرالقرون کی طرز سیاست سے اپنے آپ کوخوب باخبر رکھیں۔

اسی مقصد کے لیے ہم نے:**السیاسة و الإدارة في الإسلام** کتاب کوترتیب دیا ہے۔ دینی مدارس کے طلبہ واساتذہ اور مجاہدین کی ذہنی تربیت کے لیے بعض علماء کے مشورے سے ہم نے یہ مختصر رسالہ بھی مرتب کیا اوراس کا نام :**((تفریح الناظرین باخلاق حکام المسلمین ))** رکھ دیا ہے،یعنی اسلامی حکام کے اخلاق وصفات۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس حقیر علمی کاوش کو اپنے دربار میں شرف قبولیت سے نوازے اوراسے ایک ایسے خالص مخلص اسلامی حکومت کے قیام کے لیے بنیاد بنائے جس کے ہم منتظر ہیں۔آمین

**و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقهٖ محمد و آلهٖ وأصحابهٖ أجمعين**

فقیرعبدالباقی ’’حقانی‘‘

# اسلامی حاکم کے لیے لازمی صفات کی اهمیت وضرورت :

اسلامی نظامِ حکومت اور دیگر حکومتی نظاموں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے کارکنان اور نمائندے کچھ خاص صفات اور اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔

وہ اخلاق اور صفات جن کا اسلام حکام سے مطالبہ کرتا ہے اور ان صفات کی وجہ سے اسلامی اور دیگر حکام کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے، ان کا ذکر پوری تفصیل کے ساتھ علماء نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ان میں سے ہم یہاں ساٹھ اہم اور ایجابی صفات کا ذکر کرتے ہیں۔

اسی طرح علماء نے اپنی کتابوں میں ان اخلاق وصفات کی اہمیت وضرورت پر کافی زور بھی دیا ہے۔

## امام ماوردیؒ کا قول:

ماہر سیاسیات امام ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) نے لکھا ہے:

**فحقّ على ذي الأمرة و السلطان : أن يهتم بمراعاة أخلاقه و إصلاح شيمه ؛ لأنها آلة سلطانه ، وأس إمرته .(١)**

حاکم اور بادشاہ پر لازم ہے کہ اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کا اہتمام کرے؛ کیونکہ اس کے اخلاق وعادات اس کے غلبے کا ذریعہ اور اس کی حکومت کے لیے بنیاد ہیں۔

اسی طرح امام ماوردیؒ نے لکھا ہے :

**ممايجب على الملك أن يقتنيه من الفضائل والمآثر والمناقب والمفاخر التي لا يستغنى عنها أو يحتاج إليها في الديانة و السياسة الحكيمة الملية**

(١) تسهيل النظرص٨ ،الباب الأول في أخلاق الملك ،الفصل الأول وجوب اهتمام ذي الأمرة بمراعاة أخلاقه.

**یکسب بهاالحمد ، ویستحق بهاالمدح،ویستأهل بها الفضل.(۱)**

حاکم وقت کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ان فضائل، مآثر (بڑے کارناموں)، مناقب و مفاخر سے آراستہ کرے، جو اس کے لیے ضروری ہیں اور ریاست کے تمام سیاسی امور میں دیانت داری اور ملکی امور میں حبّ الوطنی کا مظاہرہ کرنے سے اور اپنے اوصافِ فاضلہ سے وہ رعایا میں مدح وستائش کا مستحق ہوسکتا ہے۔

## شاہ ولی اللہؒ کا قول:

شاہ ولی اللہؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے لکھا ہے :

**یجب أن یکون الملک متصفا بالأخلاق المرضیة ،وإلاّ کان کلاّ علی المدینة. (۲)**

یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کا امیر اخلاق حسنہ اور صفاتِ فاضلہ سے متصف ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو امیر مسلمانوں پر بوجھ بنے گا اور مسلمانوں کی کوئی مشکل حل نہ کر سکے گا۔

## علامہ شیزریؒ کا قول:

علامہ شیزریؒ (متوفی ۵۸۹ھ) نے لکھا ہے:

**ینبغي للملک المنتصب لتدبیر الرعیة،أن یتصف بالأوصاف الکریمة ، ویتلبس بها،ویجعلهاله خُلقاً مطبوعاً ، ولایهمل منها وصفاً واحدا،إذبها قوام دولته ،و دوام مملکته . (۳)**

(۱) نصیحة الملوک ص ۱۵۰ ، الملوک والفضائل الواجبة .

(۲) حجة الله البالغة ج ۱ ص ۴۵، باب سیر الملوک .

(۳) المنهج المسلوک في السیاسة الملوک ص ۲۴۱ ، الباب الخامس .

وہ حاکم جو اپنی رعایا کی خدمت پر مامور ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ نیک صفات کا حامل ہو نیک اخلاق کو اپنی فطرت بنائے۔ اور ان لازمی صفات میں سے ایک کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دے۔ کیوں کہ ان صفات کی بدولت بادشاہِ وقت کو رسوخ اور اس کی حکومت کو دوام ملتا ہے۔

دنیا کے مروجہ نظاموں میں جس شخص کو عہدہ سپرد کیا جاتا ہے وہ چند اہم صفات کا مالک ہوتا ہے ۔اسی طرح شرعی نظام بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ منصب وعہدہ پر فائز شخص چند صفات کا حامل ہو۔

ادارے کا سربراہ جو دستوری اور آئینی لحاظ سے مملکت کا امیر ہوتا ہے، اس کے اخلاق و کردار ممتاز ہونے چاہیے اور یہی امتیازی خصوصیت اس کی امارت وسیادت کا سبب ہے ۔کیا ادارے کے سربراہ کے لیے بنیادی اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے؟ اس ضمن میں قرآن و حدیث، خلافتِ راشدہ اور مسلمان عادل حکمرانوں کے اقوال وافعال کی طرف مراجعت ضروری ہے۔

## سیاست میں اخلاق کی اصلاح اور اس کی ضرورت :

تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور اجتماعی وسیاسی اشخاص کے لیے خصوصاً ضروری ہے کہ خود کو پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کریں اور اپنے کارکنوں کو بھی اس سے مزیّن کریں ۔ اس کے بغیر کوئی شخص نظریاتی انقلاب برپا نہیں کرسکتا۔

رسول اللہ (ﷺ) نے مکی دور میں صحابہ کرامؓ کی نیک اخلاق، صبر اور استقامت کے ساتھ تربیت کی اگر مخالفین کی طرف سے ان کو تکالیف پہنچتی تھیں تو رسول اللہ (ﷺ) ان کو صبر اور استقامت کی تلقین کرتے تھے اور انتقام لینے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مکی دور مدنی دور کے لیے تربیت، اصلاح اور ذہن سازی کا دور تھا۔ پس سیاست کو عمدہ اخلاق سے جُدا کرنے کے سبب سیاست ایک تخریبی اور بگاڑ پیدا کرنے والی قوت بن جائے گی۔ اس لیے کہ یہ سیاست فرد

اور معاشرے میں لوگوں کی قوت کو منہدم کردے گی اور آزادی کے التزام اور مسؤولیت کو درہم برہم اور منتشر کردے گی۔

**فتلخَّص أن الدين والأخلاق ضرورة حيوية في النشاط الإنساني ، ولاسيما في التدبير السياسي عملاً.**

**أماالدين،فلأنه ميزان الخلق،وضمان ثباته ، وأساس الالتزام به ، ومنشأ المسؤولية في الحرية ، والحرية إذا خلت من عنصر المسؤولية ، كانت فوضى مدمرة للحرية ذاتها.**

**وأما الخلق،فلأنه معتصم الإنسان مما يربض في أعماق نفسه من قوة تدميرية تتمثل في أهوائه وغرائزه، فتأتي على حيوية الضمير،وصفاء الوجدان،وحكمة العقل،من جراء عدم التوجيه العقدي والخلقي،ثم يكون الانحلال والتكالب على الجنس والمادة ، آخر الأمر كما أسلفنا. فالدولة التي تفصل السياسة عن الدين والخلق،تغدوغير متحضرة إنسانياًغالباً،وإن كانت متقدمة ماديا. (١)**

خلاصہ یہ کہ انسانی زندگی میں دین اور اخلاق ایک حیاتی ضرورت ہے،خصوصاً عملی لحاظ سے سیاسی تدبیر میں تو یہ دونوں بہت ضروری ہیں۔ دین کی ضرورت تو اس وجہ سے ہے کہ یہ اخلاق کے لیے ترازو ہے اور اخلاق کے ثبات کا ضامن ہے اور اس کے التزام کی بنیاد ہے اور آازدی کی نگرانی کی بنیاد ہے؛ کیونکہ جب آزادی مسئولیت کے عنصر سے خالی ہو تو یہ آزادی ایسی خودسری بن جاتی ہے جو اپنی ذات کو ہی ختم کردیتی ہے۔

---

**(١) فتحي دريني . خصائص التشريع الإسلامي في السياسة والحكم ص٣٧٨، مقارنة الأصول الفكر السياسي الوضعي بقواعد ... .**

اور اخلاق کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ نیک اخلاق انسان کو اس کے نفس پر مؤثر ہونے والی خواہشات اور خصلتوں سے محفوظ رکھتے ہیں، نیک اخلاق انسان کی نفسیاتی اور ذہنی استعداد کو زندہ کرتے ہیں۔صفتِ وجدان اور عقلی سمجھ پیدا کرتے ہیں، جو کہ انسان کو عقیدہ اور اخلاقی غفلت سے روکتے ہیں۔پس جو حکومت سیاست کو دین سے جدا کرتی ہے، وہ انسانیت کے لحاظ سے بہت پیچھے رہ جاتی ہے اگرچہ مادی لحاظ سے وہ بہت آگے ہو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ (متوفی ۱۳۶۲ھ) لکھتے ہیں:

مسلمانوں کو مکہ میں رہتے ہوئے قتال کی اجازت نہیں ہوئی، لیکن مدینہ پہنچ کر اجازت ہوئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قلتِ جماعت وقلتِ اسباب اس کا سبب تھا لیکن یہ خلاف تحقیق ہے، کیونکہ مدینہ پہنچ کر کیا جماعت بڑھ گئی تھی؟ کفار کا پھر بھی غلبہ تھا۔مدینہ کی تمام جماعت پورے عرب کے مقابلے میں کیا چیز تھی؟ بلکہ اگر یہ دیکھا جائے کہ تمام کفارِ عالم کے مقابلے میں یہ اجازت ہوئی تھی، تب تو مدینہ کیا سارا عرب بھی قلیل تھا، اسی طرح مدینہ پہنچ کر سامان میں کیا زیادتی ہوگئی تھی؟

نصوص سے خود معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کے مقابلے میں اکثر مواقع میں اس قدر کم ہوتی تھی کہ ملائکہ کا جوڑ لگایا جاتا تھا۔اور یہ صورت ملائکہ کی مکہ میں رہتے ہوئے بھی ممکن تھی، مگر پھر بھی اس صورت کو اختیار کر کے وہاں اجازت نہ دی گئی تو اس کی کوئی اور وجہ بتلانی چاہیے۔اہلِ ظاہر اس کی شافی وجہ نہیں بتلا سکتے۔محققین نے فرمایا ہے کہ اصل بات یہ تھی کہ مکہ میں عام مسلمانوں کے اندر اخلاق حمیدہ، اخلاص وصبر وتقویٰ کامل طور پر راسخ نہ ہوئے تھے۔اس وقت اگر اجازت قتال کی ہوجاتی تو سارا مقابلہ جوشِ غضب اور انتقام کے لیے ہوتا، محض اخلاق اور اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے نہیں ہوتا۔

اوراس حالت میں وہ اس قابل نہ ہوتے کہ ملائکہ کی جماعت سے ان کی امداد کی جائے۔ اورحمایتِ الٰہی ان کے شامل حال ہو۔

چنانچہ آیتِ مذکورہ میں: ﴿ بَلٰى إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا ﴾ (۱)

کی شرط بتلا رہی ہے کہ حمایتِ الٰہی اس وقت متوجہ ہوتی ہے جب مسلمان صبر وتقویٰ میں راسخ ہوں۔

اورتقویٰ کے معنی ہیں:

''احتراز عما نهي الله عنه وامتثال ماأمر به'' جس میں اخلاص اوراحتراز عن الرياء وعن شائبة النفس بھی داخل ہے اور مدینہ پہنچ کر یہ اخلاق راسخ ہوگئے تھے۔

مہاجرین کو مکہ میں رہتے ہوئے کفار کی ایذا پر صبر کرنے سے نفس کا مقابلہ سہل ہوگیا تھا نیز قوتِ غضبِ نفسانی ضعیف بلکہ زائل ہوگئی تھی۔

پھر ہجرت کے وقت جب انھوں نے اپنے وطن، اہل وعیال اور مال ودولت سب پر خاک ڈال دی تو ان کی محبت الٰہی کامل ہوگئی اور حبّ دنیا ان کے قلب سے نکل گئی۔

انصارِ مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے ان کے قلوب بھی محبتِ الٰہی سے لبریز اور محبتِ دنیا سے پاک ہوگئے تھے؛ چنانچہ انصار نے دل کی خوشی سے ان حضرات کو اپنے مکانات واموال میں شریک کرلیا۔(۲)

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت حکیم الأمت قدس سرہ ہندوستان کی سیاسی تحریکات سے الگ رہے، اس دوران ایک صاحب نے یہ پیشکش کی کہ ہم آپ کو امیر المؤمنین بناتے ہیں۔ آپ ہماری قیادت فرمائیں۔

---

(۱) سورة آل عمران آیت : ۱۲۵.

(۲) تقي عثماني . حكيم الأمت كے سياسي افكار ص ۴۶،۴۷.

حضرت نے اس پیشکش کا مناسب جواب دینے کے بعد فرمایا:

میں سب سے پہلے امیر المؤمنین ہوکر جو حکم دوں گا وہ یہ ہوگا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور وغل بند۔ ان دس سالوں میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ جب یہ قابلِ اطمینان ہو جائے گا تب مناسب حکم دوں گا۔(۱)

بندہ نے اپنی امکانی کوشش اور استعداد کے بقدر ایک حاکم کے لیے ساٹھ (۶۰) صفات کا انتخاب کیا ہے، جن کے مطالعہ سے اہلِ بصیرت اور انصاف پسند لوگ مستفید ہو سکتے ہیں۔

**إن أريد إلاّ الإصلاح مااستطعتُ وماتوفيقي إلاّ باللّٰه عليه توكلتُ وإليه أنيب**

(۱) الإفاضات اليومية ج۳ص ۷۶. ملفوظات ص ۸۹، ملقب بتدبير الفلاح .

# اسلامی ریاست کے سربراہ کی بنیادی صفات :

اسلامی ادارے کے سربراہ اور رئیس کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل صفات سے موصوف ہو اور اس کے مخالف صفات سے پرہیز کرے۔

## (ا) اسلام اور اسلام کی خیر خواہی:

مسلمان سربراہ کی پہلی صفت یہ ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو؛ اس لیے کہ اسلامی ادارے کے ذمے اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا، ان کو ترقی اور تحفظ دینا ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ موصوف خود مسلمان ہو، نیز اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو۔

اسلامی ادارے کے تمام چھوٹے بڑے مناصب پر مسلمان شخص کا فائز ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ کافر کو مسلمانوں اور اسلام کی کوئی رہنمائی تفویض کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَن يَجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكَافِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلاً ﴾ (۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہرگز مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کو غلبہ عطا نہیں کرے گا۔

حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔

أي بأن يسلطوا عليهم في الدنيا . (۲)

جب دنیا میں کفار مسلمانوں پر مسلط ہوں ایسی صورت کے بارے میں رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا ہے:

(( إنا لانستعينُ بمشرك )) . (۳) ہم کفار سے مدد نہیں مانگتے۔

(۱) سورۃ نساء آیت : ۱۴۱.

(۲) تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۳۹۸، سورۃ نساء آیت : ۱۴۱.

(۳) ابن ماجه ج ۱ ص ۲۰۳، كتاب الجهاد باب في الاستعانة بالمشركين . كنز العمال ج ۴ ص ۳۵۸ رقم: ۱۰۸۸۷.

اوراس بارے میں امت مرحومہ کا اجماع ہے۔علامہ دمیجی لکھتے ہیں:

**أجمع المسلمون على عدم جواز تولية الكفار تدبير أمور المسلمين وأنه لاولاية لكافر على مسلم، وقد حكى هذا الإجماع كثير من أهل العلم منهم ابن المنذرؒ حيث قال: أجمعُ كلُ مَن يحفظ عنه من أهل العلم أن الكافر لاولايةَ لهُ على مسلم بحال . (۱) – (۲)**

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ کفار کو مسلمانوں کے مسائل و تدابیر تفویض نہ کیے جائیں۔اور کافر کے لیے مسلمانوں پر کوئی ولایت نہیں۔اس اجماع کو بہت سے اہل علم نے نقل کیا ہے ان میں سے ابن المنذر بھی ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم (جن پر اعتماد کیا جاتا ہے) کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر کو مسلمان پر کسی بھی حال میں کسی قسم کی بھی ولایت حاصل نہیں۔

## (۲) اخلاص :

ہر عمل کی مقبولیت کے لیے اخلاص شرط ہے؛لہٰذا اسلام کے بعد سب سے پہلی اور اہم صفت اخلاص ہی ہے۔

## اخلاص کے معنی اور اس کی اقسام:

اخلاص کے معنی اور اس کی اقسام ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے اس طرح بیان فرمائی ہیں:

**معنى الإخلاص: أن يقصد بالعمل وجهه،ورضاه فقط. دون غرض آخر:دنيوي أوأخروي : كنعيم الجنة ولذاتها، أولايكون له غرض دنيوى:من سمعة ،ورياء.والأول إخلاص الخاصة،والثاني إخلاص العامة.(۳)**

---

(۱) ابن قيم . أحكام أهل الذمة ج۲ ص ۴۴۱.

(۲) الإمامة العظمىٰ عند أهل السنة والجماعة ص ۲۳۶، الشرط الأول الإسلام .

(۳) مرقات ج۱ ص۲۸۸–۲۸۹ . كتاب العلم .

اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ انسان کا مقصد اپنے عمل سے صرف رضائے الٰہی ہو، نہ کوئی دنیوی غرض ہو اور نہ اخروی۔ مثلاً جنت کی نعمتیں اور لذتیں، یا اس غرض کے ساتھ کوئی ریا اور دکھلاوا شامل نہ ہو۔ پہلی قسم خواص کا جبکہ دوسری قسم عوام کا اخلاص ہے۔

## اخلاص کی اہمیت احادیث کی روشنی میں :

رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے بھی اخلاص کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

**(( إن اللّٰه لايقبل من العمل إلاّما كان خالصا ،وابتغي به وجهه )) . (۱)**

اللہ تعالیٰ اس عمل کو پسند فرماتا ہے جس میں فقط اس کی رضا مقصود ہو۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

**(( أخلص دينک يكفيک القليل من العمل )) .(۲)**

تم اپنے دین کو خالص رکھو؛ اس کے نتیجے میں تیرا تھوڑا سا عمل بھی تیرے لیے کافی ہو جائے گا۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

**طوبیٰ للمخلصين أولئک مصابيح الدجیٰ،تتجلیٰ عنهم كل فتنة ظلماء(۳)**

مخلصین کے لیے خوشحالی ہے۔ یہ لوگ ہدایت کے چراغ ہیں، ان سے ہر فتنہ دور ہوتا ہے۔

۵۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

---

(۱) نسائي ج۲ص ۲۵۹، كتاب الجهاد رقم: ۲۹۲۳۸، المعجم الكبير ج۸ص ۱۶۵ رقم: ۷۶۲۸، كنز العُمّال ج۳ ص ۲۳ رقم: ۵۲۶۱.

(۲) شعب الإيمان ج۵ ص ۳۴۲ رقم: ۶۸۶۱، باب في اخلاص العمل للّٰه وترک الرياء، كنز العُمّال ج۳ ص ۲۳ رقم: ۵۲۵۷.

(۳) شعب الإيمان ج۵ ص ۳۴۳ رقم: ۶۸۶۱، كنز العُمّال ج۳ ص ۲۴ رقم: ۵۲۶۸.

**(( أيها الناس! أخلصوا أعمالكم لله – عزوجل– ؛ فإن الله لايقبل من الأعمال إلاّما أُخلص له ، ولا تقولوا: هذا لله وللرحم )) .(۱)**

اے لوگو! تم اپنے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے رہو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ انھی اعمال کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کی رضا کے لیے ہوں اور ایسا مت کہو کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اپنے رشتہ داروں کے لیے ہے (بلکہ پورا عمل اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو)۔

## حضرت عمرؓ کا قول:

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

**مَن خلصت نيته كفاه الله تعالى مابينه وبين الناس،ومن تزين بغيرمايعلم الله من قلبه شانه الله عزوجل.(۲)**

جس نے اللہ تعالی کی رضا جوئی کے لیے نیت خالص رکھی تو اللہ تعالی ان امور کے بارے میں اس کے لیے کافی ہو جائے گا، جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہوں گے اور جس نے دل میں اخلاص نہ ہونے کے باوجود لوگوں کے سامنے خود کو اخلاص کے روپ میں ظاہر کیا تو اللہ تعالی اس کو معیوب کر دے گا۔

## حاکم کے لیے اخلاص کی اہمیت:

علامہ قلعیؒ (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

**مَن مكنه الله في أرضه و بلاده ، و أتمنه في خلقه و عباده ، و بسط يده و**

---

(۱) سنن دارقطني ج ۱ ص ۱۴۱ رقم: ۱۲۹ ،شعب الإيمان ج۵ ص ۳۳۵ – ۳۳۶،کنز العُمّال ج۳ ص۲۶ رقم: ۵۲۸۰.

(۲) أبونعيم أصفهاني . حلية الأولياء ج ۱ ص ۸۶ ، ابن جوزي . مناقب أمير المؤمنين ص ۱۴۶ .

**سلطانه ، و رفع محله و مكانه فحقيق عليه : أن يؤدي الأمانة ، و يخلص الديانةويجمل السيرة ويحسن السريرة ويجعل العدل دابه المعهود، والأجر غرضه المقصود . (۱)**

جسے اللہ تعالی نے اپنے وطن اور شہر میں قدرت وطاقت دی ہو، اور اپنی مخلوق اور بندوں پر امین بنایا ہو، اس کی قدرت اور اختیار کو بڑھایا ہو اور اس کا مرتبہ اور مقام بلند کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالی اور مخلوق کی امانت ادا کرے، اپنی دیانت خالص کرے، اپنے اخلاق کو مزین اور اپنے باطن کو صاف کرے، عدل کو اپنا معمول بنائے اور اجر وثواب کو اپنی اصلی غرض سمجھے۔

## اخلاص کے فائدے :

اخلاص کی صفت دینداری کی علامت ہے۔علامہ قادری نے لکھا ہے:

**الذي يتصف بهذه الصفة يؤدّى عمله على خيروجه في سره وعلنه و يراقب ربه في ذلک،ويحرص كل الحرص أن يتقن ما أسندإليه من مصالح المسلمين،لأنه يعتبر ذلک عبادة لربه يثيبه على ما أتقن و يحاسبه على ماقصر فيه ونجاحه في عمله من السعي في نصردين اللّٰه،وتقصيره فيه مضربنفسه ومجتمعه، وقد تعبده اللّٰه تعالى بالنصح له ولرسوله ولأئمة السلمين وعامتهم . قال اللّٰه تعالى :﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ .(۲) – (۳)**

جو شخص اخلاص کی صفت سے متّصف ہو تو اس کا عمل ظاہر وباطن دونوں میں اچھے طریقے سے انجام پاتا ہے اور وہ عمل میں اپنے رب کا لحاظ رکھے گا اور اس بات کی اچھی کوشش کرے گا کہ

(۱) تهذيب الرياسة ص ۱۱۹ . باب في ذكر مايجب أن يتصف به الملک من الطرائق الجميلة .

(۲) سورة بينة آيت : ۵.

(۳) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص ۴۱ ،المبحث الأول الإخلاص .

مسلمانوں کے وہ امور اچھے طریقے سے پورے کرے جو اس کے سپرد ہوئے ہیں۔

کیوں کہ یہ شخص اچھے طریقے سے ان مصالح کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت سمجھتا ہے اور ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا اور اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالی اس سے حساب لے گا۔ اس کی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں خوب کوشش کرے اور اس میں کمی کوتاہی نہ کرے کیوں کہ یہ اس کے لیے اور تمام معاشرے کے لیے مضر ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے حکام اور عام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اختیار کریں۔

## عدمِ اخلاص کے نقصانات :

اخلاص سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں جبکہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے نقصانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ علامہ قادری نے لکھا ہے:

**الـذي يتـولّـى أمـور الـمسلمين لغرض آخر، كالطمع في الجاه أو المنصب أو التـقـرب إلـى مـن هو أعلى منه من المسؤولين عن الأمة ، وليس قصده إرضاء ربـه بـقيـامـه بـمصالح الأمة لايؤمن تقصيره في عمله إذا ماحصل على بغيته بل إذا راى أن تقصيره قد يتحقق له بعض المكاسب المادية في بعض الأحيان تعمد ذلک التـقصير، وإذا خلا عن المراقبة البشرية لايبالى بمصالح الناس ، بخلاف المخلص لله المتجرد لرضاه فإنه كما قال رسول الله ﷺ : (( الإحسان أن تعبدالله كأنک تراه ، فإن لم تكن تراه فإنه يراک)). (١)**

(١) بخاري ج ١ ص ١٢ ، كتاب الإيمان باب سؤال جبرائيل النبي عن الإيمان و الإسلام.

جو شخص مسلمانوں کے امور کا متولی کسی دوسری غرض کے لیے بنا، مثلاً جاہ ومنصب کی طمع اور مسلمانوں کے کسی ایسے حاکم کا تقرب حاصل کرنا جو اس سے عہدے میں اونچا ہو اور امت کے مصالح سرانجام دینے سے اس کا مقصود اللہ تعالی کی رضا نہ ہو تو اس صورت میں اس کا عمل کوتاہی سے محفوظ نہیں رہ سکتا جس وقت وہ اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کی کوتاہی کے ساتھ اس کو بعض مادی فوائد بھی ملتے ہیں تو وہ اس کوتاہی کا عزم اور ارادہ کرتا ہے، اور جب وہ انسانی نگرانی سے فارغ ہو جاتا ہے تو پھر لوگوں کے نفع کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ شخص جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرتا ہے، وہ اس طرح کام کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے احسان کی تفسیر میں فرمایا ہے:

احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں:

**لهذاظهرت في الأمة الخيانات المالية والسياسية والعسكرية والإدارية، وتعطلت الأعمال وتعب الناس في الحصول على حقوقهم وقلّ النتاج كل ذلك بسبب فقدالإخلاص أوضعفه الشديدوحلول المطامع الشخصية محله.(۱)**

اسی لیے امت میں مالی، سیاسی، عسکری اور اداری خیانتیں پروان چڑھ گئیں، تمام کام معطل ہو گئے، لوگ اپنے حقوق کے حصول میں تھک گئے اور نتیجہ اچھا نہیں نکلا۔ یہ تمام نقصانات اخلاص کے مفقود ہونے یا اخلاص کی شدید کمی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کیوں کہ شخصی اغراض اخلاص کی جگہ لے لیتی ہیں۔

---

(۱) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص ۴۲/۴۱، المبحث الأول الإخلاص.

## (۳) تقویٰ اور شریعت کی مکمل پاسداری:

ادارے کے سربراہ کو تقویٰ کی صفت سے متصف ہونا چاہیے کیوں کہ یہی تمام نیک اعمال کا مدار اور اساس ہے۔

### تقویٰ کی تعریف:

ملت اسلامیہ کے بڑے سیاستدان امام ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) نے تقویٰ کی تعریف میں لکھا ہے:

**التقوى : إيثار طاعة الله ،والانتهاء عن معصيته. (۱)**

تقویٰ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو ترجیح دینے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے۔

### تقویٰ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾. (۲)**

ترجمہ: سوڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

**(( مَن رزق تقىً فقد رُزق خير الدنيا والآخرة )).(۳)**

جسے تقویٰ کی دولت دی گئی اسے دنیا وآخرت کی بھلائی دی گئی۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

(۱) نصيحة الملوک ص ۱۴۶ ، معنى التقوى .

(۲) سورة تغابن آيت : ۱۶ .

(۳) كنز العُمّال ج۳ ص ۹۱ رقم: ۵۶۴۱ .

**(( إن أولی الناس بي المتقون من کانوا وحیث کانوا )) .(۱)**

بے شک مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو تقویٰ والے ہوں؛ خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

## بادشاہ اور حاکم کے لیے تقویٰ کی اہمیت وضرورت :

تمام لوگوں کے لیے عموماً اور حکام کے لیے خصوصاً تقویٰ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم چند اکابرینِ امت کے اقوال ذیل میں پیش کرتے ہیں:

## حضرت ابوبکرؓ کا قول:

خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دو عاملوں (گورنروں) (عمرو اور ولید بن عقبہؓ) کو تقویٰ کی وصیت یوں فرمائی:

**اتق اللّٰہ في السرّ والعلانیة فإنه من یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا،ویرزقه من حیث لایحتسب. (۲) ومن یتق اللّٰہ یکفرعنه سیاته ،ویعظم له أجراً فإن تقوی اللّٰہ خیرما تواصی به عباد اللّٰہ. (۳)**

ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی صورت نکال لیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔۔۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا یقیناً خشیتِ الٰہی وہ بہترین چیز ہے، جس کی نیکوکار بندے آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہتے ہیں۔

---

(۱) صحیح ابن حبان ج۲ ص۲۴۷ رقم: ۴۲۹ ، کتاب الرقائق باب الخوف والتقویٰ .

(۲) کنزالعُمّال ج ۱۶ص ۱۵۱رقم: ۴۴۱۸۵.

(۳) موسوعة آثار الصحابة ج ۱ ص۲۳ رقم: ۱۴.

## حضرت عمرؓ کا قول:

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے حمد وثنا کے بعد خطبہ میں لوگوں سے فرمایا:

**فإني أوصيكم بتقوى الله الذي يبقي ، ويفني ماسواه . (۱)**

میں تمھیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو باقی رہے گا اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔

## حضرت عثمانؓ کا قول:

خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا:

**يا أيها الناس ! اتقوا الله فإن تقوى الله غنم . (۲)**

اے لوگو! اللہ تعالی سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ڈر بڑی غنیمت ہے۔

## حضرت علیؓ کا قول:

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ نے فرمایا ہے:

**(أوصيكم عباد الله بتقوى الله التي هي الزادو بها المعاذ ، زاد مُبلغ ومعاد مُنجح ، دعا إليها أسمع داعٍ واعٍ فأسمع داعيها ، وفاز واعيها فإن تقوى الله مفتاح سدادٍ، وذخيرة معادٍ، وعتق من كل ملكة، ونجاة من كل هلكة، بها ينجح الطالب ، وينجو الهارب ، وتنال الرغائب ) . (۳)**

اللہ کے بندو! میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے اس تقویٰ اور ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو انسان

(۱) ابن جوزي. مناقب عمر ص ۲۰۳ ، باب ۵۷ في ذكر كلامه في الزهد والرقائق .

(۲) البداية والنهاية ج۵ ص ۲۰۸ ، باب شيء من خطبه .

(۳) شريف رضي . نهج البلاغة ص ۲۰۰ / ۳۵۴، باب ومن خطبة له .

کے لیے ایک اچھا توشہ ہے۔اور یہ ایسا توشہ ہے جو انسان کو اپنے مقصد تک پہنچا دیتا ہے، قیامت میں نجات دیتا ہے، جو لوگ تقویٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اُن کی دعوت لوگ اچھی طرح سنتے ہیں اور جن لوگوں نے اسے پوری طرح قبول کیا اور اپنے پاس رکھ لیا وہ کامیاب ہو گئے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا درستگی کی چابی ہے، اور قیامت کے لیے اچھا ذخیرہ اور خواہشات کی غلامی سے چھٹکارا اور ہر ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے تقویٰ کی طلب کرنے والے کامیاب اور تقویٰ حاصل کرنے والے نجات حاصل کرنے والے ہیں اور اسی کے ساتھ انسان کو اس کے مرغوبات حاصل ہوتے ہیں۔

## امام ابو یوسفؒ کا قول:

امام ابو یوسفؒ (متوفی ۱۸۲ھ) نے خلیفۂ وقت کو تقویٰ کی وصیت یوں فرمائی ہے:

**ليس يثبت البنيان إذا أسس على غير التقوىٰ أن يأتيه الله من القواعد فيهدمه على من بناه وأعان عليه .(۱)**

حکومت کی وہ عمارت جس کی بنیاد تقویٰ پر مبنی نہ ہو، وہ باقی نہیں رہ سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ اس عمارت کو انھی لوگوں پر گرائیں گے جنھوں نے اسے بنایا ہے اور اس میں تعاون کیا ہے۔

## امام الحرمین علامہ جوینیؒ کا قول:

امام الحرمین علامہ جوینیؒ (متوفی ۴۷۸ھ) لکھتے ہیں:

**فأما التقوىٰ والورع فلابد منهما إذلا يوثق بفاسق في الشهادة على فلس فكيف يولى أمور المسلمين كافة والأب الفاسق مع فرط حدبه واشفاقه على ولده لا يعتمد على مال ولده ، فكيف يؤتمن في الإمامة العظمىٰ فاسق لا يتقى**

(۱) كتاب الخراج ص ۳۲ ، أبويوسف يوصي الخليفة .

**اللّٰـه ، ومـن لم يقاوم عقله هواه ونفسه الأمارة بالسوء ولم ينهض رأيه بسياسة نفسه فأنى يصلح خطة الإسلام .(۱)**

خلیفہ اور حاکم میں تقویٰ اور ورع کی دونوں صفتیں لازماً موجود ہونی چاہئیں، اس لیے کہ چند ٹکوں کے بارے میں گواہی دینے میں فاسق پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تو اس کو تمام مسلمانوں کے امور کا والی کیسے بنایا جاسکتا ہے اور بیٹے پر حد درجہ شفیق ہونے کے باوجود، بیٹے کے مال کے مسئلے میں فاسق باپ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تو فاسق شخص پر اتنی عظیم امانت کے سلسلے میں کیونکر اعتماد کیا جائے ، جو اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا اور نہ اس کی عقل اس کے خواہشات اور نفس امارہ کا مقابلہ کرسکتی ہے اور جس کی فکر وسوچ اس کے ذاتی امور کا نظم ونسق نہیں بنا سکتی وہ پورے خطۂ اسلامی کی اصلاح کیسے کرسکے گا؟

## امام ماوردیؒ کا قول:

امام ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) نے حکام کے لیے تقویٰ کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق لکھا ہے :

**أول مـايـجـب عـلى الملک : المعني بأمور رعيته ، المهتم بحماية حوزته وعـمـارة بيضة : تقوى اللّٰه ، فإنها أفضل ماتواصى به الفضلاءُ والعلماءُ ، وإنها عـصـمة لمن اعتصم بها ، وحرز لمن تمسک بها، وملجأ لمن لجا إليها، وأمن لـمـن استشعرهـا ، وجـمـال لـمـن لبسهـا،وعـزلمن اعتزبهـا،ومهـابة لمن استـقبـلهـا،وسـلاح لـمـن قاتل بها وذخر لمن اكتسبها ، وفضيلة لمن اقتناها . وهي مع ذلک وصيته تعالى إلى خلقه ، و أمره الملقى إليهم ، و وصية الأنبياء**

---

(۱) غياث الأمم ص ۱۱۶، صفات الإمام القوام على أهل الإسلام .

**و المرسلین ، و عباد اللّٰہ الصالحین ، و الفضلاء من الملوک الماضیین ، و الحکماء المتقدمین.(۱)**

سب سے پہلے حاکم اور سربراہ کے لیے جو چیز ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ ہے ،بشرطیکہ وہ اپنی رعایا کے کاموں کا غم خوار ہو اور اپنے علاقے اور متعلقہ آبادی کی حفاظت کا اہتمام کرتا ہو،اس لیے کہ تقویٰ ہی وہ بہترین صفت ہے جس کی تاکید علماء وفضلاء کرتے رہے ہیں اور تقوی اس شخص کے لیے قوت ہے جو اس پر سختی سے عمل کرتا ہے،اس شخص کے تحفظ کا ذریعہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے،اس شخص کی پناہ گاہ ہے جو اس میں پناہ لینا چاہتا ہے،اس شخص کے لیے امن ہے جس نے اس کو سمجھا،اس کے لیے زینت ہے جس نے اس صفت کو اپنایا،اس شخص کے لیے عزت ہے جس نے اس کے ساتھ عزت حاصل کی ،اس کے لیے رعب ہے جس نے اس کی طرف رخ کیا،اس کے لیے اسلحہ ہے جس نے اس کے ذریعے جنگ کی ،اس شخص کے لیے ذخیرہ ہے جس نے اسے کمایا اور اسی کے لیے فضیلت ہے جس نے اس کو پاس رکھا۔

علاوہ ازیں تقویٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو وصیت ہے اور انبیا و رسل اور نیک بندوں اور صاحب فضیلت گزرے ہوئے بادشاہوں،متقدمین حکماء نے بھی اس کی وصیت کی ہے۔

## علامہ ابن حبان بستیؒ کا قول:

تقویٰ کی اہمیت کے بارے میں علامہ ابن حبان بستیؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے تحریر فرمایا ہے :

**کل ریاسة لم تکن مشوبة بتقوی اللّٰہ تکون خساسة لاریاسة ،والاحتواء علی الریاسة من غیر تقوی کالقاعد علی الکناسة .**

(۱) نصیحة الملوک ص ۱۴۳.

**قال بعضهم :**

**۱. رياسات الرجال بغير دين ☆ ولاتقوى الإله هي الخساسة**

**۲. وكل رياسة من غيرتقوى ☆ أذلّ من الجلوس على الكناسة**

**۳. وأشرف منزل وأعزعز ☆ وخير رياسة ترك الرياسة (۱)**

ہروہ ریاست جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو، وہ ریاست حقیقت میں رذالت اور کمینگی ہے، حقیقی ریاست نہیں ہے اور منصب پر اس حال میں بیٹھنا کہ اس کے ساتھ تقویٰ نہ ہو، یہ ایسا ہے جیسے کوئی کوڑا خانے کے اوپر بیٹھ جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

۱۔ لوگوں کی ریاست دین اور تقویٰ کے بغیر رذالت اور کمینگی ہے۔

۲۔ اور ہر وہ ریاست جو تقویٰ سے خالی ہو یہ اس سے بھی زیادہ ذلت ہے کہ کوئی کوڑے پر بیٹھ جائے۔

۳۔ بہترین مرتبہ، عزت اور بہترین سربراہی، سربراہی کو چھوڑنا ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حبان بستیؒ (متوفی ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں :

**الواجب على السلطان قبل كل شيء أن يبدأ بتقوى اللّٰه ، وإصلاح سريرته بينه و بين خالقه ،ثم يفكرفي ما قلده اللّٰه من أمرإخوانه،ورفعه عليهم؛ ليعلم أنه مسؤول عنهم في دقّ الأمورو جلها،ومحاسب على قليلهاو كثيرها(۲)**

حاکم پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ تقویٰ اختیار کرے اور اپنے باطن کی اصلاح کرے جو اس کے اور خالق کے درمیان ہے۔ پھر اپنے ماتحتوں کے کاموں کی فکر کرے اور اس بات کو سمجھے کہ اس سے ان کے کاموں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ خواہ وہ امور باریک ہوں

(۱) روضة العقلاء ونزهة الفضلاء ص ۴۳۱، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

(۲) روضة العقلاء ونزهة الفضلاء ص ۴۳۳ ، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية.

ہوں یا واضح اور اس سے چھوٹے بڑے امور کا حساب لیا جائے گا۔

تقویٰ کی اہمیت کے بارے میں ایک شاعر نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ...........

**ولیس بمنسوب إلی العلم والنُهی ☆ فتیً لا تری فیه خلائق أربع**

**فواحدة تقوی الإله التي بها ☆ ینال جسیم الخیر والفضل أجمع (۱)**

یقیناً علم اور عقل والا انسان وہ نہیں ہے جس میں چار اوصاف نہ ہوں، جن میں سے ایک تقوی ہے جس کی بدولت بہت زیادہ خیر اور فضائل حاصل ہوتے ہیں۔

## علامہ ابن طقطقیؒ کا قول:

علامہ ابن طقطقیؒ (متوفی ۷۰۹ھ) نے تقویٰ کی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے :

**هـذه الـخـصـلة هـي أصـل كل خير، ومفتاح كل بركة،فإن الملك متى خاف اللّٰه أمنه عباداللّٰه،واتق اللّٰه فإن التقوى بالتوقي،ومن يتق اللّٰه يقه اللّٰه. (۲)**

تقویٰ کی صفت تمام نیک کاموں کے لیے اصل اور اساس ہے اور ہر خیر و برکت کی چابی ہے کیوں کہ حاکم جب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ اللہ کی مخلوق سے امن میں رہتا ہے۔ تم اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔ تقویٰ حرام چیزوں سے بچنے سے حاصل ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

## تقوی کے مراتب:

تقویٰ کے کئی مراتب ہیں جیسے: شرک سے پرہیز اور حرام سے پرہیز۔

علامہ کفویؒ (متوفی ۱۰۹۴ھ) رقمطراز ہیں:

(۱) ابن حبان روضة العقلاء ص۸۶/۸۵ ، ذکر الحث علی لزوم الحیاء وترک القبحة .

(۲) الفخري في الآدب السلطانية ص۲۷،الفصل الأول فی الأمور السلطانية والسياسات الملكية

**ومبداہ: اتقاء الشرک، وأوسطہ: اتقاء الحرام، والتقوی منتھی الطاعات، والرھبۃ من مبادی التقوی (۱)**

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کا ابتدائی مرتبہ شرک سے پرہیز ہے۔ تقویٰ کا متوسط مرتبہ یہ ہے کہ انسان حرام کھانے سے پرہیز کرے۔ تقویٰ تمام عبادات کا منتہا ہے اور خوف خدا تقویٰ کے ابتدائی مراحل میں سے ہے۔

## تقویٰ کے فوائد:

تقویٰ کے بے شمار فوائد ہیں۔

اس حوالے چند اکابر علماء کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ شیزریؒ (متوفی ۵۸۹ھ) نے لکھا ہے:

یمن کے ایک بادشاہ نے اپنے ایک جانشین کو اس طرح وصیت کی:

**اتق مَن فوقک یتقیک مَن تحتک. (۲)**

تم اپنے سے اوپر والے (اللہ تعالیٰ) سے ڈرتے رہو، پھر تم سے تمہاری رعیت ڈرتی رہے گی۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت مسلمہ بن خالدؓ کو لکھا:

**فإن العبد إذا عمل بطاعة اللّٰه أحبه اللّٰه ، فإذا أحبه اللّٰه حببه إلى خلقه ، وإذا عمل بمعصية اللّٰه أبغضه اللّٰه ، وإذا أبغضه اللّٰه بغضه إلى خلقه.(۳)**

(۱) كليات أبي البقاء ص ۱۲۳ .

(۲) المنهج المسلوك في سياسة الملوك ص ۱۸۰ .الباب الثالث في معرفة قواعدالأدب، القاعدة الأولى العلم .

(۳) كنزالعمال ج۸ص ۲۲۵ .

جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے،اور جب وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کا بھی محبوب بنا دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے ،تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مبغوض ہو جاتا ہے،اور جب وہ اللہ کی نظر میں مبغوض ہو جاتا ہے، تو اللہ اسے مخلوق کا مبغوض بھی بنا دیتے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے :

۱. اَلاَ کل من یتق اللّٰہَ مصؤن ☆ وأن الذي نال التقی لسعید

۲۔ و لستُ أری السعادةَ جمعَ مال ☆ ولکن التقیّ ھو السعید

۳۔ و تقوی اللّٰہ خیر الزاد زخرا ☆ وعنداللّٰہ للأ تقی مزید (۱)

۱۔ جان لو کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا وہ محفوظ ہوگا اور جو کوئی تقویٰ حاصل کرے وہ نیک بخت ہوگا۔

۲۔ اور میں سعادت مال جمع کرنے میں نہیں سمجھتا بلکہ متقی شخص باسعادت ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ذخیرہ کرنے کے لیے بہترین توشہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی کے لیے زیادہ اجر وثواب ہے۔

تقویٰ کے فوائد کے بارے میں ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ..................

ألاإَن التقوی ھو العزّ والکرم ☆ وحبک للدنیا ھو الذلّ والعدم

و لیس علی حر تقیّ نقیصة ☆ إذاأسس التقوی وإن حاک أو حجم (۲)

سنو! یقیناً تقویٰ عزت وکرامت کا سبب ہے اور دنیا سے محبت تمھاری ذلت اور زوال کا سبب ہے۔

(۱) ماوردي .نصیحة الملوک ص ۱۴۵، الباب الخامس في سیاسة النفس وریاضتها.

(۲) نظام الحکومة النبویة ج۲ ص ۵۱.

آزاد متقی شخص جب تقویٰ کی بنیاد پر چلے گا تو اس میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوگا اگر چہ نسب کے لحاظ سے وہ جولاہا اور حجام کیوں نہ ہو۔

## متقی شخص کی علامت :

خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ نے متقی کی علامت اس طرح بیان کی ہے:

**من علامات المتقي : أنه يرىٰ الناس قدنجوا ، ويرىٰ نفسه قدهلكت . (۱)**

متقی انسان کی علامات میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت اور لوگوں کو کامیابی اور نجات میں سمجھے (اپنے اوپر بدگمانی اور اوروں پر اچھا گمان تقویٰ ہے)۔

وہب بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مجھے لکھا:

**أمـابعد ! فإن لأهل التقوىٰ علامات يُعرفون بها ويعرفونها من أنفسهم ، من صبر على البلاء ورضي بالقضاء ، وشكر النعماء وذل لحكم القرآن .(۲)**

متقی لوگوں کی کچھ علامات ہیں ،جن سے وہ لوگ پہچانے جاتے ہیں ،اور وہ لوگ ان علامات سے اپنے آپ کو پہچانتے ہیں وہ علامتیں یہ ہیں: مصیبت پر صبر کرنا، تقدیر پر راضی ہونا، نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کے احکام کی تابعداری کرنا۔

## شریعت کی مکمل پابندی کرنا:

ایک مسلمان حاکم پر یہ بات لازم ہے کہ شریعت کی تابعداری میں اپنے آپ کو ایک نمونہ اور بے مثال رہبر بنائے اس لیے کہ یہ حاکم مسلمانوں کے دینی اور سیاسی دونوں میدانوں میں رہبری کرے گا۔اور یہ بات ضروری ہے کہ حاکم شریعت کے التزام میں اپنی رعیت سے بڑھا

(۱) شاہ ولي الله. ازالة الخفاء ج۲ ص۲۲۷ ، مآثر سیدنا عثمان غنیؓ .

(۲) أبونعيم . حلية الأولياء ج ۱ ص ۳۰۵ ، عبدالله بن الزبيرؓ.

ہوا ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ شرعی بنیادوں اور اصول کی پابندی اور پیروی، بہترین اخلاق کو مسلمانوں کی رہبری اور قیادت کے لیے ایک معیار قرار دیا جائے اور اس میں جماعتی گروہ بندی، قومی عصبیت اور خاندانی بنیادوں کو بالکل خاطر میں نہ لایا جائے۔قرآنی ارشادات، نبوی ہدایات اور خلفاے راشدینؓ کی سیرت سے یہی مفہوم واضح طور پر آشکارہ ہوتا ہے۔

حضرت احنف بن قیسؒ نے فرمایا:

**من هدم دينه كان لمجده أهدم ، ومَن ظلم نفسَه كان لغيره أظلم .(١)**

جوشخص اپنے دین کو گرادے وہ اپنی عزت اور شرافت کا کبھی بھی خیال نہیں رکھے گا اور جوشخص اپنی جان پر ظلم کرے وہ کبھی بھی دوسرے لوگوں پر رحم نہیں کرے گا۔

اسی طرح امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

**ينبغي للملك أن يأنف من أن يكون في رعيته مَن هو أفضل ديناًمنه ، كما يأنف أن يكو في رعيته مَن هو أنفذ أمراً منه . (٢)**

بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دیانتداری اور دین داری کے اعتبار سے اپنی رعیت سے بڑھا ہوا ہو اور اس بات کا موقع کسی کو نہ دے کہ کوئی اس سے دینداری میں آگے بڑھ جائے جس طرح کہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی رعیت میں کوئی ایسا شخص ہو کہ لوگ اس کی بات بادشاہ کے حکم سے زیادہ مانیں۔

حاکم وقت کے لیے شریعت کی پاسداری کے بارے میں امام ثعلبیؒ لکھتے ہیں:

**الملك خليفة اللّٰه في أرضه ، و لن يستقيم أمر خلافته مع مخالفته ،**

---

(١) المنهج المسلوك ص ٢٤٠ ، الركن الخامس من أركان المملكة الحصون .

(٢) تسهيل النظر وتعجيل الظفر ص١٤٨ ، الفصل التاسع عشر أن يكون الملك أفضل الناس ديناً .

**الملک بالدین یبقي ، والدین بالملک یقوی . (۱)**

بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اوراس کی خلافت کا معاملہ اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے،حکومت دین کے ساتھ قائم ہوتی ہےاوردین حکومت کے ذریعے محفوظ اور مضبوط ہوتا ہے۔

## (۴) حاکم اپنی رعیت کے لیے اتباع کا بہترین نمونہ ہوتا ہے:

امیر ہر نیک عمل میں سبقت کرنے والا ہو، ہر نیک خصلت میں پیشوا ہو، مروّت کے لیے نقصان دہ چیزوں سے پاک ہو، چہ جا یکہ جو چیزیں عدالت کے لیے نقصاندہ ہوں ،رعیت کی درستگی بڑی حد تک امراء کی درستگی کے ساتھ مربوط ہے اور لوگ عموماً اپنے بادشاہوں اور حاکموں کے دین پر ہوتے ہیں ،جس کی دلیل قیس بن حازمؒ کی وہ روایت ہے جس کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے :

**إن امرأة من أحمس سألتُ أبابكر فقالت: ما بقاؤنا على هذا الأمر الصالح الذي جاء الله به بعد الجاهلية ؟ قال : بقاؤكم عليه مااستقامت بكم أئمتكم . قالت : وماالأئمة ؟ قال : أماكان لقومك رؤوس وأشراف يأمرونهم فيطيعونهم قالت : بلىٰ . قال : فهم أولئک على الناس .(۲)**

کہ احمس قبیلے کی ایک عورت نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا: جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس دین اور عادلانہ نظام سے نوازا ہے ہم کب تک اس نظام پر باقی رہیں گے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: جب تک تمھارے سرداراورائمہ اس دین پر استقامت اختیار

---

(۱) آداب الملوک ص ۵۱، الباب الثاني في صدور الأ مثال والتشبيهات الملوكية والسلطانية

(۲) بخاري ج ۱ ص ۵۴۱ ، کتاب بنيان الكعبة باب أيام الجاهلية .

کریں، اس نے پھر پوچھا: ہمارے سردار اور حاکم کون ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: کیا تمھاری قوم میں ایسے سربراہ اور بڑے لوگ ہیں، جو لوگوں کو حکم کرتے ہیں، اور لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟ اس عورت نے کہا: کیوں نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: یہی لوگ سردار اور حاکم ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

**مابقاؤنا على هذا الأمر الصالح أي دين الإسلام وما اشتمل عليه من العدل و اجتماع الكلمة ونصر المظلوم ووضع كل شيء في محله . قوله : ما استقامت بكم أئمتكم أي لأن الناس على دين ملوكهم، فمن حاد من الأئمة عن الحال مالَ وأمالَ . (۱)**

ہماری بقاء کب تک اس نیک کام پر ہوگی؟ یہاں نیک کام سے مراد دین اسلام اور وہ چیزیں ہیں جن پر دین مشتمل ہے یعنی عدل، اتفاق، مظلوم کی امداد اور ہر چیز کو اپنے محل پر رکھنا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول کہ جب تک تمھارے ائمہ درست ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقوں پر چلتے ہیں، تو جو سردار اپنے صحیح حال سے پھر جائے، تو خود بھی درستگی سے پھرے گا اور دوسروں کو بھی پھیرے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت وہب بن کیسانؒ کو لکھا:

**إنـمـا الإمام كالسوق مانَفَق فيها حُمل إليها ، إن نفق الحق عنده حُمل إليه وجاءه أهل الحق، وإن نفق الباطل عنده جاءه أهل الباطل ونفق عنده .(۲)**

(۱) فتح الباري ج۷ ص ۱۱۸ ، كتاب بنيان الكعبة باب أيام الجاهلية .

(۲) أبونعيم . حلية الأولياء ج ۱ ص ۳۰۵.

حاکم کی مثال بازار کی طرح ہے اس کی طرف وہی چیز لائی جائے گی جس کی اس بازار میں خرید وفروخت ہوگی، جہاں حاکم لوگوں کے ساتھ حق معاملہ کرتا ہو، وہاں لوگ بھی حاکم کے ساتھ حق لے کر آئیں گے،اور اہل حق اس کے پاس آئیں گے اور اگر حاکم لوگوں کے ساتھ باطل معاملہ کرے گا تو اہل باطل لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے ساتھ باطل ہی ملے گا۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا ہے:

**فإن نفق فيه الصدق والبر والعدل والأمانة ، جلب إليه ذلك ، وإن نفق فيه الكذب والفجور والجور والخيانة ، جلب إليه ذلك .(۱)-(۲)**

اگر بازار میں سچ ، نیکی ، عدل اور امانت کی مانگ ہو تو اسی کو لایا جائے گا اور اگر اس میں جھوٹ ، بدعملی ، ظلم اور خیانت خرچ کی بکری ہو تو اس کو اس میں لایا جائے گا ،یعنی اس نے جیسا معاملہ اختیار کیا، رعیت بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گی۔

کبھی حاکم کو پوشیدہ نصیحت بہتر ہوتی ہے، تا کہ لوگ اپنے حاکم پر جرأت نہ کریں کہ اس سے فتنہ واقع ہوگا اور مسلمانوں کا اتفاق ختم ہو جائے گا، جیسا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے حضرت عثمانؓ کو پوشیدہ طور پر نصیحت کی،اور کبھی حاکم کو جہراً نصیحت بہتر ہوتی ہے تا کہ لوگ اس نصیحت کو سن کر اس سے عبرت پکڑیں۔

جس طرح ابوشریحؓ نے مکہ کی تحریم کے سلسلے میں عمر بن سعید کو جہراً نصیحت کی، تا کہ لوگ اس سے باخبر ہو جائیں اور امیر کے اس لشکر کے ساتھ شریک نہ ہوں، جو جنگ کے لیے مکہ کی طرف جا رہا تھا۔

---

(۱) مجموع الفتاویٰ ج۲۸ ص۲۶۸، ۲۶۹ ، فصل القسم الثاني من الأمانات الأموال .

(۲) عبدالقادر بن عبدالعزيز. العُمدة في اعداد العدة للجهاد في سبيل الله تعالىٰ ص ۲۳۲، واجبات الأمير في الإعداد الإيماني.

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اپنی امت کی قیادت اور رہنمائی کے لیے ایک بہترین نمونہ تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ .(۱)

ترجمہ: یقیناً رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمھاری رہنمائی کے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

اور یہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مسلمان اپنے قائد اور رہنما کے نقش قدم پر کھڑے ہوجائیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاے راشدینؓ بھی عملی زندگی میں اخلاق اور اعمال کے اعتبار سے اعلی مرتبہ پر تھے کہ باقی امت کے لیے ایک نمونہ تھے اور ان کے بعد بعض دوسرے خلفاء وامیر بھی شریعت کے اتباع میں خصوصی نمونہ تھے۔اس بات کی وضاحت کے لیے ایک مثال ذکر کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس ان کے ایک والی نے بہت زیادہ مال بھیجا کہ بیت المال کے سپرد کردیں تو امیر المؤمنین نے فرمایا:

**إن قوماً أدوا الأمانة في هذا الأمناء ، فقال له بعض الحاضرين : إنک أديت الأمانة إلى الله تعالىٰ فأدوا إليک الأمانة ولو رتعت لرتعوا . (۲)**

اس وقت میں جو لوگ بیت المال کو اتنا زیادہ مال سپرد کرتے ہیں اور اس میں خیانت نہیں کرتے یہ تو بہت امانت دار لوگ ہیں تو حاضرینِ مجلس میں سے ایک نے کہا:

اے امیر المؤمنین! آپ خود امانتدار ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ نے اپنی امانتداری

(۱) سورۃ أحزاب آیت : ۲۱ .

(۲) مجموع الفتاویٰ ج۲۸ ص ۲۶۸ ،ورتعت بمعنیٰ خنت،فصل القسم الثاني من الأمانات الأموال .

ثابت کردی تو یہ لوگ اس لیے آپ کے سامنے اپنی امانتداری ثابت کرتے ہیں اور اگر آپ نے خیانت کی ہوتی (اورقومی اثاثوں میں خرد برد کی ہوتی) تو آپ کے والی بھی خیانت کے لیے کمر بستہ ہوتے۔

سربراہ اور رئیس چونکہ اپنے ماتحت لوگوں کے لیے قائد کی حیثیت رکھتا ہے تو ضروری ہے کہ اپنے تمام اعمال اور مصروفیات میں دوسروں کے لیے ایک بہترین نمونہ اور مثال ہو اور یہ طرزِ عمل اس کے ساتھ ارکانِ دولت کی نگرانی اور خیال رکھنے میں مکمل اعانت کرے گا۔(۱)

لوگ ہمیشہ اپنے سربراہ اور بادشاہوں کے کردار کی تقلید کرتے ہیں جیسا کہ امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

**فإن الناس بأخلاق ملوكهم يستنون، وعلى شاكلتهم يجرون . وقدقال بعض الحكماء: وأصلح نفسك لنفسك يكن الناس تبعا لك.**

**قال المامون : أسوس الملوك : مَن ساس نفسَه لرعيته . (۲)**

لوگ اپنے بادشاہوں کے اخلاق سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کی عادات واطوار کو اپناتے ہیں اور ہر چیز میں ان کی تقلید اور پیروی کرتے ہیں۔بعض سیانے لوگوں کا قول ہے:

اپنے آپ کو ٹھیک کرلو تمام لوگ تیرے تابع ہوں گے یعنی اگر تو چاہے کہ لوگ ٹھیک ہوجائیں تو تو اپنے عمل کی اصلاح کر، لوگ خود ہی ٹھیک ہوجائیں گے، اس لیے کہ وہ لوگ تیرے ساتھ تیرے طرز عمل کی وجہ سے ٹھیک چلیں گے۔

مامون الرشید کا قول ہے:

بادشاہوں میں سیاست کی اچھی سمجھ ان کو ہے جو رعیت کی اچھی رہبری کریں یعنی اپنی رعیت

(۱) محمدرضا . مبادئ وأهداف التخطيط الإداري ص ۳۷۱/ ۳۷۲.

(۲) دررالسلوک ص ۸۴، ۸۵، الملوک قدوة للرعية .

کے لیے ایک اچھے انسان کا نمونہ بن کر رہیں۔

امام موصلیؒ نے فرمایا:

إن الناس كانوا إذا أصبحوا في أيام الحجاج يتساء لون من قُتل البارحة؟ و مَن صُلب؟ومَن جلد؟ومن قطع ؟ وفي أمثال ذلک. وكان الوليدصاحب ضياع واتخذمصانع،فكان الناس يتساء لون في زمانه عن البنيان، والمصانع، و الضياع، وشق الأنهار،وغرس الأشجار.

ولما وُلّي سليمان بن عبدالملک وكان صاحب نكاح وطعام.فكان الناسُ يتحدثون في الأطعمة الرفيعة ، ويتخذونها ، ويتوسعون في الأنكحة، و السراري، و يعمرون مجالسهم بذكرذلک.ولما وُلّي عمربن عبدالعزيز كان الناسُ يتساء لون في زمانه كم تحفظ من القرآن ؟ وكم وِرْدُک ؟ وكم يحفظ فلان ؟ وكم يصوم ؟ وأمثال ذلک . (١)

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں لوگ صبح کے وقت ایک دوسرے سے پوچھتے کہ گذشتہ شب کس کو قتل کیا گیا؟ کس کو سولی پر چڑھا دیا گیا؟ کس کو کوڑے مارے گئے؟ کس سے ہاتھ یا پاؤں کاٹ دیے گئے؟اور سزا دینے کے اس طرح کے دوسرے سوالات کا لوگوں کے درمیان تبادلہ ہوتا اور ولید بن عبدالملک زمینوں ،محلات اور باغات کا مالک تھا اوران چیزوں سے بہت محبت رکھتا تھا اوراس نے بہت سے کارخانے بنائے تھے،اس کے زمانے میں لوگ عمارتوں اور محلات ،کارخانے، زرعی زمینیں آباد کرنے ،نہریں کھودنے ،اور درخت اور باغات اُگانے کے بارے میں پوچھتے تھے۔

(١) حسن السلوک ص٦٨، الناس تبع لملوكهم .

اور جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو وہ ایک شہوت پرست آدمی تھا جس کو نکاح اور طرح طرح کے کھانوں کا بہت شوق تھا، اس کے زمانے میں لوگ اونچے اور لذیذ کھانوں کے بارے میں باتیں اور مجلسیں کرتے اور لوگوں نے انواع واقسام کے کھانے تیار کرنا شروع کر دیے اور زیادہ نکاح اور باندیاں رکھنا شروع کر دیں اور ان کی مجالس اس قسم کی باتوں سے آباد رہا کرتی۔

اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بن گیے تو لوگوں نے دینی مسائل کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے سے پوچھتے تو نے قرآن کا کتنا حصہ حفظ کر لیا؟ تو دِن میں کتنی تلاوت کرتا ہے؟ فلاں نے کتنا قرآن یاد کیا ہے؟ کتنے روزے رکھتا ہے؟ اور اسی طرح کی دوسری دینی باتیں پوچھتے تھے۔

## (۵) اچھی حکومت اور ادارے کے امور پر مکمل کنٹرول رکھنا:

ادارے کے منصب کی اہلیت کا مدار ایک شخص کی قدرت اور مذکورہ منصب کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے پر ہے بلکہ یہ اسلامی حکومت کی امارت کے منصب کو حاصل کرنے کے لیے بنیادی شرط ہے اس لیے کہ تاریخ انسانی زمانہ قدیم سے آج تک مکمل طور پر اس بات پر شاہد ہے کہ جن نا اہل اور ادارے کے امور سے بے خبر حاکموں نے حکومت کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے انھوں نے اپنی قوم وملت کو بہت بُرے دن اور مصائب سے بھرے دور دکھائے ہیں۔

اس شرط کی اہمیت تمام لوگوں پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

قیادت اور رہبری خود اس شرط اور صفت کا تقاضا کرتی ہے کہ لازم ہے کہ حاکم اور رئیس میں مذکورہ صفت بدرجہ کمال موجود ہو یہ بات کسی خارجی دلیل کی محتاج نہیں ہے، بلکہ اسلام حاکم کے لیے یہ شرط مقرر کرتا ہے کہ حاکم کو اداری امور میں دوسروں سے زیادہ مہارت ہونی چاہیے اور یہ کہ حاکم قیادت کے کاموں کو دیگر لوگوں سے اچھے اور بہتر طریقے سے سنبھالنے والا ہو۔

اسلام کے خلیفۂ چہارم حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

**أيها الناس ! إن أحق الناس بهذا الأمر أقومهم [ وفي رواية أقواهم ] وأعلمهم بأمر اللّٰه فإن شغب شاغب استعتب وإن أبى قوتل . (۱)**

اے لوگو! ولایت اور امارت کے منصب کا حقدار وہ شخص ہے جو اس منصب کے حق کو اچھی طرح ادا کر سکے اور اس منصب کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور دوسروں کی بہ نسبت احکام الٰہی پر زیادہ باخبر ہو کہ اگر کہیں کوئی شخص امارت کے اوامر سے بغاوت کرے یا شرارت پھیلائے تو اس کو سزا دے اور اگر سزا کے باوجود باز نہ آئے تو اس کے ساتھ جنگ کی جائے۔

اسلام کی نظر میں حاکم کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ وہ اپنی رعیت کی قیادت کے کام احسن طریقے سے سنبھال سکے اور قیادت کی پوری اہلیت اور کفایت اس میں موجود ہو۔

اس لیے کہ حاکم اسی صفت کے ساتھ مسلمانوں کی منتشر اور پراگندہ قوت کو جمع کر سکتا ہے اور ان کو متفق اور متحد رکھ سکتا ہے اور کمال اور ترقی کے راستے پر ان کی رہبری کر سکتا ہے اور دوسری ملتوں اور اقوام سے ان کو زندگی کے تمام شعبوں میں سب سے آگے لے جا سکتا ہے۔

اور مسلمان اس کے دور میں دنیا کی دوسری اقوام سے تہذیبی، اجتماعی اور تمدنی اعتبار سے بڑھے ہوئے ہوں۔ اچھی ولایت کو آجکل کے سیاسی ماہرین عقلی پختگی اور سیاسی بلوغ اور فہم کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ (۲)

(۱) شريف رضي . نهج البلاغة الخطبة ص۲٦۸، ومن كلام له (عليه السلام) لما عزم على لقاء القوم بصفين.

(۲) سبحاني . معالم الحكومة ص۲٦۸، ۲٦۹ ، حسن الولاية والقدرة على الإدارة .

## (۶) سیاسی سمجھ میں امتیازی شان رکھنا:

اسلام کے منطقی نظریے کے مطابق ریاست اور امارت کے حصول کے لیے صرف اچھی ولایت کی قدرت کافی نہیں، بلکہ ایک مسلمان حاکم کے لیے یہ شرط بھی بہت ضروری ہے کہ یہ معاشرے میں سیاست کی سب سے بہتر سمجھ رکھتا ہو۔اور سیاسی امور میں کوئی دوسرا شخص اس سے زیادہ ماہر نہ ہو۔اس شرط کے پورا ہونے پر یہ امت کے تمام مصالح اور بہتری سے زیادہ باخبر ہوگا اور امت کے تمام امور اور ضروریات اس کو اچھی طرح معلوم ہوں گی،تا کہ یہ حاکم اپنے کاموں میں ناکام نہ ہو اور ادارے کے امور میں دھوکہ اور فراڈ ظاہر نہ ہو اور اسلامی امت اور معاشرہ ایک بہترین ذی فہم اور مسلکی قیادت رکھنے والا ہو۔

اسی قاعدے کی وجہ سے اسلامی امت کے حاکم اعلیٰ اور امیر پر یہ بات لازمی ہے کہ وہ سیاسی اور اجتماعی دور اندیشی اور فہم سے اس درجہ تک پہنچا ہو کہ اس کے ذریعے یہ امت کے سیاسی اور اجتماعی راستوں پر امت کی مکمل رہنمائی کر سکے اور وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اپنی ملت اور قوم کو ترقی اور آگے کی منزل تک لے جائے۔

اور یہ بات اس کا تقاضا کرتی ہے کہ امیر اور حاکم سیاسی حالات سے باخبر ہو اور قومی سطح پر جونئی سیاسی ترقیاں ہوں ان سے بھی بے خبر نہ ہو،تا کہ وہ اسلامی امت اور معاشرے کو درپیش خطرات اور مشکلات سے محفوظ رکھ سکے۔اسی لیے جاہل اور سیاسی حالات سے بے خبر حاکم اپنی رعیت کو تباہی اور گمراہی کی طرف کھینچتا ہے۔اس شخص کو امت کی سیاست اور سربراہی کا منصب سپرد کرنا جو سیاست اور ادارے سے بے خبر ہو اور قیادت اور امارت کا تجربہ نہ رکھتا ہو اور احسن طریقے سے تکمیل تک نہ پہنچا سکتا ہو،تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ سربراہی بچوں کے سپرد کردی گئی اور بچوں کو قیادت سپرد کرنے کا نتیجہ اور خطرہ سب کے سامنے واضح اور ظاہر ہے۔

خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے فرمایا تھا:

**يأتي على الناس زمان لايقرب فيه إلَّا الماحل (أي الساعي في الناس بالوشاية) ولا يظرف فيه إلَّا الفاجر .... فعند ذلک يكون السلطان بمشورة النساء وإمارة الصبيان . (۱)**

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ بادشاہ کے قریب صرف وہ شخص ہوگا جو بادشاہ کے لیے لوگوں کی شیطانی اور جاسوسی کرے گا اور اس کے عقلمند اور چوکنے لوگ فاجر اور فاسق ہوں گے اور اس وقت میں بادشاہی عورتوں کے مشورہ سے چلے گی اور ناسمجھ لوگ اس کے سربراہ ہوں گے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت علیؓ کا ''امارۃ الصبیان'' سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ امارت اور سرداری ایسے لوگوں کے سپرد کردی جائے گی جو سیاسی بلوغ تک نہ پہنچے ہوں گے اور قیادت کا تجربہ نہ رکھیں گے اور نہ ہی ادارے کی بصیرت کا کچھ حصہ ان کو میسر ہوگا اور یہاں پر صبی اور بچے سے مراد شرعی نابالغ نہیں ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ یہاں ایک ایسے زمانے سے بحث کررہے ہیں کہ اس میں سیاست اور مجمع کے سارے معیار اور بنیادیں خلط ملط اور ضائع ہوجائیں گی۔ بجائے اس کے کہ قیادت اور امارت سمجھ بوجھ، غور وفکر اور بصیرت والے تجربہ کار اشخاص کے سپرد کردی جائے، یہ قیادت اور امارت ایسے لوگوں کو سپرد کی جائے گی کہ ان میں ایک بھی خوبی نہ ہوگی۔ یہ جو اسلام مذکورہ شرط کی بہت تاکید کرتا ہے، یہ اس لیے ہے کہ اسلامی امت ان زائد مشکلات سے محفوظ رہے جو کہ حاکموں کی سیاسی کمزوری اور وقت کے تقاضوں اور ضرورتوں سے بے خبری کی وجہ سے جنم لیتی ہیں اس ناسمجھی، غفلت اور کمزوری کے سبب اسلامی

---

(۱) شريف رضي . نهج البلاغة ص۴۷۷ ، باب المختار من حكم أمير المؤمنين علي بن أبي طالبؓ رقم: ۱۰۲ .

امت بیگانوں اور بے رحم لوگوں کی سازشوں کا شکار بن جائے گی اور دشمنوں کے ہاتھ کا آلہ بن جائے گی کہ وہ اس طریقے سے اپنے مذموم اہداف اور ناپاک مقاصد کو حاصل کرلیں گے اور اس قسم کی مشکلات اور نقصانات امتوں کی تاریخ میں بہت برے اثرات رکھتے ہیں۔(۱)

## (۷) حاکم کو مرد ہونا چاہیے:

[مرد ہونا] کو اسلام کے نظمِ حکومت میں ان بنیادی شرائط میں شمار کیا جاتا ہے جو کہ ایک حاکم کے لیے لازمی ہے، جس کی بنیاد پر اس کو ادارے کی قیادت کے قابل سمجھا جائے گا۔ اسلام نے حاکم اور قائد کے لیے مرد ہونے کی جو شرط لازمی قرار دی ہے یہ شرط کسی بھی طریقے سے یہ معنیٰ نہیں رکھتی کہ اسلام عورت کو ہلکا اور کم درجہ دیتا ہے اور عورت کے لیے کسی بھی احترام اور عزت کا قائل نہیں، بلکہ یہ شرط اس وجہ سے ہے کہ عورت کی تکوینی خصوصیات اور فطری طبیعت اور احوال کو مدنظر رکھا گیا ہے جو کہ قیادت کے بارے میں اس کے فرق اور تفاوت کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ اجتماعی ذمہ داریاں اور فرائض کی تقسیم فردی امکانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہر ذمہ داری اس شخص کے سپرد کی جائے جو فطری طور پر اس ذمہ داری کی طاقت رکھے۔ اور جس طرح عورت، مرد کی بہ نسبت ایک نرم مزاج مخلوق ہے تو اس کے پیش نظر اسلام کے منطقی نقطہ نظر سے سختیوں اور مشقت والی ذمہ داریوں اور فرائض سے عورت کو معذور قرار دیا گیا ہے اور یہ بھاری اور سخت ذمہ داریاں تمام کی تمام مرد کے کندھوں پر ڈال دی گئیں ہیں، اس لیے کہ اس کی فطری خلقت اور تکوین ایسے بار کو اٹھانے کی طاقت رکھتی ہے تو اسی وجہ سے امت کی قیادت کا بھاری بوجھ بھی مرد کی گردن پر ڈال دیا گیا جو کہ اجتماعی ذمہ داریوں کے باب میں سب سے بھاری اور پر مشقت بوجھ ہے اور عورت پر اس کی فطری کمزوری کے پیش نظر اس قسم کے بوجھ اٹھانے کی

(۱) سبحاني . معالم الحكومة الإسلامية ص ۲۶۹ - ۲۷۱ ، صفات الحاكم الإسلامية .

پابندی لگادی گئی جیسا کہ مردان کاموں کے قابل اور لائق نہیں جو کہ شفقت، صبر اور نرم مزاجی کے ساتھ مقید ہیں جیسا کہ بچے کی ممتاوالی تربیت، تو اسی طرح عورت ان کاموں کے کرنے کی پابند اور قابل نہیں جس میں صلابت، سختی اور مشقت کی ضرورت ہو جیسے حکومت کی سربراہی۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو تجربہ سے ثابت ہے۔ تجربہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورت میں ایسی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اس میدان میں کود جائے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں مرد کو کئی اعتبار سے عورتوں پر مقدم شمار کیا گیا، ان جملہ آیات میں چند بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء بِمَا فَضَّلَ اللّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴾ . (١)

ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالی نے بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔

صحیح البخاری اور حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ اس میں یہ مضمون آیا ہے: جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو باپ کی جگہ ملکہ مقرر کر لیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة )) . (٢)

وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہ ہوگی جو اپنا اختیار عورت کے سپرد کر دے۔

(١) سورة نساء آيت : ٣٤.

(٢) بخاري ج٢ ص ١٠٥٢، كتاب المغازي باب كتاب النبي في كسرىٰ، ص ١٠٥٢، باب الفتنة التي تموج كموج البحر. نسائي ج٢ ص ٣٠٤، باب النهي عن استعمال النساء في الحكم سنن كبرىٰ ج٣ ص ٩٠، باب لا يأتم رجل بامرأة .

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

**مارأيت من ناقصات عقل و دين أذهب لِلب الرجل الحازم من إحداكن.(١)**

ایک زیرک انسان کی عقل کو ختم کرنے والی، اس چیز سے جو عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص اور کم ہو، میں نے تم (عورتوں) سے زیادہ کوئی اور چیز نہیں دیکھی۔

امانت اور قیادت پوری عقلمندی، ذہانت اور ہوشیاری کا تقاضا کرتی ہے، اور اسی طرح مسلمانوں کی سربراہی کا تقاضا یہ ہے کہ امیر اور رہبر بہت ساری مجالس اور محافل میں شرکت کرے جن میں مرد موجود ہوں اور اسی طرح سربراہ اور امام کبھی نہ کبھی لشکروں کی قیادت اور سربراہی اپنے ہاتھ میں لے گا اور اسی طرح کچھ اور مواقع ہیں کہ جن میں امیر کی موجودگی ضروری ہے اور یہ ایسے مواقع ہیں جن میں عورتوں کی شرکت پر شرعی پابندی لگی ہوئی ہے اس لیے کہ وہاں مردوں کے ساتھ اختلاط لازم آتا ہے اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ گھر میں رہنے کا حکم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى ﴾ .(٢)

ترجمہ: اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں:

**اتفقوا على أن المرأة لاتصلح أن تكون إماماً ولا قاضياً،لأن الإمام يحتاج إلى الخروج لإقامة أمر الجهاد والقيام بأمور المسلمين ، و القاضي يحتاج إلى البروز لفصل الخصومات ، و المرأة عورة لا تصلح بالبروز و تعجز لضعفها**

(١) بخاري ج اص ٤٤،باب ترك الحيض الصوم ،مسلم ج اص ٦٠ ،باب بيان نقصان الايمان لنقص الطاعات .

(٢) سورة أحزاب آيت : ٣٣.

**عن القيام بأكثر الأمور،ولأن المرأة ناقصة والإمامة والقضاء من كمال الولايات فلا يصلح لها إلّا الكامل من الرجال . (١)**

اورعلماے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ عورت اس قابل نہیں ہے کہ وہ امامت یا قضاء کے منصب کو اختیار کرے،اس لیے کہ امام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جہاد کے لیے اور اسی طرح لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلے اور قاضی کے لیے لازمی ہے کہ لوگوں کے جھگڑوں کو حل کرنے کے لیے لوگوں کے درمیان میں آئے اور عورت تکوینی اور فطری اعتبار سے کمزور بھی ہے، بہت سارے کام اس کی طاقت ووسعت سے باہر ہیں اور جس طرح کہ پہلے کہا جاچکا کہ عورت عقل کے اعتبار سے ناقص ہے اور امامت اور قضا کے لیے کمال عقلمندی اور ہوشیاری کی ضرورت ہے لہٰذا اس منصب کے لیے وہ مرد قابل اور مناسب ہیں جو عقل کی کسوٹی پر پورے اترتے ہوں۔

ابن قدامہؒ نے المغنی میں فرمایا ہے:

**إن المرأة .....لاتصلح للإمامة العظمىٰ ولا لتولية البلدان ، ولهٰذا لم يول النبي ﷺ ولا أحدمن خلفائه ولامن بعدهم امرأة قضاءً ولا ولاية بلد فيما بلغنا، ولوجاز ذلک لم يخل منه جميع الزمان غالباً .(٢)**

کہ عورت امامت عظمیٰ اور رہبری اور شہروں کی ولایت کے لیے قابل اور مناسب نہیں ہے۔ اس بارے میں نہ رسول اللہ ﷺ ، نہ خلفاے راشدین اور نہ ان کے بعد دیگر امراء نے کسی بھی عورت کو قاضی کے منصب پر اور نہ ہی کسی ریاست کی گورنری کے لیے مقرر کیا اور اگر یہ بات جائز ہوتی تو اسلامی خلافت کا کوئی بھی دور عورتوں کی فعال جماعت سے خالی نہ ہوتا۔

(١) شرح السنة ج١٠ ص٧٧ ، باب كراهية تولية النساء إذا أراد الإمام تولية قاض .

(٢) ابن قدامة المغنى ج١٠ ص١٢٧،رقم: ٢٨٢١ ، يشترط فى القاضى ثلاثة شروط.

واقعات اور تاریخ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں ایک بڑے گواہ ہیں ،لوگ اپنے تجربات کی بنا پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ امامت اور حکومت کے منصب کے لیے مرد قابل اور مناسب ہے۔اور اگر کہیں اس طویل تاریخ میں کسی مقام پر کوئی عورت دولت کے رئیس ہونے کے منصب پر فائز بھی ہوئی ہو تو وہ چند خصوصی حالات وواقعات کا تقاضا تھا لیکن ایسا بہت کم اور نادر واقع ہوا ہے۔

عورت کی نفسانی اور جسمانی بناوٹ اور فطرت اس مقام اور منصب کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی اس لیے کہ عورت کی شفقت کی جانب اور ایک حالت سے بہت زیادہ متاثر ہونا اور انتہائی نرم مزاجی اس کی فطرت کا اہم جز ہے اور یہ صفات اس کی بنیادی ذمہ داری ( کہ وہ بچے کی تربیت اور ماں بنتا ہے ) کے نبھانے کے لیے بہت ضروری اور لازم ہے۔

یہ صفات اگر ماں اور مربیہ ہونے کے لیے اہم اور ضروری ہیں تو قیادت اور سربراہی کے لائق اور مناسب نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ مذکورہ خرابیاں اور نتیجے قائم ہوں گے،مرد اکثر اپنی نرم طبیعت کی تاثیر سے مغلوب نہیں ہوتا بلکہ عقل کے تقاضے پر ایک کام انجام دیتا ہے،اس کے برعکس عورت نرم مزاجی کی تاثیر سے مغلوب ہوجاتی ہے اس کی عقلی اور ادراک کی جانب کمزور ہوتی ہے،عقل،سوچ اور فکر قیادت اور رہنمائی کے بنیادی تقاضوں میں سے ہیں،اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے مرد پر ایسے احکام لاگو کیے ہیں جو اس کی جسمانی اور طبعی ساخت کے مطابق ہیں،جیسے جہاد، قیادت اور اسی طرح کے دیگر سخت کام اور عورت کو بھی اس کی جسمانی اور طبعی ساخت کے موافق ذمہ داریاں تفویض کی ہیں جیسے بچے کی پرورش وغیرہ۔(۱)

---

(۱) دميجي . الإمامة العظمىٰ ص ۲۴۵/۲۴۶، الشرط الخامس أن يكون ذكراً.

رجولیت یعنی مرد ہونا بطور ایک وصف کے اسلام میں قیادت اور سربراہی کے بنیادی تقاضوں اور جملہ شرائط میں سے ہے جس کا ادارے کے سربراہ اور قائد میں موجود ہونا لازمی ہے۔ یہ ایک اساسی قاعدہ ہے کہ جس کو کسی بھی وقت دھیان اور توجہ سے نہیں گرانا چاہیے مگر ان استثنائی حالات میں کہ عورت کو ادارے کی قیادت کا تقاضا کیا جائے اور اس حالت میں عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ موزوں اور مناسب ہو۔

بعض استثنائی حالات میں عورتوں کو بعض ذمہ دارانہ مناصب کا سپرد کرنا شرعی طور پر جائز ہے، اگر ان مناصب کا تعلق عورتوں کے مجمع سے ہو، جیسے محکمہ تعلیم نسواں کی سربراہ کا منصب، عورت اور بچے کی صحت کی خدمات کی سربراہی کا منصب وغیرہ۔(۱)

## (۸) عدل :

ادارے کا رہنما اجتماعی عدالت پر قدرت رکھنے والا اور اپنی رعایا کے ساتھ کاموں میں عدل کا اہتمام کرنے والا ہوگا۔

## لفظِ عدالت کی تشریح :

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) نے لفظِ عدالت کی تشریح میں لکھا ہے:

**العدالة : لفظ يقتضي ذكر المساوات فلايستعمل إلاّباعتبار الإضافة ، وهي في التعارف إذا اعتبرت بالقوّة : هيئة في الإنسان يطلب بهاالمساوات، و إذا اعتبرت بالفعل فهي القسط القائم على الاستواء.(۲)**

---

(۱) فوزي كمال أدهم . الإدارة الإسلامية ص ۲۳۶-۲۳۷ ، الرجولية .

(۲) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ۱۸۳ ، الفصل الخامس في العدالة والظلم والمحبة والبغض.

عدالت وہ لفظ ہے جو مساوات کا متقاضی ہے اور صرف بطریقِ اضافت مستعمل ہوتا ہے۔ جب عدالت عرف میں بالقوۃ استعمال ہو تو یہ انسان کی اس ہیئت سے عبارت ہوگی جس کے ذریعے سے مساوات مطلوب ہے اور جب بالفعل استعمال ہو تو یہ اس انصاف سے عبارت ہوگی جو برابری پر مبنی ہوتی ہے۔

## عدالت کی اقسام :

امام راغب اصفہانیؒ نے لفظ عدالت کی تشریح کے بعد عدالت کی اقسام مندرجہ ذیل طریقے سے ذکر فرمائی ہیں:

**الـذي يـجب أن يستعمل الإنسان معه العدالة خمسة:الأول:بينه وبين رب العزة بمعرفة أحكامه .والثاني: من قوى نفسه،وهويجعل هواه مستسلما لعقله فـقـدقيـل:أعـدل الـنـاس:مَـن انصف عقله من هواه.والثالث: بينه وبين أسلافه الـمـاضيين في إنفاذ وصاياهم ،والدعاء لهم.والرابع :بينه وبين معاملته من أداء الـحقوق،والإنصاف في المعاملات من المبايعات،والمقارضات،و الكرامات. والـخـامـس: بثّ النصيحة بين الناس على سبيل الحكم، وذلک إلی الوُلاة،و خلفائهم . (١)**

وہ عدالت جس کا استعمال انسان کے لیے ضروری ہے، پانچ قسم پر ہے: اول وہ عدالت جو اس کے اور اس کے خالق کے درمیان ہے وہ یہ کہ اپنے رب کے احکام جان لے۔ دوسری یہ کہ انسان اپنی تمام خواہشات اپنی عقل کے تابع بنائے اور بعض لوگوں نے یہ فرمایا ہے کہ سب سے عادل انسان وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مقابلے میں عقل کے تقاضا پر چل رہا ہو۔

(١) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص١٨٥ ، الباب الثاني أنواع العدالة ومايستعمل ذلک فيه .

تیسری وہ عدالت ہے جو اس کے اور اس کے پیش رووں کے درمیان ہو۔ وہ یہ کہ اپنے بڑوں کی وصیتوں پر عمل کرے اور ان کو دعاؤں میں یاد رکھے۔

چوتھی قسم وہ عدالت ہے جو اس کے اور ان لوگوں کے درمیان ہو جن کے ساتھ حقوق کا معاملہ رہا ہو اور معاملات میں حق کو حق دار تک پہنچائے، جیسا کہ قرض، مضاربت اور صاحب رتبہ لوگوں کی قدر کرنے میں۔ پانچویں قسم حکومت کی عدالت ہے، یعنی لوگوں کی خیر خواہی، اور یہی امراو خلفا کا کام ہے۔

## حکام میں عدالت کی صفت کی اہمیت:

جس وقت حاکم اور سربراہ لوگوں کے مالی حقوق اور ان کے پیشوں کے حقوق کا خیال رکھے اور ان میں عدل وانصاف سے کام لے تو اس صورت میں لوگ اس سربراہ اور قائد کی رہبری کے تحت زندگی گزارنے میں اطمینان اور آرام کا سانس لیں گے اور ان میں کام کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اس کے ذریعے مملکت آباد ہوگی اور یہ آبادی وسعت پائے گی اور مالی سرگرمیاں سامنے آئیں گی اور آبادی آگے بڑھے گی جس کے نتیجے میں لوگوں کی زندگی کا معیار بلند ہوگا اور مملکت کے عام لوگ دولتمند اور صاحب ثروت ہونے لگیں گے۔

کام کی ضرورت اور سرمایہ داری سے دولت کو بھی تقویت ملے گی جس کے نتیجے میں مملکت میں بادشاہ کے اقتدار کے لیے دوام کی زمین ہموار ہوگی اور اس کے برعکس اگر بادشاہ لوگوں کے مالی حقوق میں تجاوز اور دراندازی کرے اور لوگوں کو اپنے حقوق مکمل طور پر نہ ملیں تو اس کے نتیجے میں لوگ ناراض ہوں گے، کام کرنے کو دل نہیں چاہے گا اور مالی سرگرمیاں رکنے لگ جائیں گی، اس لیے مذکورہ حالت میں ان کو اطمینان اور آرام کا احساس نہ ہوگا، زندگی، جان اور مال خطرے میں ہوں گے، تو مملکت کے اقتصادی حالات مندی کے شکار ہو جائیں گے اور گھاٹے اور نقصان کی طرف چل پڑیں گے، آبادی کم ہو جائے گی جس کے نتیجے میں حکومت کی بقاء ناممکن ہو جائے

گی اور بالآخر حکومت ٹوٹ جائے گی، مملکت فنا ہو جائے گی۔(١)

حاکم صرف اپنے امور میں احتیاط کرنے سے نجات نہیں پا سکتا بلکہ وہ اس بات کا بھی ذمہ دار ہے کہ اس کے ماتحت حکام بھی عادل ہوں، مثلاً وہ یہ عام اعلان کرے کہ رِشوت ستانی میرے نزدیک جرم ہے۔ اگر میرے حکام میں سے کسی نے کسی سے رشوت کا مطالبہ کیا تو اُس کو چاہیے کہ وہ رشوت نہ دے اور ہمیں اطلاع دے۔ اگر حاکم کے اس اعلان کے بعد بھی رشوت لی گئی تو حاکم رشوت خور سے وہ رقم لے کر اپنے مالک کو واپس دلائے، اور رشوت خور کو سزا دے۔

عدل کرنا ہر ایک کے لیے ایک واجب عمل ہے۔ مگر حکام کے حق میں تو خصوصی طور پر لازمی ہے۔

حکام کے لیے عدل وانصاف کی اہمیت کے بارے میں علامہ شیزریؒ (متوفی ۵۸۹ھ) نے لکھا ہے:

**اعلم! أن العدل أشرف أوصاف الملک، وأقوم لدولته لأنه يبعث على الطاعة، ويدعو إلى الألفة، وبه تصلح الأعمال، وتنمو الأموال، وتنتعش الرعية، وتكمل المزية، وقد ندب الله –عز وجل– الخلق إليه وحثّهم عليه. وقال: ﴿ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ﴾. (٢)–(٣)**

سربراہ مملکت میں سب سے بہترین وصف عدل ہے اس کے ذریعے اس کی حکومت کو استحکام ملتا ہے کیوں کہ عدل کرنا لوگوں کی اطاعت والفت کا سبب ہے اور اس سے اعمال کی اصلاح ہوتی ہے اور اموال میں برکت آتی ہے، رعیت مضبوط ہو جاتی ہے اور فضیلت کی تکمیل

(١) ضياء الدين رئيس . النظريات السياسية الإسلامية ص ٣٢٩ ، العدل والعمران .

(٢) سورة مائدة آيت : ٨ .

(٣) شيزري .المنهج المسلوک ص ٢٤٣ ، الوصف الأول العدل .

ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کوعدل کی طرف بلایا ہے اور لوگوں کوعدل کی ترغیب دی ہے؛ چنانچہ فرمایا ہے :

ترجمہ: اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ کے۔

پہلے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ:

**لاسلطان إلاّ برجال ولا رجال إلاّ بمال ولامال إلاّ بعمارة ولاعمارة إلاّ بعدل وحسن سياسة .(۱)**

حکومت بندوں کے بغیر انجام نہیں پاتی اور بندوں کا انتظام ودوام مال کے بغیر نہیں ہوتا اور مال کا حصول آبادی کے بغیر ناممکن ہے اور آبادی عدل اور بہترین سیاست کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

اسی سلسلے میں علامہ ارمویؒ نے فرمایا:

**إن من عدل في حكمه وكف عن ظلمه نصره الحق وأطاعه الخلق،وصفت له النعماء،وأقبلت عليه الدنيا،و تهنأبالعيش،واستغنى عن الجيش،وملك القلوب وأمن الحروب،وصارت طاعته فرضاً،وظلت رعيته جنداً.**

**وعدل الملك لدينه أحوط ، ولدنياه أضبط ولأوليائه أثبت ، ولأعدائه أكبت . فإن الظالم مخذول وإن حشد ، وإن العادل منصور وإن انفرد وأن الله تعالیٰ أوجب لخلفائه على عباده الطاعة ، ولهم عليه بسط العدل والرأفة و إحياء السنن الصالحة . فإذا أدى كل إلى كل حقه كان ذلک سبباً لتمام النعمة و اتساق الكلمة ودوام الألفة .(۲)**

(۱) ابن قتيبه .عيون الأخبارج ۱ ص ۹ . كتاب السلطان ذكرمحل السلطان وسيرته وسياسته .

(۲) آداب الملوک بالعدل ص ۱۲۲، ۱۲۴، ۳۰۲.

ہروہ حاکم جو عدل کے ساتھ حکومت کرے اور رعیت پر ظلم کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کردتے ہیں اور رعیت دل سے اس کی اطاعت کرتی ہے، ان پر نعمتیں برستی رہتی ہیں، دنیا میں فراخی آتی ہے اور پرسکون زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہے کہ لشکروں کو پالنے اور تیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے اور لڑائی جھگڑوں سے اس کے کان بہرے رہتے ہیں اور ایسے حاکم کا حکم ماننا فرض ہوجاتا ہے اور تمام رعیت اس کے لشکر کی حیثیت رکھتی ہے جو اس کے امر اور اشارے کے انتظار میں رہتی ہے۔

حاکم کے لیے عادل ہونے کی بنا پر حکومت کرنا دینی اعتبار سے قابل احتیاط کام ہے اور دنیاوی اعتبار سے اس کی حکومت عدل سے قوی اور مستحکم ہوجاتی ہے اس کے دوست مضبوط اور قوی ہوتے ہیں اور دشمنوں کو شکست اور ناکامیاں ہوتی ہیں۔

اسی لیے ظالم حاکم لوگوں کی حمایت سے محروم رہتا ہے اور ناکامی کا سامنا کرتا ہے اگرچہ اس کے کتنے ہی لشکر ہوں، عادل بادشاہ کامیاب ہوتا ہے اگرچہ اکیلا ہی ہو اور کوئی سپاہی بھی ساتھ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عادل خلفاء کی اطاعت اور فرمانبرداری رعیت پر لازم کی ہے اور اس کے مقابلے میں رعیت کے لیے ان خلفاء پر عدل قائم کرنا، ان سے نرمی سے کام لینا اور نیک لوگوں کی طرز پر حکومت چلانا لازمی قرار دیا ہے جب دونوں فریق (یعنی حاکم اور محکومین) اپنے اپنے حقوق ادا کریں تو اس کے نتیجے میں مملکت میں رزق کی فراوانی، اتفاق اور اتحاد و یگانگت اور بھائی چارہ اور محبت عام ہوجائے گی۔

## عدل کی اہمیت اور فائدے اور ظلم کے نقصانات:

معاشرے میں عدل کی بہت زیادہ اہمیت اور فوائد ہیں اس کے برعکس ظلم کے بہت سے نقصانات ہیں۔ علامہ ابن حبانؒ نے لکھا ہے:

**لاتصلح الرعية إلاّبإقامة العدل،فكأنّ ثبات الملك لايكون إلاّبلزوم العدل،وزواله لايكون إلاّبمفارقته.**

عدل کے بغیر اصلاح رعیت ممکن نہیں۔تو گویا کہ حکومت کا استحکام عدل سے اور اس کا زوال ظلم ہی سے ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے ......................... ؎

**۱۔ إذا سُست قوماًفاجعل العدل بينهم ☆ و بينک تأمن كلّ ما تتخوف**

**۲۔ و إن خفتَ من أهواء قوم تشتتا ☆ فبالجود فاجمع بينهم يتالفوا (۱)**

**۳۔ عليک بالعدل إن و ليتَ مملكة ☆ واحذرعن الجورفيها غاية الحذر**

**۴. فالملک يبقى على الكفر البهيم ولا**

**يبقى مع الجور في بدو ولاحضر (۲)**

۱۔ جب تم کسی قوم کی اصلاح چاہتے ہو تو ان کے درمیان عدل قائم کرو۔اس کے نتیجے میں تمھیں ان لوگوں کی طرف سے اس چیز میں امن حاصل ہوگا جن سے تمھیں ڈر لگتا ہے۔

۲۔ اور جب تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ کہیں قوم خواہشات کی وجہ سے انتشار کا شکار نہ ہو جائے تو انھیں مال دے کر ان کے درمیان اتفاق پیدا کرو۔

۳۔ اور اگر تم کسی ملک کے بادشاہ بن جاؤ تو لازم ہے کہ تم عدل کرو اور اس ملک میں حتیٰ الوسع ظلم سے بچتے رہو۔

---

(۱) روضة العقلاء ص ۴۳۱ / ۴۳۲ ، ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

(۲) المنهج المسلوک فی سياسة الملوک ص ۳۶۵.فی معرفة الأوصاف الذميمة والنهي عنه .

۴۔ کیوں کہ جس ملک میں باوجود کفر کے عدل ہو وہ ملک باقی رہ سکتا ہے اور جس ملک میں عدل نہ ہو تو اس ملک کا نہ صحرا باقی رہ سکتا ہے اور نہ آبادی (اگر چہ وہ ایک اسلامی مملکت ہو)۔حاکم وقت تمام لوگوں سے عدل وانصاف کا معاملہ کرے گا خواہ وہ اس کے ذاتی دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔جیسا کہ اوپر آیت کریمہ میں مذکور ہوا۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

ابومریم سلولی (جو جنگ یمامہ میں حضرت عمرؓ کے بھائی حضرت زید بن خطابؓ کا قاتل تھا اور اس وقت حضرت ابومریم غیر مسلم تھے، حضرت عمرؓ اپنے بھائی کی شہادت پر بہت زیادہ غمزدہ تھے کہ بھائی کی شہادت کے بعد انھوں نے ایک شعر بھی نہیں کہا) حضرت عمرؓ نے باوجود اس کے اجتماعی مصلحت کی اساس پر مسلمان ہونے کے بعد انھیں بصرے کا قاضی مقرر کر دیا۔

علامہ ابن سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) نے لکھا ہے:

**کان قد حزن عليه حزناً شديداً ، وكان أبومريم قد تقضى بعد ذلک علی البصرة . (۱)**

حضرت عمرؓ اپنے بھائی کی شہادت پر بہت غمزدہ تھے باوجود اس کے حضرت ابومریم کو بصرے کا قاضی مقرر کر دیا۔

ایک وقت حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا:

**لا أحبک حتی تحبّ الأرضُ الدمَ .قال:أو يمنعني ذاک حقي عندک؟ قال:لا؛ قال:فلا ضير إذا .(۲)**

(۱) طبقات الکبری ج۳ص۳۷۸، زید بن خطابؓ .

(۲) وکیع . أخبار القضاة ج اص ۲۷۱،زید بن الخطابؓ.

**وفي رواية البيان والتبين: لايحبك أبداً حتى يحب الأرض الدم المسفوح قال: فتمنعني لذلك حقا؟ قال: لا . قال : لاضير إنما يأسف على الحبّ النساء . (۱)**

میں تم سے اس وقت تک طبعی محبت نہیں رکھوں گا جب تک زمین زید کے بہتے ہوئے خون سے محبت نہ کرے۔ابومریم نے کہا: کیا آپ مجھے اس وجہ سے اپنا حق بھی نہیں دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں، ابومریمؒ نے کہا کہ اب کوئی پرواہ نہیں، بیان اور تبیین کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: میں تم سے اس وقت تک طبعی محبت نہیں رکھوں گا جب تک زمین زید کے بہتے ہوئے خون سے محبت نہ کرے۔ابومریم نے کہا کہ کیا آپ مجھے اس وجہ سے اپنے قوم کا حق بھی نہیں دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمھیں تمھارا حق دوں گا لیکن تم سے طبعی محبت نہیں رکھتا۔ابومریمؒ نے کہا کہ اب کوئی پرواہ نہیں کیوں کہ طبعی محبت نہ ہونے سے تو عورتیں ناراض ہوجاتی ہیں۔میں ناراض نہ ہوں گا۔

کسی شاعر نے عدل کے بارے میں فرمایا ہے ..................

**۱۔ اعدلوا ما دام أمركم ☆ نافذاً في النفع والضرر**

**۲۔ واحفظوا أيام دولتكم ☆ إنكم منها على خطر**

**۳۔ إنما الدنيا وزينتها طيب ☆ ما يبقى من الأثر (۲)**

۱۔ تم عدل کرتے رہوتا کہ تمہارا حکم حالت نفع نقصان دونوں میں نافذ اور جاری ہو۔

۲۔ اپنے ایامِ حکومت کی حفاظت کرو کیوں کہ تمھیں اس کا بہت خطرہ ہوتا ہے۔

(۱) البيان والتبين ج ص . أخبار عمر ص ۲٦٦.

(۲) المنهج المسلوك في سياسة الملوك ص ٥٦٩، الباب الحادي عشر في الجلوس لكشف المظالم .

۳۔ یقیناً دنیا اور اس کی زینت، عطر اور اس کی خوشبو کی طرح ہے۔ جب تک اس کی خوشبو رہتی ہے تو عطر موجود ہوتا ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے فرمایا ہے ..................... ؎

**فلم أر مثل العدل للمرء رافعاً ☆ ولم أرمثل الجور للمرء واضعاً (۱)**

میں نے انسان کی عزت بڑھانے کے لیے عدل جیسی کوئی دوسری چیز نہیں دیکھی اور ظلم جیسی کوئی دوسری چیز اس کی عزت گھٹانے والی نہیں دیکھی۔

## عدل کرنے کے طریقے :

عدل کرنے کے واسطے حکام کے لیے لازم ہے کہ اپنے آپ کو ان دس صفات کا خوگر بنائیں، جن کو اپنانے سے انھیں عدل کرنے کی توفیق ملے گی۔

ان دس صفات کو علامہ شیزریؒ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

**اعلم! أن العدل لايتحقق من الملك إلاّ بلزوم عشر خصال : أحدها: إقامة منار الدين، وحفظ شعائره، والحثّ على العمل به ،من غير إهمال له، ولا تفريط بحقوقه.**

حاکم وقت سے اس وقت تک عدل متحقق نہیں ہوسکتا، جب تک دس خصلتوں کو وہ لازم نہ پکڑے: پہلا: دین کی روشنی قائم کرنا اور دین کے شعائر کا تحفظ کرنا۔ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا، تاکہ وہ دین پر عمل کریں اور دین کے حقوق میں سستی اور کوتاہی سے اپنے آپ کو بچائیں۔

**الثاني : حراسة البيضة ،والذب عن الرعية،من عدوفي الدين ،أوباغ في النفس والمال .**

(۱) المستطرف ج ۱ ص ۱۱۸.

دوسری خصلت: حاکم کی یہ ہے کہ وہ اسلامی مملکت کے حدود کی حفاظت کرے اور رعیت کا دشمنوں سے دفاع اور حفاظت کرتا رہے۔ خواہ وہ دشمنانِ دین ہوں یا اس کی وہ رعایا جو لوگوں کے مال وجان پر دراندازی کرتے ہوں۔

**الثالث: عمارة البلدان،باعتماد المصالح ،وتهذيب السُبُل والمسالک .**

تیسری خصلت: فنڈ اور محکموں کی منظوری کے ذریعے شہروں کی تعمیر وترقی اور عام سڑکیں اور راستے بنانا اور انھیں درست کرنا ہے۔

**والرابع : النظر في تعدّى الوُلاّة وأهل العزّ من الأعوان على الرعيّة لأن تعدّيهم منسوبٌ إليه .**

**قال الشاعر** .................. ؎

**۱۔ ومَن يربط الكلبَ العقور ببابه ☆ فعقرُ جميع الناس مِن رابط الكلب**

**۲. كذلک مَن ولى إبنه وهو ظالم ☆ فظلم جميع ِ الناس من قِبَل الأب**

چوتھی خصلت: یہ ہے کہ وہ اس بات پر توجہ رکھے کہ اُس کے ماتحت حکام اور دیگر معاونین رعایا پر ظلم نہ کریں اس لیے کہ اگر وہ لوگوں پر ظلم کریں گے تو وہ ظلم بادشاہ کی طرف منسوب ہوگا۔ لوگ یہ کہیں گے کہ بادشاہ نے رعیت پر ظلم کیا۔ اسی لیے ایک شاعر نے کہا ہے:

۱۔ کہ جب کوئی شخص اپنے گھر کے دروازے پر ایک کاٹنے والا کتا رکھے تو وہ کتا جتنے لوگوں کو تکلیف پہنچائے گا وہ مالک مکان کی طرف منسوب ہوگا۔

۲۔ اسی طرح جب کوئی حاکم کسی منصب پر اپنا ظالم بیٹا مقرر کرے تو جتنے لوگوں پر وہ ظلم کرے گا اس کی نسبت باپ کی طرف کی جائے گی۔

**الخامس: النظر في أحوال الجندوغيرهم من أهل الرزق لئلاتبخسهم العُمّال أرزاقهم،أويؤخرون العطاء فيجحف الإنتظار بهم .**

پانچویں خصلت: فوج اور دیگران لوگوں کے حالات میں غور وفکر ہے جنھیں بیت المال سے مراعات دی جاتی ہیں، تاکہ بیت المال کے افسران کی مراعات میں کمی نہ کریں اور مقررہ وقت میں تاخیر نہ کریں ورنہ انتظاران کو سخت نقصان پہنچائے گا۔

**السادس : الجلوس لكشف المظالم ، والنظر بين المتشاجرين من الرعية ، والفصل بينهم بالنصفة على وجه الشرع .**

چھٹی خصلت: ظلم وزیادتی اور حق تلفی کو معلوم کرنے کے لیے بیٹھنا اور رعیت میں جن لوگوں کے درمیان نزاع ہو اس پر غور کرے اور وہ نزاع شریعت کے موافق عدل اور انصاف سے نمٹائے۔

**السابع : تقدير مايخرج من بيت المال على طبقات أربابه من غير إسراف ،ولا إقتار.**

ساتویں خصلت: جولوگ بیت المال کے مستحق ہوں تو بیت المال کا اندازہ لگانا اور کمی بیشی کے بغیر مستحقین پر تقسیم کرنا ہے۔

**الثامن : إقامة الحدود على أهل الجرائم بالشرع المطهر على قدر الجريمة.**

آٹھویں خصلت: شریعت کے مطابق جرم کے بقدر مجرمین پر حدود قائم کرنا ہے۔

**التاسع : اختيارخلفائه في الأمور،ووُلاته ،وقضاته ،وعُمّاله بأن يكونوا من أهل الكفاية ، والأمانة ، والحذق ،والدراية فيما هم بصدده.**

نویں خصلت: امور پر اپنے نائبین، والی، قاضی اور ایسے عامل مقرر کرنا جو صلاحیت، امانت، تجربہ والے اور کام میں ماہر ہوں۔

**العاشر: تنفيذماوقف من أحكام القضاة ،وأهل الحسبة ،وما عجزوا عن تنفيذه لقوة يد المحكوم عليه ، وتعززه فينفذ الملك ماحكموه عليه بالشرع.**

دسویں خصلت: قاضیوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے افسروں کے سپردشدہ احکام جاری کرنا اور وہ حکم جاری کرنا جس کے جاری کرنے سے اس لیے عاجز ہیں کہ محکوم علیہ کا ہاتھ مضبوط ہے اور وہ معزز ہے۔تو بادشاہ اس فیصلے کو نافذ کرے گا جو قاضیوں اور حکام نے اس شخص پر شریعت کے مطابق صادر کیے ہوں۔

**فإذافعل الملك هذه العشر كان مؤديالحق اللّٰه تعالى في الرعية بالعدل الذيأمر اللّٰه تعالى به ،وكان مستوجبالطاعتهم ، ومستحقالمناصحتهم ،وإن ترك شيأمن ذلك كان عن العدل ناكبا ،وفي الجورراغبا .**

**قال الشاعر ........................ ؎**

**ولوا فماعدلوا أيام دولتهم ☆ حتى إذا عزلوا ذلّوا فما رحموا (۱)**

جب حاکمِ وقت مندرجہ بالا دس عملی کام کرلے تو اس کے بعد وہ رعیت کے حق میں اُس عدل کے ساتھ اللہ تعالی کا حق ادا کرنے والا بن گیا جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور وہ اس بات کا مستحق بن گیا کہ لوگ اس کی اطاعت کریں اور اس کی خیر خواہی چاہیں اور اگر مذکورہ دس کاموں میں بادشاہ کوتاہی کرے تو اس حالت میں وہ عدل سے اعراض کرنے والا اور ظلم میں رغبت کرنے والا بنے گا۔

---

(۱) المنهج المسلوك في سياسة الملوك ص ٢٥٠-٢٥٥ ، الوصف الأول العدل .

ایک شاعر نے کہا ہے: وہ حاکم بنائے گئے اور انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں عدل نہیں کیا یہاں تک کہ اپنے منصب سے معزول کردیے گئے تو وہ اس کے بعد ذلیل ہو گئے اور ان پر کوئی رحم نہیں کیا گیا۔

## علامہ موصلیؒ کی تحقیق:

علامہ موصلیؒ (متوفی ۷۷۴ھ) نے لکھا ہے :

**طريقة العدل : أن يجمع السلطان إلى نفسه حملة العلم الذين هم حفاظه ، ورعاته، وفقهائه فيتخذ العلماء شعاراً، والصالحين دثاراً، فتدور المملكة على نصائح العلماء، ودعوات الصلحاء. (۱)**

بادشاہ اور حاکم کے لیے عدل کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اُن علماے دین کو اپنے قریب لائے اور ان کی نصیحت سنے اور اس پر عمل کرے جو اس کے دین کے محافظ ونگہبان اور فقہا ہیں پس علما کو اپنے لیے شعار بنائے اور نیک حضرات کو اپنے لیے لباس بنائے تو مذکورہ حاکم کی بادشاہی علما کی نصیحتوں اور بزرگوں کی دعاؤں سے چلے گی۔

## (۹) احسان کرنا:

عدل کے ساتھ ساتھ احسان کرنا بھی ضروری وصف ہے جس طرح اللہ تعالی نے عدل کا حکم دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

**﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ ﴾ .(۲)**

ترجمہ: اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا۔

(۱) حسن السلوک الحافظ لدولة الملوک ص ۷۱ ، الفصل الثاني الطرق إلى العدل .

(۲) سورة نحل آيت: ۹۰ .

علامہ موصلیؒ لکھتے ہیں :

**إن اللّٰہ تعالی لما علم أن أمر الناس لا یصلح علی العدل المجرد من الإحسان أمر أن یتبع العدل بالإحسان .**

یقیناً اللہ تعالی کو معلوم تھا کہ مخلوق کا کام بغیر احسان کے صرف عدل سے ممکن نہیں ، اس لیے اللہ تعالی نے عدل کے بعد احسان کا حکم بھی فرمایا۔

کسی حکیم نے ایک بادشاہ کو لکھا :

**املک الرعیة بالإحسان تظفر بالمحبة ، فإن طلب ذلک بالإحسان ھو أدوم بقاءً منه بالعسف.**

اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے ان کے مالک بنو، تم محبوب بن کر کامیاب ہو گے۔ کیونکہ حکمرانی، ظلم کے مقابلے میں احسان او بھلائی سے زیادہ پائیداری حاصل کرتی ہے۔

اردشیرؒ نے ایک دن چند محافظوں کے ساتھ سفر کیا تو ایک خیر خواہ نے اس کو لکھا :

**رکبت أیھا الملک أمس في عدةٍ قلیلةٍ ، وتلک عادة لا یؤمن اغتیال الأعداء فیھا فوقّع : مَن عَمّ إحسانه أمن أعدائه .**

اے بادشاہ! کل آپ نے تھوڑے سے لشکر کے ساتھ سفر کیا تھا اور یہ ایک ایسی عادت ہے جس میں دشمن کے اچانک حملے کا خطرہ ہوتا ہے تو اس نے جواب میں لکھا کہ جس نے لوگوں میں احسان کو عام کیا وہ دشمنوں سے محفوظ رہا۔

**ینبغي للملک أن لا یقطع إحسانه عمن یسيء إلیه من الرعیة، وتقتد في ذلک بربک سبحانه فإنه تعالی خلق الخلق أجمعین ، وأنعم علیه أنواع النعم فأکمل حواسھم ، وخلق فیھم الشھوات ، ثم أفاض علیھم نعمه فکملت لھم اللذات . وبعد ھذا فما قدروا اللّٰہ حق قدره ، ولا عظموه حق عظمته ، بل قالوا**

**فيـه مـا لايـليق به ، ووصفوه بمايستحيل عليه ، وسلبوه ما يجب له من الأسماء الحسنى ، والصفات العليا.**

**وهو مع ذلک يحييهم،ويبقيهم ، ويصح أجسامهم ، وحواسهم ، ويرزقهم ويقـضى مآربهم ، وأوطارهم و يمتعهم متاعا حسنا ، ويبلغهم أمانيهم في معظم مـايـحتـاجـون إليـه . فمعاصيهم إليه صاعدة ، وبركاته عليهم نازلة ، كل يعمل على شاكلته ، وينفق ماعنده . (۱)**

بادشاہ کے لیے مناسب ہے کہ اپنی رعیت میں ان لوگوں سے بھی احسان کرے جو اس سے بُرا برتاؤ کرتے ہیں اور اس میں اپنے رب تعالیٰ کی پیروی کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے تمام مخلوق پیدا کی اور اُن کو ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا، ان کے حواس ٹھیک فرمائے ان میں شہوتوں کو پیدا فرمایا، پھر ان پر نعمتیں نازل فرمائیں اور ان کی تمام لذتوں کو پورا کردیا۔ان تمام احسانات کے باوجود پھر بھی مخلوق نے اللہ تعالی کی ایسی قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا اور نہ ایسی تعظیم کی جس کے کرنے کا حق تھا؛ بلکہ مخلوق نے اللہ تعالی کی شان میں وہ کچھ کہا جو اُس کے لائق نہیں اور محالات کے ساتھ اللہ تعالی کی تعریف کی اور اللہ تعالی سے اس کے اسمائے حُسنیٰ اور صفات عالیہ کی نفی کیا۔ ان تمام نافرمانیوں کے باوجود پھر بھی اللہ تعالی ان کو زندگی اور بقادیتا ہے،ان کے اجسام اور حواس کو درست رکھتا ہے، انھیں رزق دیتا ہے، ان کی خواہشات اور حاجات پوری کرتا ہے، ان کو خوب فائدہ پہنچاتا ہے اور ان کی ضرورتوں میں ان کی آرزؤں کو پورا فرماتا ہے۔تو ان کی نافرمانی بھی اللہ تعالی کو پہنچتی ہے اور اللہ تعالی کی برکات پھر بھی ان پر نازل ہوتی ہیں ، ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر کام کرتا ہے، وہ گناہ کرتے ہیں اور اللہ تعالی احسانات کرتا ہے۔

---

(۱) حسن السلوک ص ۱۸۱ –۱۸۴ ، الفصل الخامس عشر العدل بالإحسان .

## احسان کا عموم:

اللہ تعالیٰ نے جس احسان کا حکم فرمایا ہے، وہ عام ہے۔اس میں رنگ ونسل اور جنس ومذہب کی کوئی تخصیص نہیں۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

**(( إن اللّٰـه كتب الإحسان على كل شيء فإذا قتلتم فاحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فاحسنوا الذبح: وليحد أحدكم شفرته، وليرح ذبيحته )) (۱)**

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بارے میں احسان کو عام کیا ہے تو جب تم قصاص لو تو اچھے طریقے سے لیا کرو اور جب تم ایک حلال جانور ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو ذبح کرنے والا اپنی چھری خوب تیز کرے؛ اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔

امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں :

**هذا الحديث من الأحاديث الجامعة لقواعد الإسلام . (۲)**

یہ حدیث مبارکہ ان احادیث میں سے ہے، جو اسلام کے قواعد کو جامع ہے۔

علامہ موصلیؒ مذکورہ حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں :

**إنما ذكر النبي ﷺ القتلةَ والذبحَ لأنهما الغاية من الفاعل في أذي الحيوان ، ولا يبقىٰ بعدهما للإحسان وجه فإذا كان مأمورا بالإحسان في فعل ماهو الغاية في الأذى، فكيف بغير ذلک؟ فالإحسان مأمور به على كلّ حال (۳)**

نبی کریم ﷺ نے خاص کر قتل اور ذبح کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہ جانور کے ساتھ انسان کی

(۱) مسلم ج۲ ص۱۵۲، کتاب الصيد والذبائح باب الأمر باحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة .

(۲) شرح نووي ج۲ ص۱۵۲، کتاب الصيد والذبائح باب الأمر باحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة .

(۳) حسن السلوک ص۱۹۷، الفصل السابع عشر وجوب دفع الضرر عن المسلمين .

طرف سے انتہائی زیادتی ہے اوران دونوں کے بعد حیوان کے ساتھ احسان کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی، جب اس صورت میں بھی انسان کو احسان کرنے کا حکم ہے جو انتہائی تکلیف دِہ صورت ہے تو دوسری صورتوں میں اُسے احسان کا حکم کیسے نہ ہوگا۔تو حاصل یہ ہوا کہ احسان کرنا ہر حال میں مامور بہ ہے۔شریعت میں ہر ذی روح کے ساتھ نیکی کرنا باعثِ اجروثواب ہے اور بعینہ اسی طرح ہر ذی روح کے ساتھ ظلم کرنا باعثِ سزاوعتاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**بینمارجلٌ یمشي بطریقٍ اشتد علیه العطش فوجدبئراً فنزل فیهافشرِبَ ثم خرجَ فإذا کلبٌ یلهثُ یأکل الثریٰ من العطشِ.فقال الرجل : لقدبلغَ هذا الکلبُ من العطشِ مثل الذي کان بلغ مني.فنزل البئرَفملأ خفه ماءً ثم امسکه بفیه حتی رقی . فسقی الکلبَ فشکر اللّٰهُ له فغفرَ له .فقالوا : یارسول اللّٰه ! وإنّ لنا في البهائم لأجراً ؟ فقال: في کل کبدٍ رطبة أجرٌ .(۱)**

ایک شخص راستے پر جارہا تھا اور اُس کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی،اسے ایک کنواں نظر آیا،وہ اس میں اتر گیا اور پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے ایک کتا دیکھا جس کی زبان سخت گرمی اور پیاس کی وجہ سے باہر نکل آئی تھی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے گیلی مٹی کھارہا تھا۔اس شخص نے دل میں کہا کہ اس کتے کو پیاس کی وجہ سے ویسی ہی تکلیف ہوگی جیسے مجھے تھی تو وہ کنویں میں اتر گیا اور موزے کو پانی سے بھر دیا اور منہ میں پکڑ کر کنویں سے نکلا۔اور کتے کو پانی پلایا۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو پسند کیا اور اسے بخش دیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں حیوانات کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی اجر ملتا ہے؟

(۱)مسلم ج ۲ ص ۲۳۷، کتاب قتل الحیات وغیرهاباب فضل السقي البهائم المحترمة وإطعامها .

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ ہر تر جگر (ذی روح) کے ساتھ نیکی کرنے میں اجر ہے۔

امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) ''في كل كبد رطبة أجر'' کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

**معناه:في الإحسان إلى كل حيوان حتى بسقيه ونحوه أجرٌ. ففي هذا الحديث الحث على الإحسان إلى الحيوانِ المحترم وهو مالايؤمر بقتله فأما المأمور بقتله فيتمثل أمر الشرع في قتله . (١)**

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ذی روح کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے، خواہ پانی پلانا ہی کیوں نہ ہو یا کسی اور چیز کے ساتھ ہو۔ آپ کو اس کا اجر ملے گا۔ اس حدیث شریف میں محترم حیوانات کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور محترم وہی حیوانات ہیں جن کو شارع نے مارنے کا حکم نہیں دیا اور جن کو شارع نے مارنے کا حکم دیا ہے صرف انھی کو مارنے میں شارع کا حکم مانا جائے گا۔

اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے:

**(( إنَّ إمراةً بغياً رأت كلباً في يومٍ حارٍ يطيفُ ببئرٍ قدأدلعَ لسانَه من العطش فنزعتْ له بموقها فغفرلها )) (٢)**

کہ بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے گرمی کے دن ایک کتے کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ کنویں کے گرد گھوم رہا تھا اور پیاس کے مارے اس کی زبان نکلی ہوئی تھی تو اُس عورت نے اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس کتے کو پلایا۔ اور اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو بخش دیا۔

(١) شرح نووي ج٢ص٢٣٧، كتاب قتل الحيات وغيرها باب فضل السقي البهائم المحترمة وإطعامها .

(٢) مسلم ج٢ ص ٢٣٧ ،كتاب قتل الحيات وغيرها باب فضل السقي البهائم المحترمة وإطعامها .

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

(( عذبتُ إمرأةٌ في هرةٍ لم تطعمها ولم تسقها ولم تتركها تأكل من خشاش الأرض )) . (۱)

کہ ایک عورت اسی وجہ سے جہنم میں چلی گئی کہ اس نے اپنی بلی کو قید کر رکھا تھا حتی کہ وہ مرگئی نہ تو اسے کھلایا اور نہ پلایا اور نہ اسے آزاد کیا تاکہ وہ خود کیڑے مکوڑے کھا سکے۔

## (۱۰) سچ بولنا :

ادارے کے سربراہ کو اپنے قول میں سچا ہونا چاہیے اور جھوٹ سے بچنا چاہیے۔ سچ بولنے کے بہت سے فوائد ہیں اور جھوٹ بولنے کے بہت سے نقصانات ہیں۔

زبان ، دل اور عمل میں کامل ہم آہنگی کا نام سچائی ہے ۔ اور اس ہم آہنگی پر تمام اخلاق ومعاملات کی درستگی کا مدار ہے۔

## سچ بولنے کی اہمیت اور فضیلت قرآن وسنت کی روشنی میں:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِيْنَ ﴾ (۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ رہو۔

عملی فضائل میں اس فضیلت کو ایک طرح کی بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ اس لیے کہ کائنات کی دینی ودنیوی فلاح وبہبود کے تمام امور کا انحصار اسی فضیلت پر ہے۔

(۱) مسلم ج۲ ص۲۳۶، كتاب قتل الحيات وغيرها باب تحريم قتل الهرة .

(۲) سورة توبة آيت: ۱۱۹ .

قرآن عزیز میں ہے:

﴿ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ﴾ (۱)

ترجمہ: بعض وہ انسان ہیں جنھوں نے اُس عہد کو جو انھوں نے اللہ تعالی سے کیا تھا، سچ کر دکھایا۔

صدق کی عظمت کے لیے یہ بات بھی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے انبیا علیہم السلام کی ثنا و مدح میں سب سے پہلے اسی فضیلت کا تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَّبِيّاً ﴾ (۲)

ترجمہ: اور اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیجیے، وہ بڑے راستی والے پیغمبر تھے۔

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولاً نَّبِيّاً ﴾ (۳)

ترجمہ: اور اس کتاب میں حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کا قصہ ذکر کیجیے، بلاشبہ وہ وعدہ کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے۔

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقاً نَّبِيّاً ﴾ (۴) – (۵)

ترجمہ: اور قرآن عزیز میں حضرت ادریس (علیہ السلام) کا تذکرہ پڑھو بلاشبہ وہ بہت ہی سچے اور نبی تھے۔

(۱) سورۃ أحزاب آیت : ۲۲.

(۲) سورۃ مریم آیت : ۴۰.

(۳) سورۃ مریم آیت : ۵۴.

(۴) سورۃ مریم آیت : ۵۶.

(۵) اخلاق اور فلسفۂ اخلاق ص ۵۰۰–۵۰۱.

رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! جنت کا عمل کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

" عمل الجنة الصدق " . (۱)

جنت کے اعمال میں سے ایک عمل سچ بولنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

(( إن الصدق يهدي إلى البر،وإن البر يهدي إلى الجنة )).(۲)

یقیناً سچ بولنا نیک اعمال کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیک اعمال جنت کی طرف لے جاتے ہیں۔

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

جب خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ زخمی ہوئے،تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ وہ رو رہے تھے۔انھوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو خلیفہؓ نے فرمایا:

يبكيني أمر آخرتي .

مجھے میرے آخرت کی فکر رُلا ہے۔

(۱) مسند أحمد ج ۱۱ص ۲۱۶، كتاب البر والصلة والأدب باب قبح الكذب وحسن الصدق . سنن بيهقي ج ۱۰ص ۲۴۳، باب الشاعر يمدح الناس . مسند أحمد ج ۱۱ ص ۲۱۶ رقم: ۶۶۴۱۰، كنز العُمّال ج۳ ص ۳۴۴رقم :۶۸۵۷ .

(۲)مسلم ج۲ص ۳۲۵ كتاب البر والصلة باب فتح الكذب بيهقی ج۱۰ ص۲۴۳ رقم: ۲۰۹۲۷ باب الشاعر لمدح الناس بماليس فيهم .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا:

**فإن فيك يا أمير المؤمنين ! ثلاثُ خصالٍ لايعذبك الله معهن أبداً إن شاء اللّٰه . قال عمرؓ : وماهنّ ؟ قال: إنك إذا قلتَ صدقتَ ، وإذا حكمتَ عدلتَ ، و إذا استرحمتَ رحمتَ . قال : أتشهدلي بهنّ عند ربي يا ابن عباس ! ؟ قال : نعم . (۱)**

اے امیر المؤمنین! یقیناً آپ میں تین ایسی خوبیاں ہیں، جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب نہیں دے گا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، وہ کون سی خوبیاں ہیں؟ انھوں نے عرض کیا ایک یہ کہ آپ جب بات کرتے ہیں تو سچ بولتے ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ جب فیصلہ کرتے ہیں تو عدل کے ساتھ کرتے ہیں۔ تیسری یہ کہ جب آپ سے شفقت اور رحم کی درخواست کی جائے، تو آپ رحم اور شفقت فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابن عباسؓ! کیا (قیامت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کی گواہی دو گے؟ انھوں نے عرض کیا: ہاں! دوں گا۔

## سچ کی اقسام:

سچ کی تین اقسام ہیں: (۱) قول کی سچائی۔ (۲) ضمیر کی سچائی۔ (۳) عمل اور کردار کی سچائی۔

قول کی سچائی اس کو کہتے ہیں کہ سچ بات کو نقل کرے، عمل اور کردار کی سچائی اسے کہتے ہیں کہ اپنی سچائی کو عمل میں ثابت کرے اور اپنے وعدہ کو پورا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صحابہ کرامؓ کے وعدوں کی سچائی کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کیا:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ﴾ . (۲)

---

(۱) كنز العُمّال ج ۱۳ ص ۶۹ رقم: ۳۶۰۷۳.

(۲) سورة أحزاب آيت : ۲۳.

ترجمہ: مؤمنین کی جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گیے وعدے کو پورا کر دکھایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیے۔

ضمیر کی سچائی تصدیق کو کہتے ہیں اس معنیٰ میں کہ انسان ظاہراً اور پوشیدہ ایک دوسرے کی تائید کرے۔اسی کی سچائی کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن برابر ہو سب سے بہتر سچائی والا انسان وہ ہے جو قول، کردار اور احوال کے اعتبار سے سچا ہو۔ (۱)

## امام راغب اصفہانیؒ کی تحقیق:

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) نے لکھا ہے:

**الصدق أحد أركان بقاء العالَم حتى لو توهم ارتفاعه لماصح نظامه وبقائه، وهو أصل المحمودات ، و ركن النبوات،ونتيجة التقوى،ولولاه لبطلت أحكام الشرائع ،والاختصاص بالكذب انسلاخ من الإنسانية .**

**فخصوصية الإنسان: النطق. فمن عرف بالكذب:لم يعتمدنطقه ، ومن لم يعتمدنطقه لم ينفع،وإذالم ينفع نطقه صارهووالبهيمة سواء بل يكون شرامن البهيمة فإن البهيمة إن لم تنفع بلسانه لم تضر ، والكاذب يضر و لاينفع. (۲)**

صدق اور سچ گوئی ان اعمال میں سے ہے جن پر سارے عالم کی بقا کا دارومدار ہے اگر سچ گوئی ختم ہو جائے تو پھر اس عالم کا نظام اور بقا ممکن نہیں اور سچ ہی تمام نیک خصلتوں کے لیے ایک اساس ، پیغامات نبوت کا رکن اور تقویٰ کا نتیجہ ہے۔اگر سچائی نہ ہو تو شریعت کے احکام باطل ہو جائیں گے۔جھوٹ کی عادت اپنانا حقیقت میں انسانیت کے مرتبہ سے نکلنا ہے۔

---

(۱) مبارک أرموي . آداب الملوک بالعدل ص ۱۵۶، ۱۵۷ .

(۲) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ۱۷۳.

انسان کی خصوصیت باتیں کرنا ہے پس جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو جائے تو پھر اس کی بات پر کوئی بھی اعتماد نہیں کرتا اور جس شخص کی بات پر اعتماد نہ کیا جا سکے تو پھر اس کی بات کیسے فائدہ مند ہو سکتی ہے۔

اور جس شخص کا قول فائدہ مند نہ ہو تو پھر اس میں اور حیوان میں فرق کیا ہے بلکہ مذکورہ انسان حیوان سے بھی بدتر ہوتا ہے اس لیے کہ کسی جانور کی زبان سے اگر فائدہ نہیں پہنچتا تو ضرر اور نقصان بھی نہیں ہوتا اور جھوٹ بولنے والا ضرر ہی پہنچاتا ہے اور نفع نہیں پہنچاتا۔

## سچ بولنے کے اسباب:

سچ بولنے کے چند اسباب ہیں جو انسان کے لیے سچ بولنے کے باعث بنتے ہیں۔

امام ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) نے وہ اسباب بیان کیے ہیں:

**منها: العقل؛ لأنه موجب لقُبحِ الكذب؛ لاسيما إذالم يجلب نفعا، ولم يدفع ضررا، والعقل يدعوإلى فعل ما كان مُستحسنا، ويمنع من إتيان ما كان مستقبحا.**

ان اسباب میں سے ایک سبب عقل کا ہے کیونکہ عقل جھوٹ کی قباحت ثابت کرتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جب جھوٹ بولنے میں نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ کوئی نقصان۔ اور عقل اچھے کاموں کے کرنے کی داعی ہے اور قبیح کاموں کے کرنے سے مانع ہے۔

**ومنها: الدين الوارد باتباع الصدق، وخطر الكذب؛ لأن الشرع لايجوز أن يرد بإرخاص ماحظره العقلُ، بل قدجاء الشرع زائداعلى مااقتضاه العقلُ من حظر الكذب؛ لأن الشرع ورد بحظر الكذب وإن جر نفعا، أودفع ضررا؛ والعقل إنما حظر مالايجب نفعا، ولايدفع ضررا.**

اوران اسباب میں سے ایک سبب دین ہے جولوگوں کوصدق کی اتباع کاحکم دیتاہےاور جھوٹ کے نقصانات سے آگاہ کرتاہے؛اس لیے کہ شریعت ہراس عمل کی اجازت نہیں دیتی جسے عقل منع کرتی ہے؛ بلکہ عقل سے زیادہ شریعت نے جھوٹ کے خطرات واضح کیے ہیں۔اس لیے کہ شریعت نے جھوٹ بولنے سے منع کیاہےاگرچہ اس میں جلب منفعت یادفع مضرت ہواور ہر اس چیز سے منع کیاہےجس میں نہ جلب منفعت ہواور نہ دفع مضرت ہو۔

**منها:المروءة ؛ فإنّهامانعة من الكذب،باعثة على الصدق؛لأنها قدتمنع من فعل ماكان مستكرها،فأولى أن تمنع من فعل ما كان مُستقبحا.**

ان اسباب میں سے ایک مروت ہے جوانسان کوجھوٹ سے باز رکھتی ہےاور سچ بولنے پر مجبورکرتی ہےاس لیے کہ انسان کی مروت انسان کو ہراس چیز سے روکتی ہے جو بری سمجھی جاتی ہو۔ لہٰذاوہ اس چیز سے ضرورمنع کرے گی جوقبیح ہو۔

**ومنها:حب الثناء ،والاشتهار بالصدق؛حتى لايردعليه قولٌ،ولايلحقه ندمٌ .وقدقال بعض البلغاء: ليكن مرجعك إلى الحق،ومنزعك إلى الصدق. فالحق أقوى معين ،والصدق أفضل قرين . قال بعض الشعراء :**

**۱۔ عوّدْ لسانك قول الصدق تحظ به ☆ إن اللسان لما عودت معتاد**

**۲۔ موكل بتقاضى ماسننت له ☆ في الخيروالشر فانظر كيف ترتاد (۱)**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی تعریف اورشہرت سچ بولنے سے پسند کرے؛ تاکہ اس پراپنی بات پھرواپس نہ لوٹے اورپشیمان نہ ہو۔بعض بلغانے کہاہے:تمہارارجوع حق کی طرف اورتمہارانکلنا سچ بولنے کی طرف ہوناچاہیے پس حق مضبوط معاون ہےاور سچ بولنا بہترین ساتھی ہے۔بعض شعرانے کہاہے:

(۱) أدب الدنيا والدين ص ۴۱۴-۴۱۵، دواعي الصدق.

۱۔ اپنی زبان کو سچ بولنے کا عادی بناؤ تا کہ خوش نصیب بن جاو اس لیے کہ زبان ہر اس چیز کی عادی بن جاتی ہے جس کا تو اسے عادی بنالے۔

۲۔ تم پھر اس چیز کے پورا کرنے کا اختیار رکھتے ہو جس کا جو طریقہ تم خیر و شر میں بناؤ، پس تم غور کرو کہ تم کیسی عادت اپنائے ہوئے ہو۔

امام مھلبؒ نے فرمایا ہے:

**مـايكـون سيف الـصـارم بيد الملک الشجاع بأعزله من الصدق . وقال الأحـنف بن قيسؒ : كل الناس حقيق بالصدق ،وأحقهم به الملوک ؛لأن الذي يدعو إلى الكذب مهانة النفس ،والملک لايكون مهينا .**

بہادر اور دلیر بادشاہ کے ہاتھ میں تیز تلوار سچ بولنے سے زیادہ عزت کا باعث نہیں۔احنف بن قیسؒ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو سچ بولنا چاہیے اور حکام کے لیے تو بہت زیادہ ضروری ہے ؛ کیوں کہ جھوٹ بولنے سے انسان بے عزت بن جاتا ہے،حالانکہ حاکم ایک معزز انسان ہوتا ہے۔خلاصہ یہ کہ عزت اور بے عزتی کے اسباب آپس میں جمع نہیں ہوسکتے۔

بعض حکمانے فرمایا ہے :

**أول سعادة الملک صدقه ، وأول هلاكه جوره. (۱)**

بادشاہ کی سب سے پہلی سعادت اور خوش قسمتی سچ بولنا ہے اور اس کی پہلی ہلاکت اس کا ظلم ہے۔

## مراتبِ صدق:

امام غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) کے نزدیک صدق کے چھ(۶) مراتب ہیں:

۱۔صدقِ قول۔۲۔صدقِ نیّت وارادہ۔ ۳۔صدقِ عزیمت۔ ۴۔صدقِ وفائے عزم۔

---

(۱) شيزري .المنهج المسلوک في سياسة الملوک ص ۲۹۹ ، الوصف السابع الصدق .

۵۔صدقِ عمل ٦۔صدقِ تحقیقِ مقاماتِ دین، لہذا جو شخص ان تمام مراتب کا حامل ہو وہ صادق ہے اور جو ان مراتب میں سے کسی ایک یا چند مراتب کا حامل ہو وہ اسی مرتبہ کی نسبت سے صادق کہلانے کا مستحق ہے۔

## صدقِ قول:

صدق قول ان تمام درجات میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یعنی انسان کی زبان ہر حال میں نطق و گویائی میں امرِ حق کے اظہار کی عادی ہو۔

## صدقِ نیّت:

صدق نیّت سے مراد یہ ہے کہ اُس کی تمام حرکات وسکنات میں رضاے الٰہی کے علاوہ دوسری چیز پیش نظر نہ ہو، اور اخلاص کی اس قسم میں وہ اقوال بھی داخل ہیں جو دینی مصلحتوں، لوگوں کی اصلاح یا ظلم کے دور کرنے کے وقت کہے جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(( لیس بکذّاب من أصلحَ بین اثنین )) . (۱)

وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کے لیے کوئی جھوٹی بات کہہ دے۔

## صدقِ عزیمت:

صدقِ عزیمت کا مقصد یہ ہے کہ عزم وارادہ میں قوت ہو اور جو کچھ کہے اُس پر عمل کے بارے میں تردد واضطراب کو قطعاً دخل نہ ہو؛ حتی کہ غربت کے زمانے میں بھی اس سوچ وفکر میں ہو کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا۔

تو ایسے وقت میں بھی اس کے ارادے میں ضعف وتردد نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایسی قوت

---

(۱) مسند الشهاب ج۲ ص ۲۱۰ رقم: ۱۲۰، باب لیس بکذاب من أصلح بین اثنین .

ہونی ضروری ہے کہ اگر کل وہ صاحبِ ثروت ہوجائے تو اُس کا عزم اُس کے قول کو سچ کردکھائے

## صدقِ وفاےعزم:

صدقِ وفاے عزم کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ قول وگفتار کرے اُس کو عملی جامہ پہنانے کا واقعی اور حتمی ارادہ بھی رکھتا ہو۔اور جونہی اسباب مہیا ہوجائیں تو اُس کو ثابت اور پورا کردکھائے ؛ کیونکہ گفتار کے وقت کسی شے کا ارادہ وعزم کوئی زیادہ کمال کی بات نہیں ہے۔

درحقیقت وہ انسان ہی نہیں جو ایک بات کہے اور جب اُس کے پورا وفا کے لیے اسباب مہیا ہوجائیں تو اُس کے پورا کرنے میں اُس کا عزم وارادہ کمزور پڑ جائے۔

## صدقِ اعمال:

صدقِ اعمال سے مراد یہ ہے کہ انسان کے ظاہری اعمال اُس کے باطن کے صحیح آئینہ دار ہوں،اور تمام دینی ودنیوی معاملات میں یہی صفت اُس میں نمایاں ہو۔

## صدقِ مقاماتِ دین:

یہ صدقِ اعمال ہی کا بلند درجہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ رشتۂ خوف و رجا، زہدوتقویٰ اور رضا وتوکل جیسے فضائل میں حقیقت وصداقت کی روشنی پائی جاتی ہو، ریا ونمود، تصنع اور بناوٹ کا اُن میں مطلق گذر نہ ہو۔(۱)

## (۱۱) ایفاے عہد:

حاکم وقت کو اپنے قول میں صادق اور لوگوں سے کیے ہوئے وعدوں میں وفادار ہونا چاہیے۔امام ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) نے لکھا ہے:

(۱) حفظ الرحمن سيوهاروي . أخلاق اور فلسفۂ أخلاق ص ۵۰۱-۵۰۲.

**لیکن وفاءک بالوعد حتماً،وبالوعیدحزماً لأن الوعدحق علیک، و الوعید حق لک علی غیرک.(۱)**

جب تم کسی سے عطا کا وعدہ کرو یا کسی کوسزا کی دھمکی دوتو پھران دونوں پرعمل کرو، کیوں کہ نیک لوگوں سے نیکی کا بدلہ تمھارے ذمے ایک لازمی حق ہےاور برے لوگوں کوسزادیناان پرتمھارا حق ہے۔

## وفا کی تعریف :

علامہ جرجانیؒ (متوفی ۸۱۶ھ) نے وفا کے تعریف میں لکھا ہے :

**الوفاء :هو ملازمة طریق المواساة ،ومحافظة عهود الخلطاء. (۲)**

برابری اوراحسان کا طریقہ اپنانا وفا ہےاورشریک ساتھیوں سے وعدوں کا پورا کرنا ہے۔

امام جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) نے لکھا ہے :

**الوفاء : هو الصبر علی ما یبذله الإنسانُ من نفسه ،ویرهنه به لسانه. (۳)**

وفا اس بات پر جمے رہنا ہے جس چیز کوانسان اپنی طرف سے دینے کا وعدہ کرلےاوراس پر اپنی زبان برقراراورقائم رکھے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ (متوفی ۱۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

وفائے عہد زبان اورعمل کی ایک قسم کی سچائی کا نام ہےاورغدر،ان دونوں کی خلاف ورزی کا نام ہے۔ وفائے عہد کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے بعض جلیل القدر انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی جلالتِ قدر کی خصوصیات میں اس کو بھی شمار کیا ہے:

(۱) قوانین الوزارة ص ۵۲، تولیة الأکفاء .

(۲) تعریفات ص ۱۲۱، باب الواو رقم:۱۶۲۴.

(۳) تهذیب الأخلاق ص .

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولاً نَّبِيّاً ﴾ (۱) (۲)

ترجمہ : اورقرآن میں حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر یاد کرو کہ بلاشبہ وہ وعدہ کا سچا تھا اور خدا کا رسول و نبی تھا۔

## ایفاے عہد کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں:

وعدوں کو پورا کرنا اسلام میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً ﴾ . (۳)

ترجمہ: اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کے بارے میں پوچھ ہو گی۔

﴿ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ ﴾ . (۴)

ترجمہ: اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ ﴾ . (۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً ﴾ . (٦)

ترجمہ: وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دِن سے ڈرتے ہیں، جس کی سختی عام ہو گی۔

(۱) سورة مريم آيت : ۵۴.

(۲) أخلاق اور فلسفۂ أخلاق ص ۵۱۹.

(۳) سورة أسراء آيت : ۳۴.

(۴) سورة بقرة آيت : ۱۷۷.

(۵) سورة مائدة آيت : ۱.

(٦) سورة دهر آيت :۷.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لادینَ لمَن لاعھدَ لَہ)) (۱)

اس آدمی کا دین کامل نہیں، جو وعدے کا پابند نہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) نے لکھا ہے :

**الوفاء أخو الصدق و العدل، و الغدر أخو الكذب و الجور، وذلك أن الوفاء صدق باللسان و الفعل معا، و الغدر كذب بهما، وفيه مع الكذب نقض العهد(۲)**

وعدوں کا پورا کرنا سچائی اور عدل کی صفت ہے اور وعدہ خلافی اور دھوکہ دینا جھوٹ اور ظلم کی صفت ہے۔

## معاشرے میں ایفائے عہد کی اہمیت:

معاشرے کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وعدوں کو پورا کرے۔

اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے امام اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) نے لکھا ہے :

**الوفاء يختص بالإنسان فمن فقده فقدانسلخ من الإنسانية كالصدق، وجعل اللّٰهُ تعالى العهدَ من الإيمان، وصيره قوامالأمورالناس فالناس مضطرون إلى التعاون، ولايتم تعاونهم إلاّبمراعاة العهدو الوفاء. (۳)**

وفا کی صفت صدق کی طرح انسان کے ساتھ خاص ہے جس نے اس کو کھویا وہ انسانیت سے خارج ہے۔ جیسا کہ سچائی کا کھونے والا انسانیت سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدے کو پورا کرنا ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور اس کو تمام کاموں کے لیے مدار قرار دیا ہے۔

(۱) بيهقي ج٦ ص٢٨٨ رقم: ١٢٤٧٠، باب ماجاء في الترغيب في اداء الأمانات.

(۲) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ١٩١.

(۳) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ١٩١.

تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کے محتاج ہیں اور یہ تعاون اس وقت تک مکمل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جب تک عہد و وفا کی رعایت نہ رکھیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ (متوفی ۱۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

وفاے عہد انسانیت کے مخصوص فرائض میں بہت بڑا فرض ہے اس لیے جو شخص وفا سے خالی ہے وہ درحقیقت شرفِ انسانیت سے محروم ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اس کو ایمان سے شمار کیا ہے اور لوگوں کی عملی زندگی کے لیے اس کو قوام (سربراہ کار) ٹھہرایا ہے۔

کیونکہ انسان ایک ایسی ہستی کا نام ہے جس کے لیے باہمی تعاون لازم وضروری ہے اور باہمی تعاون وعدہ کی رعایت اور ایفاے عہد کے بغیر ناممکن ہے اور اگر ان کو درمیان سے نکالا جائے تو تعاون کے بجائے دلوں میں نفرت ووحشت جاگزیں ہو جائے اور معیشت وزندگی ہر قسم کی تباہ کاریوں سے دوچار ہونے لگے۔ (۱)

## حاکم کے لیے ایفاے عہد کی اہمیت اور فوائد:

ایفاے عہد ہر انسان خصوصاً حاکم کے لیے بہت ضروری ہے۔ امام شیزریؒ نے لکھا ہے:

**الوفاء خليق بالملک لمافيه من إيصال الراحة،واستعطاف القلوب بانجاز الوعد أودوام العهد.**

**قال بعض الحكماء لملک في زمانه:أوصيک بأربع خصال: ترضى بهن ربک، وتصلح بهن رعيتک :**

**لاتعدن وعداليس في يديک وفاء ه، ولاتتوعدن مَن لاتنفذفيه الفعل،فإن بالأولى تذهب عظمتک ، وبالثانية يجترء عليک ،ولايغرنک ارتقاء السهل**

(۱) حفظ الرحمٰن سيوهاروي . أخلاق اورفلسفۂ أخلاق ص ۵۱۹ .

**إذاكان المنحدر وعرا ،ولاتستغشن ناصحا فتسترعنک أمور الرعية. (۱)**

وعدے کو پورا کرنا حاکم کو بہت زیب دیتا ہے کیوں کہ ایفاے عہد میں لوگوں کو راحت رسانی،لوگوں کے دلوں کو مائل کرنا اور عہد کا دوام ہے۔ کسی حکیم نے بادشاہِ وقت سے کہا کہ اے بادشاہ! میں تمھیں چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم اُنھیں اپناؤ گے تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے راضی ہو جائے گا اور اس سے قوم کی اصلاح بھی ہوگی۔ وہ چار باتیں یہ ہیں:

۱۔ ایسا وعدہ مت کرنا جس کا پورا کرنا تمھارے بس میں نہ ہو۔ ۲۔ اور اس شخص کو مت دھمکاؤ جس پر سزا نافذ نہیں ہو سکتی، کیونکہ پہلی صورت میں تمھاری عظمت وشوکت ختم ہوگی۔ اور دوسری صورت میں تم پر لوگ جری ہو جائیں گے۔ ۳۔ اس بات پر دھوکہ مت کھاؤ کہ جہاں نیچے اترنا مشکل ہو، وہاں چڑھنا آسان ہوگا۔ ۴۔ ناصح کے ساتھ دغابازی مت کرو، ورنہ وہ تم سے رعایا کے امور چھپائے گا۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طرزِ عمل :

**كان عمربن عبدالعزيزؒ لايكاديوجب حاجة تخوفا من الخلف .فإذا أوجب وقال :نعم لم يقرله قرار حتى يفيء به .(۲)**

عمر بن عبدالعزیزؒ وعدہ خلافی سے ڈرتے ہوئے کبھی بھی کسی سے حاجت روائی کا وعدہ نہ کرتے اور جب کسی سے حاجت روائی کا وعدہ کرتے ہوئے ہاں کہہ دیتے تو پھر اس وقت تک انھیں سکون نصیب نہیں ہوتا تھا جب تک اس کو پورا نہ فرماتے۔

کسی شاعر نے فرمایا ہے ......................... ؎

---

(۱) المنهج مسلوک ص ۲۹۲، الوصف السادس الوفاء .

(۲) المنهج المسلوک ص ۲۹۲/۲۹۳ ، الوصف السادس الوفاء .

إذا قلت في شيء نعم فأتمه ☆ فإن نَعم دين على الحر واجبٌ
لزمتَ نعم حتى كأنك لم تكن ☆ عرفتَ من الأشياء شيأً سوى نَعم
و أنكرت لاحتى كأنك لم تكن ☆ سمعتَ بلا في سالف الدهر والأمم (۱)

جب تم کسی کام کے بارے میں (اقرار کرکے) ہاں کہو، تو اس کو پورا کرو؛ کیونکہ (اقرار کرکے) ہاں کہنا قرض ہے، جس کا ادائیگی شریف آدمی پر واجب ہے۔ تم ہمیشہ لوگوں سے وعدے کرتے ہوئے ان کو "ہاں" کہتے رہو۔ گویا کہ تمھیں "ہاں" کہنے (وعدہ کرنے) کے علاوہ کوئی دوسری چیز معلوم ہی نہیں ۔ اور تم باتوں میں "نہیں" کہنے (انکار کرنے) سے بالکل منکر رہو۔ گویا تم نے گزشتہ زمانے اور امم سابقہ میں کسی سے "نہیں" سنا ہی نہیں۔

ایک دوسرے شاعر نے فرمایا ہے ...................... ؎

لا تقولن إذا لم ترد ☆ أن تتم في شيء نعم
وإذا قلتَ نعم فاصبر لها ☆ بنجاح الوعد أن الخلف ذم
حسن قول نعم من بعد لا ☆ و قبيح قول لا بعد نعم
أن لا بعد نعم فاحشة ☆ فبلا فابدأ إذا خفتَ الندم (۲)

اس چیز کے پورا کرنے کے بارے میں "ہاں" مت کہو جس کے کرنے کا تم ارادہ نہیں رکھتے۔ اور جب تم "ہاں" کہہ دو، تو پھر وعدے پر صبر کے ساتھ قائم رہو، کیونکہ وعدہ خلافی مذمت ہے۔ انکار کے بعد اقرار بہترین بات ہے اور اقرار کے بعد انکار قبیح بات ہے۔ "ہاں" کے بعد "نا" بے حیائی ہے۔ پس ابتداء ہی میں "نا" کہہ دو، جب تم (ایفاے عہد میں) ندامت سے ڈرتے ہو

کسی عقل مند نے کہا ہے:

---

(۱) المنهج المسلوك ص۲۹۳ ، الوصف السادس الوفاء .

(۲) المنهج المسلوك ص ۲۹۴، الوصف السادس الوفاء .

**الوفاء من الملوک یجلب إلیھم نفوس الرعایاوأموالھا،وقلة الوفاء یقبض نفوس الرعایاوأموالھا.(۱)**

کہ جب حکامِ وقت کیے ہوئے وعدوں کو پورا کریں تو وہ لوگوں کے دلوں اوران کے اموال کے مالک بن جاتے ہیں اور جب وعدوں کو پورا نہ کریں تو پھر لوگ اپنی قلبی محبت اوراپنے اموال سے حاکم کودوررکھتے ہیں۔

## حاکم کے لیے ایفاے عہد کی ضرورت :

حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وعدوں کو پورا کرے۔امام ماوردیؒ نے لکھا ہے :

**لیعلم الملک أن من قواعددولته الوفاء بعھوده،فإن الغدرقبیح ، وھوبالملوک أقبح،ومضر،وھو بالملوک أضر؛لأن من لم یوثق منه بالوفاء علی بذله،ولم یتحقق منه تصدیق قوله بفعله،ووسم بنقض العقود ونکث العھودقلّ الرکون إلیه،وکثر النفورمنه وعنه .**

حاکم وقتِ اس بات کوجان لے کہ اس کی حکومت کی بنیادوعدوں کو پورا کرنا ہے؛ کیونکہ وعدہ خلافی اور دھوکہ قبیح چیز ہے اور بادشاہوں کے لیے تو بہت ہی نازیبا اورضرر رساں ہے، کیونکہ جوشخص وعدہ پورا کرنے کے بارے میں قابل اعتمادخیال نہ کیاجاتا ہواوراس کے قول وفعل کے درمیان موافقت نہ ہواور وعدہ خلافی میں مشہورہوجائے تو اس کی طرف لوگوں کا میلان کم اور نفرت زیادہ ہوجاتی ہے۔

مزید تشریح کرتے ہوئے آگے امام ماوردیؒ نے لکھا ہے :

**انعقادالملک إنمایکون بالرکون الموجب للاستسلام والطاعة الباعثة**

---

(۱) تسھیل النظر ص ۱۱۸ ، الفصل الرابع عشرالوفاء بالعھد

**علی النصرة ؛ ليصير الناس مع الملک من بين مستسلم إليه ، وناصرله ، و بهذين يكون الملک منعقداً . فإذا نفرهم الغدر، إنتقضت قواعده؛لزوال الاستسلام ،وقلة التناصر.**

حالانکہ اس کی سلطنت کا استحکام لوگوں کے اس میلان کی وجہ سے ضروری ہوجاتا ہے جو کہ اس طاعت وتابعداری کا سبب ہے جس سے نصرت آتی ہے؛ تاکہ لوگ بادشاہ کے تابع فرمان اوراس کے مددگار بن جائیں اوران وجوہات کی بنا پر مملکت مضبوط ہوگی ۔اور جب بادشاہ کی دھوکہ دہی کی وجہ سے لوگ متنفر ہونے لگیں گے،تو جذبہء اتباع کے زوال پذیر ہونے اور نصرت وامداد کی کمی کی وجہ سے سلطنت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔

علامہ ماوردیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے :

**إذاعرف الأعداء الوفاء منه لانوا،وطال عليهم بالنصرة فهانوا، وقوبل على غدره بمثله،فدان له الناس بمثل مادان. (۱)**

جب حاکم کے دشمنوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ حاکمِ وقت نے اپنے وعدے پورے کیے تو وہ نرم پڑجائیں گے،اور پھر جب حاکم ان کی مدد کرنے لگتا ہے تو وہ (بوجہ سابقہ دشمنی کے شرمسار ہوکر) ذلیل ہوجاتے ہیں ۔اوراگر حاکم دھوکہ دہی سے کام لے تو دشمن بھی دھوکہ دینے لگتے ہیں،یعنی جس طرح معاملہ وہ لوگوں سے کرتا ہے لوگ بھی اسی طرح کا معاملہ اس سے کرتے ہیں۔

## ایفاے عہد کے فائدے :

جب حاکمِ وقت وعدوں کو پورا کرے تو اس کے بہت سے فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔

علامہ صالح ملوحؒ نے چند فوائد ذکر فرمائے ہیں:

(۱) تسهيل النظر ص ۱۱۶ ، الفصل الرابع عشر الوفاء بالعهد .

**۱۔ من أوفى بعهد الله من توحيده ، و إخلاص العبادة له أوفى اللّٰهُ بعهده من توفيقه إلى الطاعات و أسباب العبادات .**

جوشخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا وعدۂ توحید پورا کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھے اور صرف اسی کی بندگی کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور اس کو اطاعت کی توفیق اور عبادات کے اسباب مہیا کرے گا۔

**۲۔ الوفاء صفة أساسية في بنية المجتمع الإسلامی حيث تشمل سائر المعاملات ، إذكل المعاملات و العلاقات الاجتماعية ،والوعود و العهود تتوقف على الوفاء فإذاانعدم الوفاء انعدمت الثقة ،وساء التعامل وسادالتنافر(۱)**

ایفاے عہد اسلامی معاشرے کے قیام میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ تمام معاملات کوشامل ہے، کیوں کہ تمام معاملات اور اجتماعی تعلقات، عہد و پیمانِ وفا پر ہی موقوف ہیں، تو جب وفا کی صفت نہ رہے گی تو لوگوں کے درمیان اعتماد کی فضا ختم ہو جائے گی اور معاملات خراب ہونے کی وجہ سے نفرت کے جذبات اُبھریں گے۔

## (۱۲) اتباعِ حق :

بارھویں صفت جو سربراہ مملکت کے لیے ضروری ہے وہ یہ کہ وہ حق کا تابع وحامی ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

**أُتي النبيﷺ بأسير فقال: اللهم إني أتوب إليک، ولاأتوب إلى محمد ﷺ . فقال عليه الصلوة و السلام : " عرف الحقَ لأهله ". (۲)**

---

(۱) نضرة النعيم ج۸ ص۳٦٦۸ ، من فوائدالوفاء .

(۲) المعجم الكبيرج ۱ ص ۲۸٦ رقم: ۸۴۰،شعب الإيمان ج۴ص ۱۰۳ رقم: ۴۴۲۵ ، باب في تعديد نعم الله عزوجل وشكرها.

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو اس قیدی نے یوں کہا کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے سامنے توبہ نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس قیدی نے حق دار کو پہچانا اور حق اس کے حوالے کیا (یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کا حق دار ہے کہ اس کے سامنے توبہ کی جائے)۔

**فلاخير في أمير لايُقال عنده الحق ولايقوله .(۱)**

اس امیر میں کوئی خیر نہیں کہ نہ تو اس کے سامنے حق بات کہی جاتی ہو اور نہ ہی وہ خود حق بات کہتا ہو۔

## حضرت عمرؓ کا قول :

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے حکام کو یوں لکھا :

**اجعل الناس عندكم في الحق سواء قريبهم كبعيدهم ،وبعيدهم كقريبهم(۲)**

لوگوں کو اپنے نزدیک حقوق میں برابر رکھو۔لوگوں میں سے قریب والا تمھارے نزدیک ایسا ہو جیسا کہ دور والا اور دور والا ایسا ہو جیسا کہ قریب والا۔ (یعنی ان میں سے قریب اور دور حقوق میں برابر ہیں، حق اس کے حق دار کو دو چاہے کوئی بھی ہو اور بس)۔

حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو لکھا:

**امابعد ! فالزم الحق يبين لک الحق منازل أهل الحق ولا تقض إلا بالحق، والسلام. (۳)**

تم حق کو لازم پکڑو، حق تمھارے سامنے اہل حق کے مراتب واضح کرے گا، صرف حق کے

---

(۱) کنزالعمال ج۱۳ ص ۲۶۲ رقم: ۳۶۷۶۶ ، باب في فضائل الصحابة أبي بن كعبؓ.

(۲) حسن . موسوعة آثار الصحابة ج ۱ ص ۲۴ رقم: ۵۵۵.

(۳) کنزالعمال ج۱۶ ص ۱۵۶ رقم: ۴۴۱۹۳ ، باب خطب أبي بكر الصديق ومواعظه

ساتھ ہی فیصلہ کرنا۔ والسلام۔

علامہ ظافر قاسمی نے یہ بات اس طرح واضح کی ہے:

**فقد آثر قوم اتباع الحق على الولاية وعلى الهوى :**

**روى الكندي: أن هشام بن عبدالملك وَلّى أخاه: محمداًمصر، فقال له: أناأليها، على إنك إن أمرتني بخلاف الحق تركتها. فقال هشام: ذلك لك. فوليهاشهراً، فأتاه كتاب لم يعجبه، فرفض العمل، وانصرف إلى الأردن، وكان منزله بهافيقرية يقال لها(ريسون)فكتب: أتترك مصرلريسون حسرة ستعلم يوماًأيّ بيعتك أربح قد أدرك هشام مثل هذا فأجابه محمد: إني لستُ أشك في أن أربح البيعتين ماصنعتُ. (۱)**

یقیناً بعض لوگ منصب اور نفسانی خواہشات پر اتباع حق کو ترجیح دیتے ہیں۔ کندی سے روایت ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ محمد نے اس کو بتایا کہ میں مصر کی امارت اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ اگر تم مجھے خلاف حق حکم دو گے، تو میں امارت چھوڑوں گا اور تمھارے حکم کو عملی جامہ نہیں پہناؤں گا۔ ہشام نے کہا کہ تمھیں یہ اختیار حاصل ہے اور یہ شرط میں نے مان لی۔

جب محمد نے مصر کی حکومت ایک مہینہ چلائی تو اُس کی طرف اپنے امیر بھائی کی طرف سے ایک ایسا تحریری حکم نامہ پہنچا جو مذکورہ شرط کے خلاف تھا۔ لہٰذا اس کو پسند نہیں آیا اور مصر کی حکومت سے دستبردار ہو کر اپنے وطن ریسون چلا گیا، جو کہ اردن کا ایک علاقہ ہے۔

اس کے بھائی ہشام نے اس کو خط لکھا کہ کیا تم ریسون جیسے علاقے کے لیے مصر کی حکومت

---

چھوڑ بیٹھے، یہ تو افسوس کی بات ہے۔

(۱) نظام الحكم في الشريعة والتاريخ ج ۱ ص ۴۹٦، التعيين منوط بالمتابعة .

تمھیں ایک دن خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ تمھارے لیے کون سا سودا نفع بخش تھا۔(یعنی حکومت کرنا یا مصر کی حکومت چھوڑ کر اپنے وطن میں رہنا) محمد نے جواب میں لکھا: اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ میں نے کیا یعنی حق کی تابعداری میں حکومت چھوڑ دی؛ یہ مصر کی حکومت کی نسبت زیادہ نفع بخش تجارت ہے۔

محمد کی جانب سے حق کی اطاعت کے لیے مصر کی حکومت ترک کر دینے اور اپنے عزیز بھائی کی حکم عدولی کرنا حکام کے لیے بڑی عبرت کا مقام ہے۔ جو اپنے منصب کی بقا کے لیے حاکمِ وقت کا ہر حکم مانتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر حال میں اپنے رہنما کو خوش رکھیں۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور مسلمانوں کے اجتماعی مصالح، منافع اور اپنی اخروی نجات کے مقابلے میں اپنے حاکم کی مرضی، رضا، اور خوشی کو ترجیح دیتے ہیں تو وہ بڑے اجتماعی نقائص کا باعث بن جاتے ہیں۔

## امام ماوردیؒ کی تحقیق:

امام ماوردیؒ نے لکھا ہے:

**لا یأنف من حق إن لزم،أو حجة إن قامت. فإن الرجوع إلى الحق أولى من العدول إلى باطل قد كان ناهيا عنه،وربما منعته القدرة من الاعتراف بما لا يهواه،وأخذته العزة أن يلين بمن سواه،فعاند الحق ونبذه، واستقل المحق و رفضه،ولم ير للمحق حقا فمرح،ولئن طال لسان الملك فلسان الحق أطول، ولئن وجبت طاعته فطاعة الحق أوجب. (۱)**

اگر حق ثابت ہو جائے تو حاکمِ وقت اس سے اعراض نہ کرے اور اگر حجت قائم ہو جائے تو

---

(۱) تسهيل النظر وتعجيل الظفر ص۱۳۷/۱۳۸ ، الفصل الثامن عشر الملوک قدوة للناس .

منہ نہ موڑے؛ کیوں کہ اس باطل کی طرف میلان کرنے سے حق کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے، جس باطل سے پہلے خود منع کرتا تھا اور بسا اوقات حاکم کے لیے اس کی قوت اس بات کے اقرار سے مانع بن جاتی ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتا اور اس کی عزت اس کو دوسروں کے ساتھ نرمی پر ابھارتی ہے۔ تو وہ حق سے عناد کر کے حق اور حق دار کو چھوڑ دیتا ہے۔ حقدار کے حق کو نہیں مانتا پس تکبر اختیار کرتا ہے۔ پس اگر بادشاہ کی زبان لمبی ہے، تو حق کی زبان اس سے بھی لمبی ہے اور اگر بادشاہ کی تابعداری واجب ہے تو حق کی حمایت اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

## علامہ ابن حبان بستیؒ کا قول:

علامہ ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا ہے :

**السلطنة : إنما هي قول الحق والعمل بالعدل، لا التفاخر في الدنيا ، واستعمال البذل. (۱)**

سلطنت حقیقت میں حق گوئی اور عدل پر عمل کرنا ہے نہ کہ دنیا میں ایک دوسرے پر تفاخر کرنا اور مال خرچ کرنا۔

یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے اپنے جانشین کو اس طرح نصیحت کی:

**ولم تعمل إلاّ بالحق. (۲)**

تم صرف حق بات ہی پر عمل کرتے رہا کرو۔

## (۱۳) علم اور گفتگو کا ملکہ رکھنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دینی اور دنیوی علوم وفنون میں مہارت کے

---

(۱) روضة العقلاء ص ۴۳۶ ، باب ذكر الحث علي سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

(۲) المنهج المسلوک ص ۱۸۱ ، الباب الثالث في معرفة قواعد الأدب القاعدة الأولىٰ العلم .

ساتھ ساتھ سلیم الفطرت اور صاحبِ ذوقِ شخصیت کا حامل ہو اور دوسروں کے سمجھانے کے ساتھ ساتھ بہترین تعبیر وتشریح کر سکتا ہو۔

قائد اور رئیسِ دولت میں فصاحت کی صفت اعلیٰ درجہ میں پائی جانی چاہیے اس لیے یہ وصف ادارے کی قیادت کی اساس میں شمار کیا جاتا ہے اس لیے کہ قائد اور رئیس اس کے ذریعے اپنی رعیت کو مطمئن کر سکتا ہے، ایک حاکم جتنا فصیح البیان ہوگا اتنا ہی وہ اپنی ذمہ داری میں کامیاب وکامران ہوگا۔

اس حوالے سے علامہ فوزی کمال ادہم لکھتے ہیں:

**لقد كان الرسول ﷺ المثل الأعلى في الفصاحة والبيان،لأن مهمته(ﷺ) تقوم على البيان للناس،وتوضيح ماجاء ت به الرسالة على أنه عند شعور القائد بنقص لديه فى مَلَكة من المَلَكات،أوفي قدرة من القدرات أوفي مفهوم من المقومات ، وعند الضرورة فله أن يستكمله عن طريق الاستعانة بالاعوان أو المستشارين أو المساعدين الأكفاء والممتازين في هذه القدرة وذلك المقوم ، على أن يكون من المخلصين .**

**فها هو موسى (عليه السلام) يطلب من الله سبحانه وتعالىٰ أن يشد أزره ويعضده بأخيه هارون ، الذى هو أفصح منه لساناً . قال الله تعالىٰ : ﴿ وَأَخِیْ هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَاناً فَأَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْءاً یُصَدِّقُنِیْ إِنِّیْ أَخَافُ أَن یُکَذِّبُونِ ﴾ .(۱)**

رسول اللہ ﷺ فصاحت اور بیان کے باب میں ایک بہترین نمونہ اور مثال تھے اس لیے کہ یہ ان کی ذمہ داری کی اساس اور بنیاد تھی کہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچائیں اور ان کے سامنے

---

(۱) سورة قصص آيت : ۳۴.

اس کی تشریح کریں۔ جس وقت حاکم اور رہنما اپنے آپ میں کسی ملکہ کی کمی یا کسی خاص میدان (شعبے) میں صلاحیت کی کمی کا احساس کرے تو ضرورت کے وقت یہ اس طرح کر سکتا ہے کہ مذکورہ میدان میں اپنے لیے ماہر اور ذی فہم مشیران مقرر کرے، بشرطیکہ مذکورہ مشاورین میں اخلاص کا مادہ موجود ہو، اور امت کے درد میں غمگین ہوں۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کو مانگا کہ ان کے بھائی حضرت ہارون (علیہ السلام) کو بھی ان کے ساتھ اس مسئولیت میں شریک کرلیں اس لیے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو بیان کے باب میں اپنے آپ میں کمی کا احساس تھا اور ان کے بھائی حضرت ہارون (علیہ السلام) اس بارے میں ان سے زیادہ باصلاحیت تھے، اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) کی زبانی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے، تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیجیے کہ وہ تقریر کی تائید کریں گے۔ کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کے درباری) میری تکذیب کریں۔

تو اسی وجہ سے فصاحت اور حسن بیان اسلام میں ادارے کی قیادت اور رہبری کی جملہ اہم بنیادوں میں شمار کی جاتی ہے تا کہ امت کو کام کی سمجھ بوجھ رکھنے والے سالم ادارے کی قیادت اور رہبری مہیا ہو جائے۔(۱)

علامہ ابن حبانؒ نے لکھا ہے :

**لایستحق أحد اسم الریاسة حتی یکون فیه ثلاثة أشیاء : العقل، والعلم، والمنطق. ثم یتعرّیٰ عن ستة: عن الحدة ، والعجلة ، والحسد، والهوی، والکذب**

(۱) فوزي كمال أدهم . الإدارة الاسلامية ص ۲۳۳-۲۳۴ ، مقومات القيادة في الإسلام .

**وترک المشاورة.**

کوئی بھی اس وقت تک سربراہی کے لائق نہیں جب تک اس میں تین صفات موجود نہ ہوں یعنی عقل، علم اور بولنے کا ملکہ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ چھ باتوں سے پاک ہو: غصے سے، جلد بازی سے، حسد سے، نفسانی خواہشات سے، جھوٹ سے اور ترک مشورہ سے۔

حضرت ابوعمرو بن العلاءؒ نے فرمایا ہے:

**كـان أهـل الـجاهلية لايسودون إلاّمَن تكاملت فيه ستّ خصال ،وتمامهن في الإسلام سابعة : السخاء ،والنجدة ،والصبر،والحلم ، والبيان ، والتواضع ، وتمامهن في الإسلام ، الحياء. (١)**

زمانۂ جاہلیت میں لوگ اُسی شخص کو سردار بناتے تھے جس میں چھ صفات موجود ہوتیں اور ان چھ صفات کا تتمّہ ساتویں صفت اسلام میں حیا تھی۔ وہ صفات یہ ہیں: سخاوت، شرافت و بزرگی، صبر، حلم، قوتِ بیان رکھنا، تواضع۔ اور اسلام میں یہ تمام صفات حیا ہی میں مضمر ہیں، یعنی ان تمام صفات کی بنیاد حیا ہے۔

## (۱۴) نظم ونسق:

ادارے کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شعبے کے امور کو بخوبی سرانجام دے سکتا ہو اور اپنے ماتحت افراد کے جملہ امور کو پورے نظم ونسق کے ساتھ اپنی زیرِ نگرانی ترتیب دے سکتا ہو۔

### نظم کی تعریف:

جب بھی دو یا دو سے زائد افراد مل کر شعوری طور پر کسی کام کو کرنے کا قصد کرتے ہیں، تو ایک

(١) روضة العقلاء ص ٤٣٥-٤٣٧ ، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

نظم وجود میں آجاتا ہے؛ گویا کہ نظم دو یا زیادہ افراد کے اجتماعی کام کرنے کا نام ہے۔(۱)

## نظم ونسق شریعت اسلامیہ کی روشنی میں:

اسلام ایک منظّم دین ہے جو مسلمانوں کو زندگی کے ہر پہلو میں نظم ونسق کا درس دیتا ہے۔ جو لوگ نظم ونسق کے معتقد اور پابند نہیں ہیں وہ دراصل اپنے دین سے ناواقف ہیں۔ اگر وہ اپنے دین کی طرف متوجہ ہو جائیں، تو نظم ونسق کے عادی بن جائیں گے اور غیر منظّم زندگی کو منظّم زندگی کے ساتھ تبدیل کر دیں گے۔

## نظم ونسق قرآن مجید کی روشنی میں :

قرآنِ کریم کی کافی آیات کریمہ انسان کو نظم ونسق کا سبق دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند آیاتِ کریمہ کو ہم ذکر کرتے ہیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ ﴾. (۲)

ترجمہ: پس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول ﷺ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لیے مجمع کیا گیا ہے۔ (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں، نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر) جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں۔

---

(۱) اسلامی نظم اور اس کے لوازمات ص ۳۲.

(۲) سورۃ نور آیت : ۶۲.

پس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب یہ (اہلِ ایمان لوگ) ایسے موقع پر اپنے کسی (ضروری) کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں، تو ان میں سے جس کے لیے آپ چاہیں، اجازت دے دیا کریں اور (اجازت دے کر بھی) آپ ان کے لیے مغفرت کی دُعا کیجیے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (متوفی ۱۳۹۶ھ) نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے ہر اس حاکم کے حق میں لازم ہے جس کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور ہو اور مسلمانوں کو ایک دینی کام کے اکٹھا کرنے کے لیے دعوت دیتا ہو۔ اس کا حکم ماننا لازمی ہے اور اس کی اجازت کے بغیر جانا ناجائز ہے۔(۱)

اور جب مسلمان اجتماعی معاملہ کے غور وفکر کرنے پر اکٹھے ہو گئے ہوں، تو اس مجلس سے امیر کی اجازت سے جانا چاہیے۔ حاکمِ وقت اور امیر کے حکم پر مسلمانوں کا اجتماع اور پھر اس کی اجازت سے منتشر ہونا ایک انتظامی امر ہے۔

**۲۔ قال اللّٰہ تعالی: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوصٌ ﴾. (۲)**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے رستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں، گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

وہ علیحدہ علیحدہ افراد جو کہ باطل کے مقابلے میں ایک دوسرے کے قریب آجائیں اور منظّم ہو کر صف آرا ہو جائیں، یہ اللہ تعالی کے پسندیدہ بندے ہیں۔ ان مسلمانوں کو محبوبیت کا درجہ کافر کے مدمقابل منظّم ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا۔

---

(۱) معارف القرآن ج ۱۸ ص ۱۹۸.

(۲) سورة صف آیت : ۴.

۳۔ قال اللّٰہ تعالی : ﴿ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾. (۱)

ترجمہ: معلوم کرلیا ہر شخص نے اپنے پینے کا موقع۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ان سے بارہ قبیلے بن گئے تھے۔ انتظامی معاملات میں یہ ایک دوسرے سے مختلف تھے اور اسی لیے ان کے لیے بارہ چشمے جاری کردیے گیے۔ ہر ایک قبیلے کے لیے الگ الگ چشمہ تھا اور ہر قبیلہ اپنے اپنے چشمے سے پانی لیتا تھا۔ اپنے اپنے چشمے سے پانی لینا ایک انتظامی امر ہے۔

۴۔ قال اللّٰہ تعالی : ﴿ هَذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴾. (۲)

ترجمہ: حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کے لیے ایک باری اس کی اور ایک مقرر دِن میں ایک باری تمھاری۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پانی پینے کا دن اور اُس کی قوم کے پانی پینے کا دن معلوم کرنا ایک انتظامی معاملہ ہے۔

## نظم ونسق احادیث کی روشنی میں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی احادیث نظم ونسق کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔

## ۱۔ قولی احادیث :

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(( لتسونّ صفوفکم أو لیخالفن اللّٰہُ بین وجوھکم )) .(۳)

تم اپنی صفوں کو برابر کرو، ورنہ اللہ تعالی تمھارے چہروں ( دلوں ) کے درمیان مخالفت پیدا

(۱) سورۃ بقرۃ آیت : ۶۰.

(۲) سورۃ شعراء آیت : ۱۵۵.

(۳) بخاري ج ۱ ص ۱۰۰ ، کتاب الأذان باب تسویة الصفوف عندالإقامة وبعدھا.

کردے گا۔

مسلمانوں کو یہ حکم ہوا کہ نماز کے وقت منظّم رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ قریب قریب کھڑے ہوں، تا کہ اس بدبختی سے نجات مل سکے، جو بدنظمی کے نتیجے میں متوقع ہے۔

۲۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((لایمش أحدکم فی نعل واحدة لیحفهما جمیعاأو لینعلهما جمیعاً)) .(۱)

تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ یا تو دونوں پہن لے یا دونوں کو اتار دے۔

دونوں جوتوں کو پہن کر استعمال کرنا یا دونوں کو اتار کر چلنا ایک انتظامی امر ہے۔

۳۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إذا انقطع شسع نعل أحدکم فلایمش في نعل واحدة حتی یصلح شسعه)) .(۲)

جب تم میں سے کسی ایک کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک جوتے میں سفر نہ کرے، جب تک اپنا تسمہ درست نہ کرلے۔

جب ایک جوتے میں نقص پیدا ہوگیا، تو اس کو ٹھیک کرنے تک استعمال میں نہ لانا بھی ایک انتظامی امر ہے۔

۴۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(( إذاخرج ثلاثة في سفر فليؤمروا أحدهم )).(۳)

(۱) بخاري ج۲ ص ۸۷۰ ، کتاب اللباس باب لایمشي في نعل واحدة .

(۲) ~~مسلم ج۲ ص ۱۹۸ ، کتاب اللباس والزینة باب النهي عن إشتمال ...~~ ، أبوداؤد ج۲ ص ۲۱۷، کتاب اللباس باب في الإنتعال.

(۳) أبوداؤد ج ۱ ص ۳۵۸ ، کتاب الجهاد باب في القوم یسافرون یأمرون أحدهم .

جب تین آدمی عازم سفر ہوں تو ان میں سے ایک کو امیر مقرر کر دیا جائے۔
تو ایک شخص کو امیر بنانا اور باقی ماندہ دو افراد کا تابع رہنا بھی ایک انتظامی امر ہے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ہے :

**إن النبي ﷺ رأى صبياً قد حُلق بعض شعره و تُرک بعضه فنهاهم عن ذلک و قال: احلقوه كله أو اتركوه كله . (۲)**

رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ حصّے پر بال موجود ہیں، تو ایسا کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ یا تو سارے بال منڈوا دو، یا پھر سارے بال رکھ دو۔

**۶۔ نهى رسولُ اللّٰه ﷺ عن القزع . والقزع : أن يحلق بعض رأس الصبي ويترک بعض .(۳)**

رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ قزع اس کو کہتے ہے کہ سر کے بعض حصّے کو منڈوالے اور بعض حصّے کو چھوڑ دے۔

سر کے پورے بالوں کو منڈوانا یا پورے سر کے بال رکھنا بھی امتِ مسلمہ کی زندگی میں نظم و نسق کی ایک مثال ہے۔

## ۲۔ فعلی احادیث :

**ا۔ كان رسول اللّٰه ﷺ يسوّي صفوفَنا حتىٰ كأنما يسوى بها القداح . (۴)**

---

(۲) أبو داؤد ج ۲ ص ۲۲۴، كتاب الترجل باب في الصبي له ذوابة .

(۳) مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، كتاب اللباس والزينة باب كراهة القزع .

(۴) مسلم ج ا ص ۱۸۲، كتاب الصلوة باب تسوية الصفوف رقم: ۴۳۶.

نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے گویا کہ ان کے ذریعے تیروں کوسیدھا کرتے تھے۔

صفوں کو اہتمام اور تاکید کے ساتھ برابر کرنا نماز کو منظّم کر کے قائم کرنے کی تاکید ہے۔

**۲. کان رسول اللّٰہ (ﷺ) إذا أوی إلی منزله جزّء دخولَه ثلاثة أجزاء : جزءً للہ تعالی ، وجزءً لأهله ، و جزءً لنفسه ، ثم جزّء جزءَ ہ بینه و بین الناس فیردد ذلک بالخاصة علی العامة ولا یدخر عنهم منه شیئاً.(ا) – (۲)**

رسول اللہ ﷺ جب اپنے گھر تشریف لاتے تھے تو اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ایک حصہ اللہ تعالی کی عبادت کے لیے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے۔ پھر اپنی ذات کے حصے کو بھی عوام اور خواص میں بانٹتے تھے۔(اس کا مقصد یہ ہے ) کہ خواص کو اس اُمید پر تعلیم دیتے تھے کہ وہ عوام تک یہ تعلیمات پہنچادیں گے اور اپنی ذات کے لیے اس وقت میں سے کوئی حصہ نہیں چھوڑتے تھے۔

معلوم ہوا کہ گھر میں اپنے اوقات کی تقسیم اور ہر ایک مستحق کو اپنے حصے سے وقت دینا مسلمانوں کے اذہان کی تعمیر کرنا ہے اور اس بات کی تعلیم دینا ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کو منظّم بنالیں اور بدنظمی سے اجتناب کریں۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

خلیفۂ ثانی: حضرت عمرؓ نے بصرہ کے والی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

**بلغني أنک تأذن للناس جمعاغفیراً فإذاجاء ک کتابي هذا فأذن لأهل**

(ا) المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۱۵۵ رقم : ۱۴۴ ، باب الهاء مَن اسمه هند .

(۲) اسلامی نظم اور اس کے لوازمات ص ۳۲، ۳۳.

**الشرف وأهل القرآن والتقوىٰ والدين فإذا أخذوا مجالسهم فأذن للعامة . (۱)**

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ بہت سے لوگوں کو یک بارگی اجازت دیتے ہیں، جب آپ کو میرا یہ خط پہنچ جائے تو اس کے بعد (پہلے) شریف، علما اور صاحبِ تقویٰ و دیانت کو اجازت دینا ۔جب وہ اپنی نشستوں پر بیٹھ جائیں تو پھر عام لوگوں کو اجازت دینا۔

## طاہر بن حسینؒ کا قول:

طاہر بن حسینؒ نے خراسان کے والی حضرت عبداللہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

**انظر عمالک الذين بحضرتک وكتابک فوقت لكل رجل منهم في كل يوم وقتا يدخل عليک فيه يكتبه ومواامراته (استشاراته) وما عنده من حوائج عمال وأمر قودک ورعيتک .(۲)**

اپنے ان عمال اور کاتبین پر نظر رکھیں، جو آپ کے ہاں حاضر باش رہتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک کے لیے دن میں ایک معلوم وقت مقرر کریں تا کہ وہ اس مقررہ وقت میں آپ کے پاس لکھتے ہوں اور آپ سے مشورہ لیتے ہوں اور آپ کے عاملین ورعایا کی ضرورتیں پیش کرتے ہوں۔

## حضرت معاویہؓ کا طرزِ عمل:

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا معمول یہ تھا کہ ہر روز پانچ مرتبہ لوگوں کو ملنے کی اجازت مرحمت فرماتے، جب فجر کی نماز پڑھتے تو اس وقت موجود لوگوں کی حوائج پوری کرتے، پھر کچھ تلاوت قرآن مجید فرماتے، پھر گھر تشریف لے جاتے اور اپنے اہل وعیال کو ہدایات دیتے، چار

(۱)حياة الصحابة ج۲ ص ۴۵۸ .ابن جوزي.مناقب عمر ص ۱۴۷ ، باب ۴۴ في ذكر مكاتبه .

(۲) تاريخ طبري ج۸ص ۵۹۰ /۵۹۱.

رکعت نماز (صلوٰۃ اشراق) پڑھتے تو پھر کام کے لیے تشریف فرما ہوجاتے اور خاص الخاص لوگوں سے ملاقات فرماتے، اور بچا ہوا کھانا طلب فرما کر اس میں سے کچھ تناول فرماتے، اس کے بعد مسجد کے قریب تشریف فرما ہوجاتے اور مسافروں، بدوؤں، کنیزوں، بوڑھی عورتوں اور بچوں کی ضروریات پوری کرتے۔ پھر کام کی جگہ تشریف لے جاتے۔ اس وقت معزز لوگ اور علماء آتے اور ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا منگوا کر کھا لیتے، کھانے کے بعد ضرورت مندوں کی باتیں سنتے، پھر گھر تشریف لے جاتے اور ظہر تک گھر میں رہتے نمازِ ظہر کے بعد خواص لوگ داخل ہوتے پھر تختِ سلطنت پر تشریف فرما ہوتے اور مغرب تک لوگوں کو ملنے کی اجازت دیتے، پھر شام کے بعد اپنے خاص دوستوں کو اجازت دیتے اور ثلث اللیل تک تھکان کے ساتھ باتیں کرتے رہتے اور اس کے بعد درمیانی رات میں آرام فرماتے اور آخری حصہ میں نفلی عبادت کے لیے اُٹھتے۔ وفات تک اسی پر عمل رہا۔ (۱)

## (۱۵) جہادی امور میں امتیازی مہارت رکھنا :

ادارے کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ وہ جہادی امور میں کافی مہارت کا حامل ہو اور پوری شجاعت اور بہادری کا نمونہ ہو۔

## شجاعت کی حقیقت :

علامہ شیرزیؒ شجاعت کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں :

**حقيقة الشجاعة :ثبات الجأش ، وذهاب الرعب ،وزوال هيبة الخصم ، أواستصغاره عند لقائه. (۲)**

---

(۱) تهذيب الرياسة ص ۲۵۵ ، القسم الثاني من الكتاب في الحكايات .

(۲) المنهج المسلوک ص ۲۶۴، الوصف الثالث الشجاعة .

شجاعت کی حقیقت یہ ہے کہ جوش وجذبہ موجزن ہو، رعب جاتا رہے، دُشمن کی ہیبت نہ رہے یا ملاقات (جنگ وجدال) کے وقت دشمن کو کمزور سمجھے۔

## شجاعت کے معنی:

شاہ ولی اللہؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

**شجاعت: كه توسط است درميان تهوروجبن داشته باشد. (۱)**

شجاعت بزدلی اور غیر مناسب سختی کے درمیان ایک مرحلے کا نام ہے۔

## شجاعت کی اہمیت:

مسلمانوں کے سربراہ کو شجاع ہونا چاہیے۔ بصورتِ دیگر وہ نہ تو مسلمانوں کا داخلی وخارجی دشمنوں سے دفاع کرسکتا ہے اور نہ ان کا مقابلہ کرسکتا ہے اور نہ ہی رعایا کی نظر میں اس کی کوئی قدر ومنزلت ہوگی۔ دوسری جگہ امام شاہ ولی اللہؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

**فإن لم يكن شجاعاً ضعف عن مقاومة المحاربين ،ولم تنظر إليه الرعية إلاّبعين الهوان.(۲)**

اگر مسلمانوں کا سربراہ بہادر نہ ہو تو پھر وہ دشمنوں کے سامنے نہیں ڈٹ سکتا اور رعایا کی نظروں میں وہ بے حیثیت ہوگا۔

## شجاعت رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں:

نبی کریم ﷺ شجاعت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے:

(۱) ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۶۴، مقصد اول فصل هشتم.

(۲) حجة الله البالغة ج ۱ ص ۴۵. باب سير الملوك.

**۱۔ كان رسول اللهﷺ أحسن الناس،وأشجع الناس، وأجود الناس. كان فزع بالمدينة فخرج الناسُ قِبلَ الصوت. فاستقبلهم رسولُ اللهﷺ قدسبقهم فاستبرأ الفزع على فرس لأبي طلحةؓ عرى ماعليه سرج في عنقه السيف. فقال عليه الصلاة والسلام : " لم تراعوا ". (۱)**

نبی کریمﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ایک دفعہ مدینہ منورہ میں کسی افواہ کے باعث خوف پھیلا ہوا تھا، تمام اہلِ مدینہ حالات معلوم کرنے کے لیے شہر سے باہر نکل گیے ،تو سامنے سے نبی کریمﷺ نمودار ہوئے جو تمام اہلِ مدینہ سے پہلے خطرے کی جگہ تشریف لے جا چکے تھے اور حالات سے باخبر ہو چکے تھے اور آپﷺ حضرت ابوطلحہؓ کے بغیر زین کے گھوڑے پر سوار تھے اور آپﷺ کی نیام میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپﷺ نے لوگوں کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ ڈرو مت (کوئی خطرہ نہیں)۔

مذکورہ واقعہ سے بطورِ استدلال دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) آپﷺ کی شجاعت۔(۲) آپﷺ کا لوگوں کو تسلی دینا۔

۲۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے:

**لماحضر البأس يوم بدر اتقينا برسول الله ﷺ فمايكون منا أحد أقرب إلى القوم منه .(۲)**

جنگِ بدر کے موقع پر جب جنگ سر پہ آ پہنچی تو ہم حضور ﷺ کے بارے میں فکر مند تھے، جبکہ حضور ﷺ ہم میں سب سے زیادہ دشمن پر قریب سے حملہ آور ہونے والے تھے۔

(۱) مسلم شريف ج۲ ص ۲۵۲،كتاب الفضائل باب شجاعته ﷺ، بخاري ج۲ ص ۸۹۱، كتاب الأدب باب حسن الخلق.

(۲) مسند أبي يعلى ج۱ ص ۱۸۴ ، مسندعلي بن أبي طالبؓ رقم :۲۹۷.

## بادشاہ اور حاکم کے لیے شجاعت کی اہمیت :

بادشاہ اور حاکم کے لیے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ شجاع اور بہادر ہونا ضروری ہے۔
علامہ شیزریؒ (متوفی ۵۸۹ھ) لکھتے ہیں :

**اعلم! أن الشجاعة من أحد الأوصاف التي تلزم الملك أن يتصف بها ضرورة وإن لم تكن له طبعاً فيتطبع بها ليحسم بهيبته مواد الإطماع المتعلقة بقلوب نظرائه، ويحصل منه حماية البيضة ، ورعاية المملكة ، والذّبّ عن الرعية. (۱)**

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بادشاہ کے لیے لازمی صفات میں سے شجاعت بھی ہے۔ یعنی بادشاہ کو شجاعت کی صفت ضرور رکھنی چاہیے ۔ اگر شجاعت کا جذبہ بادشاہ اور حاکم میں طبعاً موجود نہ ہو، تو وہ اپنے آپ میں یہ جذبہ بتکلف پیدا کرے تاکہ اپنی ہیبت سے اپنے ہم مثل لوگوں کے دلوں سے طمع ختم کرے۔ اور شجاعت کا جذبہ رکھنے سے وہ اپنی مملکت کے حدود کا دفاع کرے، نیز ملک کی حفاظت اور رعیت کا دفاع بھی کرے۔

## شجاعت کے فائدے اور ثمرات :

علامہ شیزریؒ شجاعت کے فائدے اس طرح بیان کرتے ہیں :

**اعلم! أن ثمرة الشجاعة من الجند القر، والفر، وثمرتها من الملوک :الثبات، حتى يكون قطبا يدورون عليه ،ومعقلا يلجأون إليه ، هذا إذا كان بحضرته مَن يذب عنه من أعوانه الذين يثق بهم، فإذا لم يكن بحضرته مَن يذب عنه حسن منه حينئذ أن يذب عن نفسه: إما بالإقدام، وإما بالانهزام حيلة. (۲)**

(۱) المنهج المسلوک ص ۲۶۴ .الوصف الثالث الشجاعة .

(۲) المنهج المسلوک ص ۲۶۳/۲۶۶، الوصف الثالث الشجاعة .

جان لو! کہ جب کسی لشکر میں شجاعت موجود ہوتو وہ اپنے دشمن پر حملہ کرسکتا ہےاور مصلحت کی خاطر فرار بھی اختیار کرسکتا ہےاور جب بادشاہوں میں شجاعت کا جذبہ موجود ہوتو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل ثابت قدم ہوتے ہیں یہاں تک کہ بادشاہ رعایا کامحوراور مرکز بن جاتے ہیں۔رعایابادشاہ کوسب کچھ سمجھتے ہیں اورلوگ بادشاہ کواوراس کی مملکت کوبطور پناہ گاہ سمجھتے ہیں اور اس کے ہاں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ہاں اگراس کے مشیراس قابل نہ ہوں کہ وہ بادشاہ کا دفاع کر سکیں تو پھر بادشاہ خوداپنادفاع کرنے کی کوشش کرے گااوراس کے لیےمختلف تدابیراوراقدامات سوچنے کی کوشش کرے گا۔

## (۱۶) محبت اورلگن سے کام کرنا:

ایک اوراہم شرط کام سے لگن اورمحبت ہے، اسلامی ادارے میں اسلام اورمسلمانوں کی خدمت عبادت ہےاور یہ عبادت اہتمام اورمحبت کی بدولت ممکن ہے۔اگرادارے میں شریک اشخاص محبت کا جذبہ نہ رکھیں تو قیادت کامطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔

## دنیوی مصالح بھی عبادات ہیں:

شریعت نے دنیوی مصالح کو جودرجہ دیا ہے،اس کی اہمیت کااندازہ درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

**إن النفوس لاتقبل الحق إلّا بمايستعين به من حظوظهاالتيھی محتاجة إليها فتكون تلك الحظوظ عبادة .**

دنیوی زندگی میں جو چیزیں مدومعاون ہیں ان کے بغیرلوگ حق کوقبول نہیں کرتے ،اس بنا پر دنیوی امور بھی عبادت میں شمارہوں گے۔

پھرآگےرقم طراز ہیں:

**لأن العبادات لاتؤدى إلاّبهذا ، ومالايتم الواجب إلاّ به فهو واجب . (۱)**
کیونکہ عبادات ان کے بغیرادانہیں ہوتی ،اور جس کے بغیرواجب کی ادائیگی نہ ہوتی ہووہ بھی واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے:

**((و مَن لم يهتم للمسلمين فليس منهم )). (۲)**
جومسلمانوں کے کاموں کے انجام دہی کا اہتمام نہیں کرتا، درحقیقت وہ ان میں سے نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ اورخلفاے راشدینؓ تمام اجتماعی اورانفرادی خدمات محبت اور جذبے سے سرانجام دیتے تھے۔اور ہمارے لیےان حضرات کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔

## حضرت عمرؓ کاطرزِعمل:

خلیفۂ دوم :حضرت عمرؓ خلافت کے کاموں میں جب زیادہ مشغول ومنہمک ہونے لگےتو امورِخانہ داری اوراہل وعیال کی خبرگیری کے لیےخودوقت نہ دے سکتے تھے۔

اس وقت اپنی طرف سے عام خانگی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک بااختیارنائب مقررفرمایا۔ ان کانام مالک بن عیاضؓ تھا۔ (۳)

(یہ تقررمحض اس لیے تھاتاکہ حضرت عمرؓ امورخلافت کے لیےاپناپوراوقت دے سکیں۔یہ

(۱) الجوامع في السياسة الإلهية ص ٦١ . تقي أميني. أحكام شرعيه ميں حالات وزمانه كى رعايت ص ۵۵.

(۲) مستدرك على الصحيحين ج۴ ص۳۵٦، باب من أصبح والدنيا أكبر. رقم: ۷۹۰۲.
كنزالعمال ج۱۰ ص ۴۳۳ رقم: ۱۷۸۱۸.

(۳) ابن حجر. الإصابة في تميزالصحابة ج۳ ص ۴۸۴ ، ترجمة مالك بن عياض مولىٰ عمر.

بھی ان کی دیانتداری کا بلند اور واضح نمونہ ہے)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ فرماتے ہیں:

**شهدتُ عمرينظر في أمورالناس حتى تعالى النهار وافترق عنه الناسُ وقام إلى منزله . (۱)**

میں حضرت عمرؓ کے پاس اس حالت میں گیا کہ آپؓ لوگوں کے کاموں میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ دن چڑھ گیا، لوگ چلے گئے تو آپؓ بھی گھر تشریف لے گئے۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طرزِ عمل:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق امام ابو یوسفؒ (متوفی ۱۸۲ھ) لکھتے ہیں:

**كان قدفرغ بدنه، ونفسه للناس، وكان يقعد لحوائجهم يومه فإذا أمسى وعليه بقية مِن حوائجهم، حله بليلته فأمسى يوما، وقدفرغ من حوائجهم .(۲)**

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے آپ کو عوام کی مشکلات کے حل کے لیے فارغ کردیا تھا۔ دن کو وہ لوگوں کی ضروریات پورا کرنے بیٹھتے تھے اور اگر دن کو لوگوں کی ضروریات پوری نہ ہوتیں تو رات کو بھی وہ لوگوں کی ضروریات پوری فرماتے۔ بہرحال اکثر دن ان پر ایسے حال میں گذرتے کہ وہ لوگوں کی ضروریات پوری کر چکے ہوتے۔

## (۱۷) صبر کا مادہ رکھنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے صابر ہونا چاہیے کیونکہ صبر ایک ایسی صفت ہے کہ جو بھی اس کو اپناتا ہے اس امور سنبھلے لگتے ہیں اور اس کے تمام اعمال میں توازن پیدا ہونے لگتا ہے۔

(۱) مناقب عمر ص ۱۲۱ ، الباب التاسع والثلاثون في ذكر قوله وفعله في بيت المال .

(۲) كتاب الخراج ص ۵۳/۵۴ ، أبويوسف يوصي الخليفة .

## صبر کرنا اور مشکلات ومصائب کو برداشت کرنا:

ہر نئی جمعیت اور ملت اپنے پروگرام اور دستور کو عملی بنانے کے لیے بڑے صبر اور مصائب کا سامنا کرتی ہے اور اس ملت کے قائد کو اس تبدیلی لانے کے راستے میں بہت مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو تبدیلی یہ شخص اپنی نئی ملت میں لا رہا ہے۔

اس مقصد کے لیے کہ مقرر کردہ اہداف کا حصول ہو جائے اور اس پروگرام کی اچھے انداز میں تطبیق ہو جائے جس کے مطابق سفر جاری ہو تو مناسب ہے کہ اس کام کے لیے پہلے راہ ہموار کی جائے اور ایک مناسب اور طبعی فضا بنائی جائے اور ایسی فضا اور ماحول بنانے کے لیے بہت زیادہ مشقتوں اور کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔(۱)

## صبر کی تعریف:

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں :

**هو حبس النفس على ما يقتضيه العقلُ و الشرعُ أو عما يقتضيان حبسها عنه. (۲)**

صبر نفس کو ہر اس چیز کا پابند رکھنا ہے جس کا عقل اور شرع تقاضا کرتی ہے۔ یا صبر کا مطلب نفس کو ہر اس چیز سے روکنا اور منع کرنا ہے جس کا عقل اور شرع تقاضا کرتی ہے۔

امام جاحظؒ (متوفی ۲۵۵ھ) لکھتے ہیں:

**الصبر على الشدائد : خُلق مركب من الوقار والشجاعة.**

مصائب پر ثابت قدم رہنا ایسی صفت ہے جو بہادری، وقار اور شجاعت سے مرکب ہے۔

---

(۱) فوزي كمال أدهم . الإدارة الإسلامية ص ۲۴۵ ، شروط القيادة في الإسلام .

(۲) مفردات ص ۵۲۷۳.

علامہ سید سندؒ (متوفی ۸۱۲ھ) لکھتے ہیں :

**الصبر هو ترک الشکوی مِن ألم البلوی لغیر اللّٰه لا إلی اللّٰه. (۱)**

صبر کا مطلب ہے اپنے مصائب کی شکایت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ کرنا۔

امام مناویؒ (متوفی ۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں :

**قوّة مقاومة الأهوال والآلام الحسية والعقلية. (۲)**

زمانے کے حوادث اور خطرات سے نمٹنے کی طاقت رکھنا صبر کہلاتا ہے یعنی زمانے کی حسی اور عقلی تکالیف کا مقابلہ کرنا۔

## صبر قرآن کی روشنی میں:

قائدین کو آزمانا کہ اللہ تعالیٰ ان کو آزمانے کے لیے زمین ہموار کرتے ہیں کہ یہ لوگ اخلاص اور نیت کے صاف ہونے میں آزمائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے تیار ہو جائیں اور یہ ہر شبہے اور شائبے سے پاک اور منزہ کر دیے جائیں اور پھر مستقبل میں اپنے کام اور اہداف میں ان کو کامیابی سے ہمکنار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**﴿ الم –أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ –وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ ﴾ (۳)**

ترجمہ: الم (بعضے مسلمان کو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو (قسم قسم کے مصائب سے) آزمایا نہ جائے اور ہم تو (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں۔

(۱) التعریفات ص ۸۸، باب الصاد.

(۲) التوقیف علی مهمات التعاریف ج ۱ ص ۴۴۷، فصل الباء .

(۳) سورة عنكبوت آیت : ۱، ۲.

جوان سے پہلے (مسلمان) ہوگزرے ہیں۔ سواللہ تعالی ان لوگوں کو ظاہری علم سے بیان کرر ہے گا جو (ایمان کے دعویٰ میں سچے تھے) اور جھوٹوں کو بھی جان کرر ہے گا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴾ . (۱)

ترجمہ: اور ہم نے ان میں جب کہ انھوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنادیے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

فدلت الآية على أن النصاب لمنصب الإمامة و كون الرجل قدوةً في الدنيا أمران: الصبر يعني الزهد في الدنيا ، واليقين يعني العلم الصحيح الراسخ .(۲)

مذکورہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایک شخص کی امامت اور کسی منصب پر فائز ہونے کے لیے دو چیزیں نصاب ہیں: ایک صبر یعنی دنیا سے بے رغبتی اور دوسری یقین اور مضبوط علم۔

## صبر کی اقسام سنت کی روشنی میں:

نبوت کے مدرسہ میں امت کے لیے بہترین اور اعلیٰ درجہ کی رہبری کی تربیت ہوتی تھی کہ وہ ایک نمونہ اور مثال کی حیثیت رکھے اور وہ قیادت ہر قسم کی خواہشِ نفس اور شبہے سے پاک ہو اور اُس کے اپنا مکمل اختیار اور کنٹرول اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہو اور یہی معیار اور آئینہ قرآنی ہدایات اور رہنمائی سے مطابقت رکھتا ہے۔

---

(۱) سورة سجدة آیت :۲۴.

(۲) أحكام القرآن ج۳ ص ۲۸۵، سورة سجدة آیت ۲۴.

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ﴾ . (۱)

ترجمہ: تو آپ صبر کیجیے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لیے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجیے۔

تو اسی بنیاد پر قائدین اور حکام میں یہ بات ضروری ہے کہ وہ مصیبت اور تکلیف میں صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں اور اپنے پروردگار اور خالق کی مدد اور نصرت پر مکمل یقین رکھیں۔(۲)

نبی کریم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے:

(( الصبر ثلاثة : الصبر على المصيبة ، والصبر على الطاعة ، والصبر عن المعصية )). (۳)

صبر کی تین اقسام ہیں: ۱۔مصیبت کے وقت صبر۔ ۲۔طاعت الٰہی پر صبر۔۳۔گناہ سے بچتے وقت (نفس کی خواہش کے خلاف) صبر۔

## امام ماوردیؒ کی تشریح:

صبر کے اقسام بیان کرتے ہوئے امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

اعلم أن الصبر على ستة أقسام وهو في كل قسم منها محمود : أولاها: الصبر على امتثال ما أمر اللّٰهُ تعالى به ،والانتهاء عما نهى اللّٰهُ عنه .

جان لو! کہ صبر کی چھ اقسام ہیں اور صبر ہر قسم میں قابل ستائش ہے: پہلی قسم سے مراد اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالانے پر، اور منہیات سے رکنے پر صبر کرنا یعنی جمے رہنا۔یعنی شریعت پر استقامت اختیار کرنا ہے۔

(۱) سورة أحقاف آيت : ۳۵.

(۲) فوزي كمال أدهم . الإدارة الإسلامية ص ۲۴۶ ، شروط القيادة في الإسلام .

(۳) كنز العُمّال ج۳ ص ۲۷۳ رقم: ۶۵۱۵.

**هـذا الـنـوع مـن الـصبـر إنـما يكون لفرط الجزع ،وشدّة الخوف؛فإن مَن خاف اللّٰهَ صبر على طاعته ،ومَن جزع مِن عقابه ، وقف عند أوامره.**

صبر کی یہ قسم انسان میں خوف خدا کی زیادتی کی وجہ سے آتی ہے،اس لیے کہ جس میں خوف خدا ہو وہ اطاعتِ الٰہی پر جمے گا اور جو کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرا، وہ احکامات کو بجالائے گا۔

**الثـانـي:الـصبـرعلى ماتقتضيه أوقاته؛من رزية قداجهده الحزنُ عليها،أوحادثة قداستكده الكمدُوالهمُ بها؛فإن الصبرعليهايعقبه الراحةُ منها، ويكسبه المثوبةُ عنها؛فإن صبر طائعا،وإلاّاحتمل همّالازما،وصبرا كارها آثما .**

دوسری قسم اس چیز پر جمے رہنا ہے،جس کا اس کے اوقات تقاضا کرتے ہیں ۔ مثلاً کسی احسان یا نعمت کے فوت ہونے سے وہ پریشان ہو یا کسی حادثے کے بعد غم اور پریشانی میں مبتلا ہو۔ پس اگر مندرجہ بالا تکالیف پر صبر سے کام لے تو اس کے نتیجے میں اسے راحت اور ثواب حاصل ہوگا۔

اگر دل کی خوشی سے صبر کرے تو مذکورہ اجر ملے گا اور اگر بے صبری سے کام لیا جائے تو لازمی طور پر غمزدہ اور بادل نخواستہ صبر کر کے گنہگار رہوتا رہے گا۔

**الثـالـث : الصبر على مافات إدراكه مِن رغبة مرجوة،وأعوذنيله مِن مسرة مأمولة؛فإن الصبرعنها يعقب السلومنها ؛ والأسف بعد اليأس خرقٌ.**

تیسری قسم وہ ہے کہ جب انسان کو اپنی خواہشات میں کامیابی نہ ملے جس کی وہ امید رکھتا ہے یا وہ خوشی جس کے لیے وہ بے تاب ہوتا ہے اور اس کی امید رکھتا ہے تو اس صورت میں صبر کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے تسلی حاصل ہوگی؛ کیونکہ کسی نعمت کے حصول میں مایوسی کے بعد افسوس کرنا بے وقوفی اور جہالت ہے۔

---

**الـرابـع : الـصبـر فيـمـايخشى حدوثه من رهبة يخافها ،أويحذرحلوله من**

نـكبة يـخشـاها،فلايتعجل هَمّ مالم يأت ؛ فإن أكثر الهموم كاذبة ،وأن الأغلب من الخوف مدفوع.

چوتھی قسم کا صبر یہ ہے کہ انسان کو اس وجہ سے خوف لاحق ہو کہ مبادا کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جسے وہ پسند نہیں کرتا اور وہ خوف محسوس کرے، یا کسی انہونی مصیبت کے نزول کے خوف میں مبتلا رہتا ہے تو اس صورت میں پہلے سے غم وفکر نہیں کرنا چاہیے، جب تک تکلیف یا مصیبت نہ آئے ،اس لیے کہ کسی کام کے بارے میں خوف رکھنا اکثر بے معنی ہوتا ہے اور کسی چیز کے بارے میں غم و فکر اکثر فضول ہوتا ہے۔

الـخامس: الصبر فيمايتوقعه من رغبة يرجوها،وينتظره من نعمة يأملها؛فإن أدهشه التوقع لها،وأذهله التطلع إليها،انسدت عليه سبل المطالب،واستنفزه تسويل المطامع،فكان أبعد لرجائه،وأعظم لبلائه؛وإذاكان مع الرغبة وقورا،وعندالطلب صبورا ، انجلت عنه عماية الدهش ،وانجابت عنه حيرة الوله ، فابصررشده،وعرف قصده .

پانچویں قسم وہ صبر ہے، جب انسان اپنی مرغوب چیزوں کی اُمید رکھتا اور کسی نعمت کے حصول کے انتظار میں ہوتا ہے۔ اگر انسان اس نعمت کی توقع رکھنے سے حیران و پریشان ہوجائے اور اس کے حصول کے اسباب بھی معدوم ہوجائیں تو اسے اپنے مقاصد اور خواہشات پوری کرنے کی راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور طمع اور مختلف وسوسے اسے متنفر کردیتے ہیں۔ پس وہ اپنی امید سے بہت دور ہوجاتا ہے اور بڑی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی رعایا کے ساتھ وقار کا مالک بن جاتا ہے اور طلب کے ساتھ ساتھ صبر کرنے والا بھی ہو تو اس کی حیرانی و پریشانی ختم ہو جاتی ہے اور اس سے بدحواسی اور تکلیف بھی ختم ہوجاتی ہے اور وہ اپنا مقصد پالیتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

**السادس : الصبر علی مانزل من مکروہ ،أوحل من أمر مخوّف،فبالصبر في هذا تنفتح وجوہ الآراء ،و تستدفع مکایدالأعداء؛فإن مَن قلّ صبرہ عزب رأیه ،واشتدجزعه ،فصار صریعٌ همومُه ،وفریسةٌ غمومُه.(۱)**

چھٹی قسم وہ صبر ہے، جب انسان ناپسندیدہ چیز کے رونما ہونے کے وقت صبر کرے یا کوئی خوفناک چیز اس کے سامنے آجائے تو اس صورت میں صبر کرنا مختلف تفکرات سے نجات دلاتا ہے اور اس قسم کے صبر سے دشمنوں کی چالیں ختم ہو جاتی ہیں اس لیے کہ جس کے صبر کی مقدار کم ہوتی ہے تو اس کی نظر محدود ہوتی ہے اور اس کی پریشانی زیادہ ہوتی ہے پس وہ اپنے غموں کا پچھاڑا ہوا ہوتا ہے اور وہ آسانی سے اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

بعض حکماء فرماتے ہیں:

**الحوادث النازلة نوعان: أحدهما:لاحیلة فیه فدفعه بالصبر الدائم والإعراض عنه .الثاني: یمکن فیه الحیلة فدفعه بالصبر عنه إلی حین نفوذ الحیلة فیه. (۲)**

نازل شدہ مصیبتیں دو قسم کی ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کے دفع ہونے کی تدبیر نہیں ہوسکتی بلکہ ان کا مقابلہ دائمی صبر اور اس سے اعراض سے کیا جاسکتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جن سے بچاؤ کی تدبیر ممکن ہے اور اس کی مدافعت صبر ہی سے ہوسکتی ہے اور اس کے مقابلے کے لیے تدبیر بنانے پر حاکم قادر ہوتا ہے۔

## صبر کا حکم:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ (متوفی ۱۳۸۲ھ) نے اس کے ساتھ صبر کے احکام کی بھی تفصیل

(۱) أدب الدنیا والدین ص ۴۵۴-۴۵۸ ، أقسام الصبر.

(۲) المنهج المسلوک ص ۳۱۲ ، الوصف التاسع الصبر.

فرمائی ہے کہ صبر حکم کے اعتبار سے فرض، نفل، مکروہ اور حرام کی طرف منقسم ہوتا ہے۔ لہذا شرعی واخلاقی ممنوعات پر صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات پر صبر کرنا نفل ہے، اور اپنی یا اہل وعیال کی یا دینی محارم کی ہتک پر صبر کرنا حرام ہے اور ایسے امور پر صبر کرنا جو شریعت واخلاق کی نگاہ میں ممنوعات سے اُتر کر مکروہات میں داخل ہیں، مکروہ ہے۔(۱)

## مصائب کی تخفیف کے اسباب :

بعض اسباب ایسے ہیں جن کے اپنانے سے مصائب میں تخفیف آسکتی ہے۔

امام ماوردیؒ یہ اسباب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

**لتسهيل المصائب وتخفيف الشدائد أسباب إذا قارنت حزما وصادفت عزماهانَ وقعُها، وقلّ تأثيرُها وضررها.**

مصائب کی آسانی اور تکالیف کی تخفیف کے لیے چند اسباب ہیں اور جب یہ اسباب دور اندیشی، تجربہ اور انسانی عزم کے ساتھ شامل ہوجاتے ہیں تو پھر ان کی حیثیت کم ہوجاتی ہے اور ان کی تاثیر اور ضرر کم ہوجاتا ہے۔

**منها: استشعار النفس بماتعلمه من نزول الفناء، وتقضى المسار، وأن لهاآجالا منصرمة، ومددا منقضية . إذليس للدنيا حال تدوم، ولالمخلوق فيها بقاء .**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے نفس کو علم کے مطابق سمجھائے کہ موجودہ اسباب و اشیاء آخر فنا ہوجائیں گے اور یہ خوشی کے اسباب جو آج موجود ہیں ایک دن ختم ہوجائیں گے ؛اس لیے کہ یہ دنیا دائمی طور پر قائم نہیں رہ سکتی اور نہ مخلوق کو اس دنیا میں بقا اور دوام مل سکتا ہے۔

---

(۱) أخلاق اور فلسفۂ أخلاق ص ۵۰۵ .

ومنها: أن يتصور انجلاء الشدائد ،وانكشاف الهموم ،وإنها تتقدربأوقات لاتنصرم قبلها ،ولاتستديم بعدها،فلاتقصربجزع ،ولاتطول بصبر، وأن كل يوم يمرّبهافهويذهب منهابشطر،ويأخذ منها بنصيب، حتى تنجلي وهو عنها غافل.

اوران اسباب میں سے ایک یہ فکر کرنا ہے کہ یہ مصائب وتکالیف عارضی ہیں نہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ختم ہوں گی اور نہ اس سے دراز ہوں گی۔ یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ جزع وفزع سے نہ تو ان مصائب میں کوئی کمی آسکتی ہے اور نہ صبر کرنے سے اس میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ ہرروز انسان پراس حالت میں گزرتا ہے جس میں انسان کچھ مصائب اور تکالیف کا حصہ برداشت کرتا ہے اور کچھ حصہ اس پر آنے والا ہوتا ہے، یہاں تک کہ یہ مصائب ختم ہوجاتے ہیں اوراس کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

ومنها: أن يعلم أن فيماوقى من الرزايا،وكفى من الحوادث،ماهوأعظم من رزيته ،وأشد من حادثته، ليعلم أنه ممنوع بحسن الدفاع .

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جان لے کہ لوگوں کو جو مصائب وحوادث پہنچ چکے ہیں، وہ اس کے مصائب اور تکالیف کی بہ نسبت کہیں زیادہ اور بڑے ہیں تو اس وقت وہ سمجھے گا کہ وہ مذکورہ بڑے مصائب سے بفضل خدا تعالیٰ محفوظ ہے اور موجودہ مصائب وتکالیف ناقابل برداشت نہیں ہیں۔

منها:أن يتأسىٰ بذوي الغير،ويتسلى بأولي العِبَر،ويعلم أنهم الأكثرون عدداً، و الأسرعون مددا، فيستجد من سلوة الأسى، وحسن العزاء، مايخفف شجوه، ويقل هلعه.

اوران اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غیرت مندلوگوں کی پیروی کرے اورعبرت حاصل کرنے والے لوگوں سے تسلی حاصل کرے اور یہ بھی سمجھ لے کہ مذکورہ لوگ تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں اورانہیں تائیدِ خداوندی بھی حاصل ہے تو اس حالت میں اسے اپنی پریشانی اورغم کے مقابلے میں تسلی حاصل ہوجائے گی اوراس کے رنج اور بے صبری میں کمی آجائے گی۔

**ومنها: أن يعلم أن النعم زائرة ،وأنها لامحالة زائلة ،وأن السروربها إذا اقبلت،مشوب بالحذرمِن فراقها إذا أدبرت ، وأنها لاتمزج بإقبالها فرحا،حتى تعقب بفراقها ترحا؛فعلى قدر السرور يكون الحزن.**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ یہ بات سمجھ لے کہ دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں اور یہ ضرورایک نہ ایک دن ختم ہوجائیں گی اوران نعمتوں کے آنے سے اتنا خوش نہ ہونا چاہیے کہ اگر کہیں یہ نعمتیں ختم ہوجائیں تو پھرانسان اس پررنجیدہ ہو۔پس چاہیے کہ انسان اپنی خوشی کوآنے والے غم کے عین مطابق بنائے۔

**ومنها:أن يعلم أن سروره مقرون بمساء ة غيره،وكذلک حزنهمقرون بسرورغيره؛إذكانت الدنياتنتقل من صاحب إلى صاحب،وتصل صاحب بفراق صاحب،فتكون سرورا لمن وصلته ،وحزنا لمن فارقته .**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ انسان یہ سمجھ لے کہ اس کی خوشی سے اس کے مخالفین پریشان اورغمزدہ ہوتے ہیں اوراسی طرح اس کے غم اورتکلیف کوسن کراس کے دشمن خوش ہوجاتے ہیں اس لیے کہ یہ دنیا ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے۔ایک سے بھاگ کر دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے۔پس یہ جس کومل جائے وہ خوشی محسوس کرتا ہےاورجس سے چلی جاتی ہےاس کے لیے پریشانی کاباعث ہے۔

**ومنها: أن يعلم أن طوارق الإنسان من دلائل فضله ،ومحنه من شواهد نبله .**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ انسان سمجھ لے کہ پیش آنے والے حوادث ومشکلات اس کی فضیلت کے دلائل میں سے ہیں اوراس کو پیش آنے والے مصائب اس کے مرتبے اور بزرگی کے دلائل ہیں۔

**ومنها:مايعتاضه من الارتياض بنوائب عصره،ويستفيده من الحُنكة ببلاء دهره،فيصلب عوده،ويستقيم عموده ، ويكمل بأدنى شدته ورخائه ، ويتعظ بحالتي عفوه وبلائه .**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ اسے زمانے کے حوادث ومشکلات کے باعث ریاضت، مشقت اور تجربہ حاصل ہوتا ہے اوراس کے نتیجے میں اس کے جسم میں مضبوطی اور طاقت آجاتی ہے۔

**ومنها: أن يختبر أمورزمانه،ويتنبه على صلاح شأنه،فلايغتربرخاء ، ولايطمع في استواء،ولايؤمل أن تبقى الدنياعلى حالة،أوتخلومن تقلب واستحالة؛فإن مَن عرف الدنيا وخبرأحوالَها،هانَ عليه بؤسها ونعيمها. (۱)**

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ اسے زمانے کے امور پر علم حاصل ہوجاتا ہے اوراپنے حال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔پس نہ وہ دنیا کی نعمتوں کی کثرت سے دھوکہ کھاتا ہے اورنہ برابری کی حالت کی امید رکھتا ہے اورنہ یہ امید رکھتا ہے کہ دنیا ایک حالت پر قائم رہے گی یا حالات کے تغیر وتبدل سے خالی رہے گی اس لیے کہ جوکوئی دنیا کی حقیقت سمجھ لیتا ہے اوراس کے تمام احوال سے آگاہ ہوجاتا ہے تو پھراس کے لیے زمانے کی سختی اورنرمی نعمت آسان ہوجاتی ہے۔

---

(۱) أدب الدنيا والدين ص ۲۶۰-۲۶۷ ، الفصل الثاني في الصبر والجزع .

## (۱۸) حلم اور برداشت کا مادہ رکھنا:

رہنمائے قوم کے لیے ضروری ہے کہ وہ حلم اور نرمی کی صفت اپنا لے اور مصائب وتکالیف کی برداشت کا مادہ پیدا کرے۔

### حلم کی تعریف:

علامہ سید سندؒ (متوفی ۸۱٦ھ) لکھتے ہیں :

**الحلم : هو الطمانية عندسورة الغضب .وقيل : تأخير مكافأة الظالم . (۱)**

حلم شدتِ غضب کے وقت اطمینان کو کہتے ہیں ۔اور کہا گیا ہے کہ (حلم) ظالم کی سزا کو مؤخر کرنا ہے۔

حلم کا مطلب ہے بردباری یعنی باوجود یہ کہ قدرت رکھتا ہے اور پھر بھی غصے کی حالت میں نرمی سے کام لیتا ہے۔اس بنا پر متحمل مزاج شخص کو حلیم کہا جاتا ہے،حلم ایسی فضیلت ہے جو انسان کے کمالِ عقل،غلبۂ فرزانگی اور قوتِ غضب کے مقہور ومغلوب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔اس فضیلت کے ساتھ اگرچہ ہر شخص کو متصف ہونا چاہیے لیکن رہنما،قائد اور قوم کے ہادی میں اس فضیلت کا وجود از بس ضروری ہے ۔اس لیے کہ اُس کو قدم قدم پر ایسی آزمائشوں اور امتحانات سے پالا پڑتا ہے جن میں غصہ،غضب اور غیظ کا جوش میں آجانا فطری بات ہے۔پس اگر رہنمائے قوم میں یہ وصف بدرجۂ اتم موجود ہے تو وہ بلاشبہ قوم کی کشتی کو پار لے جائے گا۔اور ان خطرات سے باہر ہو کر ایک ماہر ملاح اور کامیاب کپتان ثابت ہوگا۔(۲)

---

**(۱) التعريفات ص ٦٣ ، باب الحاء .**

**(۲) حفظ الرحمٰن سيوهاروي . أخلاق اور فلسفهٔ أخلاق ص ٥٠٩ /٥١٠ ، حلم .**

## حلم کی اہمیت سنت کی روشنی میں:

حلم کی فضیلت عقل کی فضیلت سے زیادہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حلم بھی ہے اوراس کی صفات میں عقل کی صفت شامل نہیں ہے۔ بردبار ہے بلند شان ومرتبہ کا مالک ہے۔

حلم کی صفت حاکموں کے لیے مناسب وموزوں ہے کیوں کہ اس سے جسمانی راحت اور لوگوں کی طرف سے مدح وصفت کا حصول ہوتا ہے۔اور بہتر انجام اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے :

(( إن الرجل ليدرک بالحلم درجة الصائم القائم )).(١)

یقیناً آدمی حلم کے ذریعے روزہ دار اور رات کے وقت عبادت کرنے والے کا درجہ پا سکتا ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

(( الحليم سيّد في الدنيا ،وسيّد في الآخرة )).(۲)

حلیم دنیا میں بھی سردار اور آخرت میں بھی سردار ہے۔

۳۔ ایک جگہ ایک صحابی کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(( إن فيک خصلتين : يحبهما الله تعالى :الحلم ،والأناة )). (۳)

تم میں دو خوبیاں ہیں جو اللہ تعالی کو بہت پسند ہیں: حلم اور وقار۔

---

(۱) کنزالعُمّال ج۳ ص ۱۲۹ رقم: ۵۸۰۹.

(۲) کنزالعُمّال ج۳ ص ۱۲۹ رقم: ۵۸۱۰.

(۳) کنزالعُمّال ج۳ص ۱۲۹ رقم: ۵۸۱۱.

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے :

**(( ما أضيف شيء إلى شيء أفضل من حلم إلى علم )).(۱)**

کسی بھی چیز کا دوسری چیز کے ساتھ جمع ہونا، حلم کے علم کے ساتھ جمع ہونے سے زیادہ افضل نہیں۔

۵۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے :

**(( ما أعز اللّٰهُ بجهل قط،ولا أذل اللّٰهُ بحلم قط،ولا نقصت صدقة من مال قط )) . (۲)**

اللہ تعالیٰ (کا دستور ہے کہ اس) نے کسی انسان کو جہل کی وجہ سے عزت نہیں دی اور نہ (ایسا ہوا ہے) کہ اللہ تعالی نے کسی انسان کو حلم اور بردباری کی وجہ سے ذلیل ورسوا کیا ہو اور نہ (کبھی ایسا ہوا ہے کہ) صدقہ وخیرات کرنے سے کسی کے مال میں کمی واقع ہوگئی ہو۔

## حضرت علیؓ کا قول:

حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

**مَن حلم ساد ،ومَن تفهم ازداد . (۳)**

جس نے حلم اور برداشت کا مادہ اپنا لیا وہ سردار بن گیا اور جس نے علم حاصل کیا اس کی عزت میں اضافہ ہوگیا۔

---

(۱) کنزالعُمّال ج۳ ص ۱۳۲ رقم: ۵۸۲۹.

(۲) کنزالعُمّال ج۳ ص ۱۳۲ رقم: ۵۸۳۰.

(۳) المنهج المسلوک ص ۳۳۶ ، الوصف الثالث عشر: الحلم .

## حضرت معاویہؓ کا قول:

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں:

**إني لأرفع نفسي أن يكون لي ذنب أوسع من حلم.(۱)**

میں اپنی ذات سے اس بات کو بالاتر سمجھتا ہوں کہ میرا کوئی گناہ میرے حلم سے زیادہ ہو۔

## حضرت احنف بن قیسؒ کا قول:

اس طرح حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں:

**ماجهِل عليّ أحدٌ إلاّ أخذتُ في أمره باحدىٰ ثلاث خصال: إن كان أعلى مني عرفتُ له قدره، وإن كان دوني رفعتُ قدري عنه، وإن كان نظيري تفضلتُ عليه. (۲)**

جو میرے ساتھ جہل کا لین دین کرے میں اس کے عمل کا تین طریقوں سے جائزہ لیتا ہوں: اگر یہ شخص مجھ سے مرتبہ اور حیثیت میں اعلیٰ ہو تو میں اس کی حیثیت پہچان لیتا ہوں اور برداشت کرتا ہوں اور اگر یہی شخص مجھ سے مرتبے اور حیثیت میں کم ہو تو مجھ کو اپنی قدر ومنزلت اس سے بلندتر معلوم ہوتی ہے، اور اگر یہی شخص میرے ساتھ مرتبے میں برابر ہو تو مجھے اس پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

## حکام کے لیے حلم اور نرمی کی ضرورت واہمیت :

خصوصاً حکام کو صابر اور متحمّل مزاج ہونا چاہیے۔

---

(۱) المنہج المسلوک ص۳۳۸. ابن قتیبہ. عیون الأخبار ج۱ ص۲۸۳. ابن عبدربہ. العقدالفرید ج۲ ص۱۱۹.

(۲) المنہج المسلوک ص۳۳۹. ابن عبدربہ. العقدالفرید ج۲ ص۱۲. ابن قتیبہ. عیون الأخبار ج۲ ص۲۳.

حضرت عمرو بن العلاءؒ نے فرمایا ہے:

**كان أهل الجاهلية لايسودون إلاّمَن فيه ست خصال وتمامهن في الإسلام سابعة : السخاء، والنجدة ، والصبر ، والحلم ، والبيان ، والتواضع ، وتمامهن في الإسلام : الحياء. (۱)**

زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنی حاکمیت اس شخص کے حوالے کرتے تھے جو چھ صفات سے موصوف ہوتا تھا اوران سب کا کمال دینِ اسلام کی ایک ساتویں صفت میں ہے، وہ صفات یہ ہیں :سخاوت ،شرافت ، بزرگی ،صبر ،حلم ،تقریر کی قوت ،تواضع اور اسلام میں ان تمام صفات کی تکمیل حیاء ہے۔

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ نے فرمایا ہے:

**إن أهل الجاهلية لم يكونوا يسودون عليهم أحدا لشجاعة ،ولالسخاء إنما كانوا يسودون مَن إذاشتم حلم،وإذاسئل حاجة قضاها،أوقام معهم فيها. (۲)**

زمانۂ جاہلیت میں لوگ کسی شخص کو اس کی بہادری اور سخاوت کی وجہ سے سردار نہیں بناتے تھے؛ بلکہ وہ اُس شخص کو سردار بنانا پسند کرتے تھے ،جس کو جب گالی دی جاتی تو وہ برداشت کر لیتا اور جب اس سے حاجت بیان کی جاتی تو وہ حاجت روائی کرتا۔ یا ان کے ساتھ اس کام میں معاون بن جاتا۔

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

**إن لم يكن حليماً كاد يهلكهم سطوته. (۳)**

---

(۱) روضة العقلاء ص۴۳۷ ، ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

(۲) روضة العقلاء ص۴۳۵ ، ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

(۳) حجة الله البالغة ج ۱ ص ۴۵ ، باب سيرة الملوك .

مسلمانوں کا حاکم اگر حلیم الطبع اور نرم دل نہ ہوتو عنقریب اپنی جوش اور جلد بازی کی وجہ سے اپنی رعیت کو ہلاک کر دے گا۔

اسی طرح علامہ قادری لکھتے ہیں:

**إن ولي أمر المسلمين أحوج إلى التحلي بصفة الحلم والصبر عن غيره لأمور:**

**الأول: مسؤوليته عن الناس الذين ولاه اللّٰهُ أمرهم ،وهم ليسوا سواء في الصلاح،والتقوى،والصبر،والتحمل،وحسن الخلق،والاستجابة السريعة لطاعة اللّٰه ورسوله وأولى الأمر فيهم،بل فيهم مَن هو كذلک ، وفيهم مَن هو دون ذلک ، وقيادتهما إلى الخير تحتاج إلى سعة صدر،وحلم ، وصبر،في وليّ الأمر ليتمكن من قيادتهم بالحكمة والصبر.**

اور مسلمانوں کا حاکم چند وجوہات کی بنا پر دوسروں کی نسبت حلم وصبر جیسی صفات کا زیادہ محتاج ہے۔پہلی وجہ تو اس کی ان لوگوں کے حوالے سے ذمہ داری ہے جن پر اللہ تعالی نے اس کو والی بنایا ہے۔کہ وہ لوگ آپس میں تقوی،صلاح،صبر،تحمل،اخلاق حسنہ اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ اور اپنے حاکم کا حکم بلا حیل وحجت ماننے میں برابر نہیں ، بلکہ بعض ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مذکورہ صفات سے موصوف ہوتے ہیں اور بعض ان سے درجہ میں کم ہوتے ہیں اب اچھائی کی طرف ان سب کی راہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ سربراہ حکومت وسیع الظرف، متحمل اور صابر ہوتا کہ وہ پوری دانش او صبر واستقامت سے اُن کی قیادت وراہنمائی کر سکے۔

**الأمر الثاني: تمكن وليّ الأمر من استعمال القوة في أغلب الأحيان،فلولم يكن حليما لأرهق الناس في أوقات غضبه في أمور قد يندم على تعاطيها إذا زال غضبه،ويتكرر ذلک منه فيحصل بينه وبين رعيته الحقد والشقاق،والكراهية ،**

**وتلک مؤدية إلى التنازع ،والفشل ،وعدم الاستقرار. بخلاف الحليم الصبور فإنه قديَسيء إليه بعض رعيته فيكظم غيظه ويصبر ،ويحلم .**

**فيكون ذلک سبباًلتاليف قلوبهم ؛لأن الرعية إذا رأت ولي أمرهايحلم عليها،وهوقادرأن ينتقم منهابسبب وجود القوة بيده فاء ت إلى رشدها، و علمتُ أنها أساء تُ إلى مَن أحسن إليها.فيكون ذلک سببافي إقلاعهاعن الإساء ة إليه، وفي زيادة محبته ، وإزالة كراهته من قلوبها. (١)**

دوسری وجہ یہ ہے کہ حاکم اپنی قوت کے استعمال پر عام حالات میں قادر ہوتا ہے۔تو اگر حاکم حلیم نہ ہوتو وہ اپنے غصے کی حالت میں ایسے کام سرانجام دے گا کہ غصہ کے بعد پھر پشیمان ہوگا اور ایسے کام کرے گا کہ بالآخر اس کے اور رعیت کے درمیان کینہ، اختلاف اور ناپسندیدگی پیدا ہوگی اور یہ نزاع ناکامی بزدلی اور عدمِ استقرار کا باعث ہوگا۔اس کے برعکس اگر حاکم بردبار اور صابر ہو تو رعایا میں اگر بعض افراد اس کے ساتھ برا سلوک بھی کریں تو وہ اپنے غصے کو پی کر تحمل اور صبر کرے گا اور یہی دلوں کی محبت اور جوڑ کا باعث بنے گا۔

اس لیے کہ جب بھی لوگ اپنے حاکم کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے حلم کا سلوک کرتا ہے؛ حالانکہ ان سے اپنی قوت کی وجہ سے انتقام لینے پر قادر بھی ہے تو یہ لوگوں کی راہ روی کا باعث ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص اس حاکم کے ساتھ برائی سے پیش آتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔تو یہ اس کا باعث بن جاتا ہے کہ برائی کرنے والا اپنے حاکم کے ساتھ برائی کرنا چھوڑ دے گا اور محبت میں اضافہ ہو جائے گا اور دلوں سے نفرت ختم ہو جائے گی۔

---

(١) الكفاء ة الإدارية ص ٥٥ /٥٦، المبحث الثالث الحلم والصبر.

## حلم کے فوائد:

حلم دنیوی اوراخروی فوائد رکھتا ہے۔خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ نے فرمایا ہے:

**أول عوض الحليم من حلمه : أن الناس أنصاره.**

حلیم انسان کواپنے حلم کا جو پہلا معاوضہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے معاون بن جاتے ہیں۔

امام ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں :

**لما فيه من سلامة العرض ، وراحة الجسد ، وإجتلاب الحمد .(۱)**

حلم عزت کی سلامتی،جسم کی راحت اورلوگوں میں نیک تعریف کا باعث ہے۔

## حصولِ حلم کے اسباب :

انسان میں حلم کی صفت پیدا ہوسکتی ہے،مگراس کے حصول کے لیے چنداسباب ہیں۔

## امام ماوردیؒ کی تحقیق:

امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

**أسباب الحلم الباعثة على ضبط النفس عشرة :**

حلم کے وہ اسباب جن سے نفس پر قابو پایا جاسکتا ہے،دس ہیں:

**أحدها: الرحمة للجهال من خير يوافق رقة .**

ان میں سے پہلاسبب جاہل لوگوں پر کے لیے رحمت ہواس خیر میں سے جونرمی کے موافق ہے۔

---

(۱) أدب الدنيا والدين ص۳۹۷.الفصل الرابع في الحلم والغضب مدح الحلم .

**والثاني من أسبابه: القدرة على الانتصار، وذلك من سعة الصدر وحسن الثقة.**

اور دوسرا سبب انتقام لینے پر قدرت رکھنا ہے اور یہ فراخدلی اور اچھے اعتماد کا نتیجہ ہے۔

**الثالث من أسبابه: الترفع عن السباب ، و ذلك من شرف النفس وعلو الهمة.**

تیسرا سبب گالی دینے سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور یہ شرافتِ نفس اور عالی ہمتی کی نشانی ہے۔

**الرابع من أسبابه: الاستهانة بالمسيء ،وذلك عن ضرب من الكبر والإعجاب .**

ان اسباب میں سے چوتھا سبب یہ ہے کہ ایک بدکردار انسان آپ کی نظر میں کمتر دکھائی دے اور یہ ایک قسم کی نخوت اور تکبر کا نتیجہ ہے۔

**الخامس من أسبابه : الاستحياء من جزاء الجواب ،وهذا يكون من صيانة النفس ، وكمال المروة.**

ان میں سے پانچواں سبب بدلہ میں جواب دینے سے حیا کرنا ہے اور یہ تحفظ نفس اور کمالِ مروت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

**السادس من أسبابه: التفضل على الساب. فهذا يكون من الكرم ،وحب التألف.**

چھٹا سبب بدگو شخص کے ساتھ احسان کرنا ہے یہ احسان اور باہمی جوڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

**السابع من أسبابه: استكفاف الساب،وقطع السباب وهذا يكون من الحزم.**

ساتواں سبب یہ ہے کہ بدگو شخص کے جواب میں بُرا کہنے سے باز رہے اور اس کی بدگوئی اور گالی گلوچ کو خاموشی کے ساتھ ختم کرے اور یہ تجربے کا نتیجہ ہے۔

**الثامن من أسبابه: الخوف من العقوبة على الجواب . وهذا يكون من ضعف النفس ، وربما أوجبه الرأي ، واقتضاه الحزمُ .**

آٹھواں سبب جواب دینے پر سزا سے خوف کرنا ہے اور یہ ضعفِ نفس کی علامت ہے اور کئی بار اس جواب کو رائے وفکر واجب قرار دے دیتا ہے اور یہ احتیاط کا تقاضا ہوتا ہے۔

**التاسع من أسبابه: الرعاية ليدسالفة ،وحرمة لازمة ،وهذا يكون من الوفاء ،وحسن العهد.**

نواں سبب قدیم احسان اور عزت وحرمت کی رعایت ہے، اور یہ وفا اور اچھے وعدہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

**العاشرمن أسبابه:المكر،وتوقع الفرص الخفية،وهذايكون من الدهاء.(۱)**

دسواں سبب تدبیر سازی اور مناسب وقت کا انتظار کرنا ہے کہ یہ عقل اور ہوشیاری کا تقاضا ہے۔

## علامہ شیزریؒ کی تحقیق:

علامہ شیزریؒ نے حلم وبرداشت کے مندرجہ ذیل پانچ اسباب بیان فرمائے ہیں:

**أحدها: الترفع مِن السفيه والاستهانة به ،وإطراح جانبه .**

پہلا سبب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بے وقوف انسان سے بالاتر سمجھے اور اس کو اپنے آپ سے کمتر سمجھے۔

**الثاني: أن يكون السفيه ممن له خدمة سالفة ،وحرمة لازمة،فيراعي منه ذلك فيحلم عنه لأجله .**

دوسرا یہ کہ مقابل بے وقوف انسان گذشتہ زمانے میں اس کا خادم رہا ہو اور اس کا احترام اس

(۱) أدب الدنيا والدين ص ۳۹۸/۴۰۴ ، أسباب الحلم .

پر لازم ہو اور اسی خدمت کا لحاظ رکھے اور اسی وجہ سے تحمل اور برداشت کرے۔

**الثالث: الرحمة له والرأفة به لضعفه عن القدرة عليه .**

تیسرا یہ کہ اپنے مقابل پر مہربانی اور نرمی اس وجہ سے کرے کہ وہ ضعیف ہے اور انتقام لینے پر قادر نہیں ہے۔

**الرابع: أن يتألفه بالحلم، ويتفضل عليه به.**

چوتھا یہ کہ اپنے مدمقابل کے ساتھ حلم کے ذریعے الفت پیدا کرے اور اس پر حلم کی وجہ سے مہربانی کرے۔

**الخامس: الاستحياء من الله تعالى ومن الحاضرين أن يجيب السفيه بسفه مثله.**

پانچواں یہ کہ اللہ تعالی اور اپنے حاضرین مجلس سے حیا کرے، اس بات سے کہ بے وقوف انسان کو اس کی بے وقوفی جیسا جواب دے۔

**وينبغي للملک أن يعرض على نفسه هذه الأسباب عند هيجان الغضب ليجلب إليه الحلمَ واحدٌ منها. (۱)**

بادشاہ اور حاکم کے لیے یہی ضروری ہے کہ اپنے آپ پر غصے کی حالت میں ان اسباب کو ملحوظ رکھے، جن میں سے کسی ایک سبب سے اس کو حلم حاصل ہو جائے۔

امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں ......................... ؎

**يخاطبني السفيهُ بكل قبح ☆ فأكره أن أكون له مجيباً**

**يزيد سفاهة فأزيد حلماً ☆ كعود زاده الإحراق طيباً (۲)**

(۱) المنهج المسلوک ص ۳۴۲،۳۴۳، الوصف الثالث عشر: الحلم .

(۲) ديوان امام شافعيؒ ص ۲۰ ، دواء السفاهة بالحلم .

میرے ساتھ بے وقوف شخص پوری قباحت کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے لیکن میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ اسے جواب دوں۔

وہ اپنے گفتار میں اپنی بے وقوفی کی وجہ سے زیادتی کرتا ہے اور میں حلم میں بڑھتا چلا جاتا ہوں۔ جیسا کہ عود کی لکڑی جتنی زیادہ جلتی ہے اتنی ہی زیادہ خوشبو دیتی ہے (یعنی جتنا بے وقوف شخص اپنی بے وقوفی میں اضافہ کرتا ہے تو اتنا میرے حلم میں بھی اضافہ ہوتا ہے)۔

## حلم اور برداشت کے مواقع:

حلم اور بردباری حاکم کے لیے ایک اہم صفت ہے، لیکن بعض اوقات حلم میں مصلحت نہیں ہوتی؛ بلکہ مجرم کو سزا دینے میں مصلحت ہوتی ہے۔ علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں:

**اعلم أن الحلم ليس بمحمود في كل المواطن؛ لأنه قد يطرأ على الملك من الأمور ما يكون الحلم معها مفسدة، والتراخي عنها مضرة؛ لأن الرعية على قسمين: قسم لا يخشى فسادهم، ولا يضره ما صدر عنهم فإطراح الملك لهم، و الترفع عن مجازاتهم أليق، والاستهانة بهم أصون، وقسم لا يمكن للملك إهمال أمرهم، وإطراح جانبهم .إما لخوف شرّهم، أو للزوم أمرهم فردعهم بالأفعال الزاجرة أولى للملك من الحلم عنهم حتى لا يزدادون بالحلم شراًو تمردا.(۱)**

ہر وقت حلم اور برداشت حاکم کے لیے اچھی صفت نہیں، کیونکہ بادشاہ کے سامنے ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں جس میں حلم اور برداشت فساد کا باعث بنتا ہے اور مجرم کی سزا میں تاخیر مضر ہوتی ہے اس لیے کہ رعیت کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ جن سے فساد کا خطرہ نہیں ہوتا اور ان کے اعمال سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہو اگر بادشاہ اور حاکم ایسے لوگوں کے متعلق حلم اور صبر سے کام لے

(۱) المنهج المسلوك ص ۳۴۳، الوصف الثالث عشر: الحلم.

اور انھیں سزا نہ دے تو یہ بادشاہ کے لیے ایک جائز عمل ہے اور اس صورت میں بادشاہ اہانت سے محفوظ رہتا ہے۔ دوسری قسم وہ لوگ ہیں کہ بادشاہ کے لیے ممکن نہیں کہ ان کے کاموں سے غافل رہے اور انہیں ان کے شر کے خوف سے بُرے اعمال کی سزا نہ دے۔

یا اس وجہ سے سزا نہ دے کہ یہ لوگ ہمیشہ برے اعمال کرتے رہتے ہیں، بلکہ حاکمِ وقت انھیں ان کاموں سے سزاؤں کے ساتھ روکے گا اور سزائیں دینا بادشاہ اور حاکم کے لیے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ تحمل اور برداشت سے کام لے اور سزا نہ دے، تاکہ بادشاہ کے حلم کے سبب سے ان کا فتنہ اور سرکشی نہ بڑھ سکے۔

علامہ قادری لکھتے ہیں :

**ليس بكاف أن يستعمل قوته ويعسفهم على الحق عسفافي كل الأحوال، فقد تنفع الشدة أحياناً ،وقد ينفع الصبرو الحلم أحياناأخرى ، ولولم يكن وليّ الأمر حليمالأذاق الناسَ سوء العذاب في أغلب أوقاته.(۱)**

اور محض یہ کافی نہیں کہ حاکم اپنی قوت کا استعمال کرے اور ہر حال میں لوگوں کے ساتھ سختی کرے ہاں! کبھی تشدد کرنے سے فائدہ ملتا ہے اور کبھی تحمل سے، اگر حاکم صابر نہ ہو تو عوام کو اکثر اوقات میں سخت تکلیف پہنچے گی۔

## (۱۹) قدرت کے باوجود معاف کرنا:

ادارے کے سربراہ میں عفو کی صفت ضروری ہے۔

### عفو و درگزر کی تعریف :

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں :

---

(۱) الكفاءة الإدارية ص ۵۵ ، المبحث الثالث الحلم و الصبر.

**العفو : ترک المؤاخذة بالذنب. (۱)**

مجرم کو سزا نہ دینا عفو کہلاتا ہے۔

عفو وہ بنیادی صفت ہے جو حکومت کی ترقی اور بقا میں بہت مؤثر ہے اور حکام کے لیے ایک لازمی صفت ہے۔قرآن کریم کی بہت سی آیتوں سے عفو کا حکم اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔

امام قلعیؒ (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

**اعـلم ! أن الحلم محمود في محله، والعفو مستحسن إذا استعمل مع أهله .قال الله تعالى : ﴿ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ﴾. (۲) – (۳)**

جان لو! کہ حلم اپنی جگہ محمود ہے اور اہل شخص کو معافی دینا اچھا کام ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

ترجمہ: اور تمھارا معاف کر دینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

**﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (۴)**

ترجمہ: اور غصّے کے ضبط کرنے والے، اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

**﴿ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴾. (۵)**

ترجمہ: اور جب غصہ آئے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔

(۱) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ۲۳۴ ، الباب التاسع الحلم العفو .

(۲) سورة بقرة آيت : ۲۳۷.

(۳) تهذيب الرياسة ص ۱۳۰ ، في ذكر العفو .

(۴) سورة آل عمران آيت : ۱۳۴.

(۵) سورة شورى آيت : ۳۷.

## عفوودرگزرقرآن کی روشنی میں:

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے عفوکا حکم اوراہمیت واضح ہوتی ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایاہے:

﴿ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾. (۱)

ترجمہ: سوآپ ان کومعاف کردیجیے۔اوران سے درگزرکیجیے۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتاہے۔

ایک اورجگہ اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾. (۲)

ترجمہ: سرسری برتاؤکوقبول کرلیاکیجیےاورنیک کام کی تعلیم کردیاکیجیےاورجاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایاکیجیے۔

## عفوودرگزراحادیث کی روشنی میں :

رسول اللہ ﷺ کی بہت سے قولی اورعملی احادیث سے عفوودرگزرکی اہمیت اورفائدے ثابت ہوتے ہیں۔

ارشادنبوی ﷺ ہے:

(۱) ((أحسنوا إذا وليتم ،واعفوا عماملكتم)). (۳)

جب تمھیں کوئی ذمہ داری سونپی جائےتواحسان کرواورہراس چیزسے درگزرکروجس کےتم مالک بن گئے ہو۔

(۱) سورة مائده آيت : ۱۳.

(۲) سورة أعراف آيت : ۱۹۹.

(۳) كنزالعُمّال ج۶ ص۶ رقم : ۱۴۵۰.

اسی طرح حدیث قدسی میں ہے:

**(۲) إن نبي الله موسىٰ عليه السلام قال: يارب! أيّ عبادك أعزعليك؟. قال: الذي إذا قدر عفا. (۱)**

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: کون سا بندہ آپ کو محبوب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ انسان جو باوجود قدرت کے انتقام نہیں لیتا اور عفوودرگزر کرتا ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**(( العفو لايزيد العبدَ إلاّعزا، فاعفوا يعزكم اللّٰهُ )). (۲)**

عفوودرگزر سے انسان کی عزت بڑھ جاتی ہے پس تم عفوودرگزر کرو، اللہ تعالیٰ تمھیں عزت دے گا۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**(( مَن عفا عند قدرة عفى اللّٰهُ عنه يوم العثرة )). (۳)**

جس نے قدرت کے باوجود معاف کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن درگزر فرمائے گا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

**(( العفو أحق ما عمل به )). (۴)**

عفو عمل کیے جانے والی چیزوں میں عمل کے زیادہ لائق اور حقدار ہے۔

(٦) حدیث شریف میں ہے: کہ جب غورث بن حارث کافر نے مسلمانوں کی طرف سے

---

(۱) منهاج الصالحين ص ۹۲۸.

(۲) کنزالعُمّال ج۳ ص۳۷۵ رقم: ۷۰۱۲.

(۳) کنز العُمّال ج۳ ص۳۷۷ رقم: ۷۰۲۳.

(۴) کنزالعُمّال ج۳ ص ۳۷۳ رقم: ۷۰۰۳.

غفلت کو محسوس کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ پر تلوار سونتی اور کہا:

کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: بالکل نہیں! مشرک نے پھر کہا: تمھیں کون بچائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: میرا اللہ! مشرک کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور نبی کریم ﷺ نے اٹھائی آپ ﷺ نے پوچھا: اب تمھیں کون بچائے گا؟ مشرک نے کہا: آپ ﷺ ہی بہترین سلوک کرنے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔

مشرک نے کہا: میں اسلام تو نہیں لاتا البتہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں نہ تو آپ سے جنگ کروں گا اور نہ آپ ﷺ کے خلاف جنگ میں کسی کے ساتھ تعاون کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس مشرک کو چھوڑ دیا۔ مشرک اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا:

**جئتكم من ثم خير الناس.(۱)**

میں تمھارے ہاں لوگوں میں سے بہترین شخص کے پاس سے آیا ہوں۔

(۷) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

**((عفو الملوک أبقى للملک)).(۲)**

بادشاہ کا درگزر کرنا ملک کی بقا کے لیے بہت اہم ہے۔

## عفو و درگزر خلفاے راشدینؓ کی نظر میں:

خلفاے راشدینؓ کے اقوال اور تعامل سے عفو کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

اس بارے میں ذیل میں چند خلفاء کے اقوال درج کیے جاتے ہیں:

---

(۱) صحيح ابن حبان ج ۷ ص ۱۳۸ رقم :۲۸۸۳، مستدرک ج۳ ص ۳۱ رقم : ۴۳۲۲. مسند أبي يعلیٰ ج۳ ص ۳۱۳ رقم: ۱۷۷۸.

(۲) كنز العُمّال ج٦ ص ۷۴ رقم:۱۴۷۸۷.

## حضرت عمرؓ کے اقوال:

خلیفۂ دوم: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :

۱۔ أفضل العفو عند القدرة. (۱)

بہترین درگزر یہ ہے کہ انسان قدرت کے باوجود انتقام نہ لے۔

۲۔ أحلم الناس مَن عفى بعد القدرة. (۲)

تم میں سب سے زیادہ بردباراور حلیم وہ شخص ہے جو قدرت کے باوجود عفوودرگزر کرے۔

۳۔ إذا حضرتمونا فاسئلوا في العفو جهدكم ، فإني إن أخطىء في العفو أحب إليّ من أن أخطىء في العقوبة . (۳)

جب آپ لوگ میرے سامنے آجائیں تو خوب کوشش سے معافی مانگیں ؛ کیونکہ اگر میں درگزر کرنے میں غلطی کروں، تو یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کروں۔

## حضرت معاویہؓ کے اقوال:

۱ . إن أولى الناس بالعفو : أقدرهم على العقوبة ،وإن أنقص الناس عقلاً : من ظلم من هو دونه . (۴)

لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جو قدرت کے باوجود سزا دینے کی بجائے عفوودرگزر کرے اور تم میں سے بڑا بے وقوف شخص وہ ہے جو اپنے ماتحتوں پر ظلم کرتا ہے۔

---

(۱) المنهج المسلوک ص۳۱۷ ، الوصف العاشر العفو.

(۲) موسوعة آثار الصحابة ج ۱ ص۲۳ رقم :۵۰۵.

(۳) كنزالعُمّال ج۳ ص ۷۳۵رقم :۸۶۱۰. موسوعة آثار الصحابة ج ۱ ص۱۳۶ رقم : ۶۵۱.

(۴) المنهج المسلوک ص۳۱۷.العقد الفريد ج۲ ص۹۴. قيرواني . زهرالآداب ج ۱ ص۵۳.

**۲. إني لأنف أن يكون في الأرض جهل لا يسعه حلمي ، و ذنب لا يسعه عفوي، و حاجة لايسعها جودي.(۱)**

میں نہیں چاہتا کہ زمین پر جہل اتنا زیادہ ہو جائے میرا حلم اس کا احاطہ نہ کر سکے اور زمین میں ایسا گناہ ہو کہ میرا عفو اس کا احاطہ نہ کر سکے اور اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہوں کہ زمین میں ایسی حاجت ہو کہ میری سخاوت اس کو پوری نہ کر سکے۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول :

عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں :

**أحبّ الأمور إلى اللّٰه ثلاثة : العفو في القدرة، و القصد في الجدة، و الرفق في العبادة، وما رفق أحد بأحد في الدنيا إلاّ رفق اللّٰهُ به يوم القيامة. (۲)**

اللہ تعالیٰ کو تمام امور میں سب سے زیادہ محبوب تین کام ہیں:۱۔ قدرت کے باوجود عفو و درگزر کرنا۔ ۲۔ محنت اور کوشش میں میانہ روی کرنا۔۳۔ مخلوقِ خدا کے ساتھ نرمی کرنا اور جو شخص دنیا میں کسی کے ساتھ رحم دلی کرے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے ساتھ نرمی فرمائے گا۔

## ادارے کے سربراہ کے لیے عفو و درگزر کی اہمیت :

خاص طور پر ادارے کے سربراہ کے لیے عفو و درگزر کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں :

**اعلم ! أن وصف العفو خليق بالملك لما فيه من المزية، وكمال مصلحة الرعية، لأن الملك متى عاقب على الزلة ، وقابل على الهفوة، وأخذ بالجرم**

---

(۱) تهذيب الرياسة ص ۲۰۲ ، باب ذكر العفو.

(۲) روضة العقلاء ص ۲۸۱.

**الصغير، ولم يتجاوز عن الكبير قبحت سيرته ، وفسدت سريرته .(١)**

عفوودرگزر کی صفت کسی بادشاہ اورحاکم کے لیے بہت ضروری ہے اس لیے کہ اس کی بدولت فضیلت حاصل ہوتی ہے اوراس میں رعایا کی مصلحت ہے۔جب بادشاہ کسی مجرم کوسزادے اور غلطی اورلغزش پر مؤاخذہ کرے اور معمولی جرم کی وجہ سے مجرم کوسزادے اور بڑے مجرم کومعاف کرے،تواس حالت میں اس کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں اوراس کا باطن فاسد ہوجاتا ہے۔

امام ثعالبیؒ (متوفی ۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

**العفو من أفضل الأخلاق ،وللملوک الأفاضل وأعودها عليهم في العاجل والآجل . (٢)**

عفوکرنا بہترین اخلاق میں سے ہے اور خاص طور پر بادشاہ اورحاکم کے لیے کہ اُن کوحال اور مستقبل میں بھی فائدے حاصل ہوں گے۔

## حاکم اورسربراہ کے لیےعفوودرگزر کے فائدے :

حاکم اورسربراہ اگرکسی مجرم کومعاف کرے تواس سے اس کوفوائد حاصل ہوں گے۔

## امام شافعیؒ کاقول:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ............۔

**١. لما عفوتُ ولم أحقد على أحد ☆ أرحت نفسي مِن هَمّ العدوات**

**٢. إني أحيى عدوّي عندرؤيته ☆ لأدفع الشرعنّي بالتحيات**

**٣. و أظهر البشر للإنسان أبغضه ☆كما أن قد حشى قلبي محبات**

---

(١) المنهج المسلوک ص٣١٦ ، الوصف العاشر العفو.

(٢) آداب الملوک ص٩٥ ، فصل في العفو والأخذ.

۴. الناس داء،ودواءٌالناس قربهم ☆ وفي اعتزالهم قطع المودات (۱)

ا۔ جب بھی میں نے کسی سے درگزر کیا ہے اور اس کے ساتھ بغض نہیں رکھا ہے تو میں نے اپنی جان کو دشمنی کی پریشانی سے راحت دے دی۔

۲۔ جب مجھے کسی دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو میں اسے سلام کرتا ہوں اور اس کے شر سے بذریعۂ سلام نجات حاصل کرتا ہوں۔

۳۔ میں سب سے زیادہ مبغوض انسان کے سامنے ایسے خندہ پیشانی ظاہر کرتا ہوں جیسا کہ میرے دل محبتوں سے بھرا ہوا ہے۔

۴۔لوگ بیماری میں مبتلا ہیں اور لوگوں کی دواء اُن کا قرب ہے۔اور لوگ سے دور رہنے میں محبتوں کو کاٹنا ہے۔

علامہ ثعالبیؒ لکھتے ہیں:

ذلک أن الـمـلک إذا تکرم بالعفو عن المذنبين من أصحابه وقواده ممن لم يقدحوا في ملكه ، ولم يتعرضوا لحرمه،ولم يقدموا على إفشاء سرّه،اشتدت مـحبتهم له ،وظهرت موالاتهم إياه ، وازدادت شفقتهم عليه ، فبذلوا الجهدَ في مناصحته ، والذبَ عن سلطانه ، وإمتثال أوامره. (۲)

اور یہ اس لیے کہ جب حاکمِ وقت عفو ودرگزر کی صفت رکھے اور وہ اپنے ماتحت حاکموں میں سے ایسے خطا کاروں کی خطا کو نظر انداز کردے جنھوں نے اس کی بادشاہت میں عیب جوئی اور طعن وتشنیع نہ کی ہو اور نہ اس کی عزت وآبرو کے درپے ہوئے ہوں اور نہ ہی انھوں نے بادشاہ

(۱) ديوان شافعي ص ۳۲، رفع الشر. أدب الدنيا والدين ص ۲۹۳، حق الصديق على الصديق . روضة العقلاء ص ۲۸۳، باب ذكر الحث على لزوم العفو عن الجاني.

(۲) آداب الملوک ص ۹۵ ، فصل في العفو والأخذ.

کے راز کو افشاء کرنے کی جرأت کی ہو۔تو اس حالت میں ان کی محبت اپنے حاکمِ وقت کے ساتھ بہت زیادہ ہوجاتی ہے اوران کی دوستی پکی ہوجاتی ہے اوران کی محبت وشفقت میں اضافہ ہوگا اور وہ حاکم کی خیرخواہی تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔لوگ اس کی حفاظت اپنی حفاظت سمجھیں گے اوراس کی اطاعت کریں گے۔

**العفو من أكبر خصال الخير ،وبه تستمال القلوب ، وتصلح النيات. (۱)**

معاف کرنا بھلائی اورنیکی کی خصلتوں میں سب سے بڑی خصلت ہے،اس سے دل ایک دوسرے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اورلوگوں کی نیتیں صاف ہوجاتی ہیں۔

## عفوو بخشش کے مواقع اورحالات:

جہاں مصلحت ہو،ان مواقع اورحالات میں معافی دی جائے اور جب مصلحت نہ ہو وہاں معافی نہ دی جائے۔امام قلعیؒ (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں :

**قال بعض البلغاء : لايكن عفوك وأعضائك سببا للجرأة عليك، وعلة الإساءة إليك ، فإن الناس رجلان : عاقل يكتفى بالعذل والتانيب ، وجاهل يحوج إلى الضرب والتأديب.(۲)**

بعض بلغاءفرماتے ہیں: کہ تمھارا عفواور چشم پوشی اس کا سبب نہ بنے کہ لوگوں کوتم پر جرأت ہو جائے اور تجھے تکلیف ونقصان دینے کی علت بنیں۔اس لیے کہ لوگ دوطرح کے ہیں:

ایک قسم وہ جو عقلمند ہیں جب ان سے جرم سرزد ہوتا ہے اوران کو ملامت کیا جائے تو ان کے حق میں یہ ملامت وسرزنش کافی ہوجاتی ہے۔

---

(۱) الفخري في الآداب السلطانية ص۲۸ ، الفصل الأول في الأمور السلطانية والسياسات الملكية .

(۲) تهذيب الرياسة ص ۲۱۴، فصل في الانتقام ممن يجربه العفو على الاقتحام الجرائم والآثام .

دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو جاہل ہیں جو سزا وسرزنش کے محتاج ہوتے ہیں۔(سزا دیے بغیر ان کی اصلاح نہیں ہوسکتی)۔

منصورؒ فرماتے ہیں:

**إذا كان الحلم مفسدة كان العفو معجزة .وقد قال بعض الحكماء:العفو يفسد من اللئيم بقدر إصلاحه من الكريم. (۱)**

جب حلم فساد کا سبب ہو تو اس وقت مجرم کو معاف کرنا انسان کی کمزوری ہوتی ہے۔اور بعض حکما نے فرمایا ہے کہ رذیل انسان کی معافی اس کے لیے اتنا پرفتن ہے جتنا کہ معافی نیک انسان کے لیے مصلح ہے۔

## متنبّی کا قول :

متنبّی (متوفی ۳۵۴ھ) نے کہا ہے ..................

**۱. إذا أنت أكرمتَ الكريم ملكتَه ☆ و إن أنتَ أكرمتَ اللئيم تمردا**

**۲.ووضع الندى موضع السيف بالعلى**

**مضرٌ كوضع السيفِ في موضع الندى (۲)**

۱۔ جب تو کسی شریف انسان کی عزت کرے تو تم اس کے مالک بن گئے (وہ غلام کی طرح تمھارا تابع ہوگا) اور اگر تو کسی رذیل انسان کی عزت کرے وہ سرکش ہوجائے گا۔

۲۔ جہاں تلوار کا استعمال ضروری ہو اور وہاں سخاوت کا استعمال ہوجائے، تو یہ اتنا مضر ہے جیسے سخا کی جگہ تلوار استعمال کی جائے۔

(۱) أدب الدنيا والدين ص ۲۰۶ ، بعض الغضب المحمود .

(۲) ديوان متنبي ص ۳۹ ، قافية الدال.

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے ........................ ؎

**إذا قيل رفقا كان للحلم موضع ☆ وحلم الفتى في غير موضعه جهل (۱)**

جب نرمی کا مطالبہ کیا جائے تو نرمی کا موقع ہوتا ہے۔اور آدمی کا بے موقع حلم جہالت ہے

## عفوودرگزر کی حدود :

عفو کرنا حاکم کے لیے بہت اہم صفت ہے البتہ عفو کی اپنی حدود ہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں :

**العفو إنما يستحب فيما إذا كانت الاساءة مخصوصة بالعافي كمن أخذ ماله ، أو شتم عرضه ، فاما إذا كانت الاساءة عائدة بالضرر على الشرع، أو على جماعة الناس فإنه وإن كان فيها أدنى شبهة فللسلطان العفو. لقوله عليه الصلوة والسلام : (( ادرأوا الحدود بالشبهات )) .(۲)**

عفو کرنا اس وقت مستحب عمل ہے جب ضرر اور نقصان عفو کرنے والے کے ساتھ خاص ہو (شریعت اور دوسرے لوگوں کا نقصان نہ ہو) مثلاً کوئی شخص اس کا مال لے لے یا اسے گالی دے۔اور جب کسی مجرم کے جرم کا نقصان شریعت یا مسلمانوں کی ایک جماعت کو پہنچتا ہو تو اگر اس میں بہت کم شبہ بھی موجود ہو (اور جرم یقینی بھی نہ ہو) تو پھر بادشاہ اور حاکم کے لیے عفو کا معاملہ کرنا چاہیے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: تم حدود کو دفع کرو (اور ان کو جاری نہ کرو) جب تک شبہ موجود ہو۔

**فإن لم تكن ذات شبهة فليس عفوا ولذلك قال الله تعالى :﴿وَلَا تَأْخُذْكُم**

(۱) تهذيب الرياسة ص ۱۱۵، فصل في الانتقام ممن يجربه العفو على الاقتحام والآثام .

(۲) بيهقي سنن كبرىٰ ج۸ ص ۲۳۱ رقم: ۱۵۷۰۰ ، باب بيان ضعف الخبر. كنز العُمّال ج۵ ص ۳۰۹ رقم: ۱۲۹۵۷-۱۲۹۷۲ .

بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾.(۱) – (۲)

اور جب کوئی شبہ موجود نہ ہوتو بادشاہ وحاکم کو یہ حق نہیں کہ جرم کو معاف کرے۔ (بلکہ شریعت کی طرف سے مقررہ سزا اس کو دیدے) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ترجمہ: اور تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دِن پر ایمان رکھتے ہو۔

عفو کرنا حاکم کے لیے بہت ضروری صفت ہے۔ البتہ بعض اوقات عفو کرنے میں مصلحت نہیں ہوتی اور انتقام لینے میں مصلحت وفائدہ ہوتا ہے تو پھر انتقام لیا جائے گا۔ علامہ قادری نے لکھا ہے:

**الانتقام يصير مطلوبا في موضعين : الأول : أن يكون تركه عجزا أو مهانة، وذلك هو الذل الذي تأنف منه ذوو الهمم العالية، والثاني: حيث يترتب على العفو مفسدة تربى على مصلحة شرعا أو سياسة معتبرة، ومن أمثلته: عقاب مَن استخف بالسلطان. (۳)**

انتقام لینا دو موقعوں میں مطلوب ہے: پہلا یہ کہ اس کو چھوڑنا کمزوری اور اہانت کا سبب ہو اور یہ وہ ذلت ہے جس سے بڑی ہمتوں والے لوگ اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس موقع پر جب معاف کرنے سے فساد آتا ہو اور فساد عفو کی مصلحت سے زیادہ ہو خواہ شرعاً ہو یا سیاستاً۔ اس کی مثال اس شخص کی سزا ہے، جو حاکمِ وقت کی اہانت کرے (اس صورت میں عفو پر فساد مرتب ہوتا

---

(۱) سورة نور آیت: ۲.

(۲) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ۱۷۹، الباب التاسع الحلم والعفو .

(۳) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص ۷۸، المبحث الخامس العفو.

ہےاور سیاست کی مصلحت سزا دینا ہے )۔

علامہ قادری نے لکھا ہے:

**الأصل هو العفو و السماح وعدم الانتقام يفضل في بعض الحالات و لبعض الناس الانتقام و التأديب بدل العفو إذا كانت مصلحة الانتقام ، و التأديب راجحة، كأن يكون الباغي مجاهرا بالمعصية مصرا على الاعتداء. (۱)**

اصل یہ ہے کہ بعض حالات میں عفوودرگزرکرے اور انتقام نہ لے اور بعض لوگوں کے حق میں انتقام لینا اوران کی تادیب کرنا عفو کی طرح بہتر ہے۔مگر یہ اس وقت جب انتقام اورتادیب کی مصلحت راجح ہو،جیسا کہ باغی جب جہراًسرکشی اختیار کرےاوراس پر قائم رہےتو باغی کوسزادینا ضروری ہے۔

## صفح ودرگزر کے فائدے:

صفح اوردرگزر کے بہت سارے فوائد میں سے چندایک حسب ذیل ہیں:

**( ۱ ) الصفح من مستلزمات الإحسان، والإحسان أعلى درجات الإيمان .**

صفح احسان کے ساتھ لازم ہےاوراحسان ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔

**(۲) الصفح يقوي رابطة التآخي بين أفراد المجتمع ،ويجعلهم متحابين متحدين.**

درگزرکرنے سے معاشرے کے افراد کے درمیان بھائی چارے کا تعلق مضبوط ہوجاتا ہے اوردرگزران کو آپس میں محبت کرنے والا اور متّحد بناتا ہیں۔

**(۳) الأمة التي يتحلى معظم أفرادها بالصفح تكون أمة سعيدة في الدنيا**

(۱) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص۷۵، المبحث الخامس العفو.

**والآخرة ، و ذلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء. (۱)**

جس اُمت کے زیادہ تر افراد صفح (درگزر) کی صفت رکھتے ہوں، وہ دنیا وآخرت میں نیک بخت امت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

## (۲۰) مقتضائے حال کے مطابق کام کرنا :

اسلامی ادارے کے سربراہ کو حالات کے تقاضوں کو دیکھ کر کام کرنا چاہیے۔ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ ہر جگہ معافی دینی چاہیے اور نہ ہر جگہ انتقام لینا چاہیے۔

امام ثعالبیؒ لکھتے ہیں:

**مَن لم ینفعه الصفحُ الجمیل،نفعه السیفُ الصقیل.و قال بعضهم : إذا الخیرلم ینفعک،فالشر نافع، والسرفي إیقاع الملک کلا من الأمر ین موقعه،و إصابته موضعه.**

جس شخص کو درگزر فائدہ نہ دے تو اس کو صیقل کی ہوئی تلوار فائدہ دے گی اور بعض حکما کا قول ہے کہ جب تجھے خیر فائدہ نہ دے سکا تو پھر شر تجھے فائدہ دے گا اور اس میں راز اور مصلحت یہ ہے کہ حاکمِ وقت عفو اور انتقام دونوں اپنے اپنے وقت پر استعمال کرے اور ہر ایک کو اپنی جگہ پر رکھے۔

اسی طرح امام ثعالبیؒ لکھتے ہیں:

**ممایبنغي للملک أن لا یعرف بلین الجانب وسلامة الصدر وخفة السطو و دوام العفو فتقلّ الهیبة له، و تکثر الجرأة علیه، کمالاینبغي أن یعرف بغلظ القلب، و البسط في البطش ، و الإسراف في القتل فتنبو القلوب عنه ،وتسوء**

(۱) نضرة النعیم ج ۷ ص ۲۶۹۹ .

**الظنون به،وتدب الغوائل إليه.(۱)**

بادشاہ اور حاکم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ نرمی، سلامت صدری، غلبہ اور حملہ کی کمی اور دائم العفو کی صفات سے مشہور ہو جائے ورنہ اس کا رعب ودبدبہ کم ہو جائے گا اور اس پر رعیت کی جرأت بڑھ جائے گی۔ جیسا کہ یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ سربراہ سنگ دلی، زیادہ انتقام لینے، قتل کرنے میں مشہور ہو جائے ورنہ پھر لوگوں کے دل اس سے اور بھی بدگمان ہو جائیں گے اور اس پر مصائب وتکالیف کا دور دورہ ہو جائے گا۔

## مجرم کے ساتھ حکمتِ عملی:

جب کسی مجرم سے جرم صادر ہو جائے تو ادارے کے سربراہ کو کامیاب حکمتِ عملی اختیار کرنی چاہیے اور بہت تدبّر اور سنجیدگی سے اقدام کرنا چاہیے۔ اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس پر بعد میں نادم ہو۔ امام ابو منصور ثعالبیؒ نے فرمایا ہے :

**فينبغي للملک إذاعثر من أصحابه على جريمة ، أن يتثبت في أمره ، ويأمر بـحبسـه إلى أن يسكن عنه الغضب ساكنه فينسب مايكون منه حينئذإلى الرأي الصائب لاإلى غضبة أمضاها،وحاجة من حاجات الإنتقام في نفسه قضاها.**

بادشاہ اور حاکم کے لیے مناسب ہے کہ جب اس کو اپنے کسی ساتھی کے جرم کی خبر ملے، تو اس کے بارے میں سنجیدگی سے کام لے اور اس کو قید کرنے کا حکم دے یہاں تک کہ اس کا (بادشاہ کا) غیض وغضب ساکن ہو جائے۔ تو اس وقت اس مجرم کے بارے میں جو بھی فیصلہ کرے گا، وہ بالکل درست رائے کی طرف منسوب ہوگا۔ گزشتہ غضب کی طرف منسوب نہ ہوگا اور نہ ہی دل میں اٹھنے والے انتقام کی کسی حاجت کی طرف منسوب ہوگا جس کو اس نے پورا کرنا چاہا ہو۔

---

(۱) آداب الملوک ص۹۶، فصل فی العفو والاخذ.

**هـذا ومن أسرار الملک،أن الملک لایستحکم هیبته،ولاتکمل سیاسته، ولایفـخم سلطانه،مالم یفتک برجل کبیر من قواده ، و رأس عظیم من رؤساء عساکره ، إذا شم منه رائحة العصیان ، و شام فیه بارقة الخلاف.** (۱)

یہ تو مذکور ہوا اور بادشاہت کے رازوں میں یہ بات بھی ہے کہ بادشاہ کی ہیبت اس وقت تک مضبوط نہیں ہوسکتی اور نہ اس کی سیاست کی تکمیل ہوسکتی ہے اور نہ اس کا غلبہ بڑھ سکتا ہے، جب تک کہ وہ اس حاکم یا فوجی سربراہ کو گرفتار نہ کرے جس سے اپنے سربراہ کی نافرمانی اور مخالفت کی بُو آتی ہے۔اور عمل میں اپنے سربراہ کی مخالفت کرتا ہے اور اس کا حکم نہیں مانتا۔

## (۲۱) نرمی کے موقع پر نرمی کرنا:

نرمی کے ذریعے سے حاکم اپنی رعیت کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے اور ان میں عدل قائم کرسکتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ رعایا کے ساتھ اور رعایا اس کے ساتھ محبت کرے گی ،لوگ اس کے پاس آئیں گے،اور اس کے ساتھ مانوس ہوں گے اور بغیر کسی خوف کے اس کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے۔

## رفق کی تعریف :

حافظ ابن حجرؒ(متوفی ۸۵۲ھ) نے لکھا ہے:

**الـرفـق : هـو لیـن الـجـانـب بـالـقول والفعل ،والأخذ بالأسهل ،وهو ضد العنف.** (۲)

رفق اپنے قول وفعل میں نرمی اور آسانی پر عمل کرنا ہے اور یہ سختی کی ضد ہے۔

---

(۱) آداب الملوک ص۹۷، فصل في العفو والأخذ.

(۲) فتح الباری ج۱۰ ص۳۶۸-۳۶۹، کتاب الأدب باب الرفق في الأمر کله .

## رفق اور نرمی کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(( إن اللّٰہ یحب الرفق في الأمر کله)) . (۱)

اللہ تعالیٰ تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

۲۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

علیک بالرفق، إن الرفق لایکون في شيء إلاّ زانه، ولاینزع من شيء إلاّ شانه(۲)

تم پر نرمی کرنا لازم ہے اس لیے کہ نرمی جس چیز میں آجاتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جب کسی چیز سے نرمی نکل جاتی ہے تو اس چیز کو معیوب بنا دیتی ہے۔

۳۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(( مَن یحرم الرفق یحرم الخیر کله )) .(۳)

جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم ہو گیا۔

## حکام کے لیے نرمی کرنے کی اہمیت:

حکام کے لیے خصوصاً رفق اور نرمی اختیار کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ذیل میں ہم حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ کے آثار اس بارے میں پیش کرتے ہیں:

## حضرت عمرؓ کا اقوال:

خلیفۂ دُوم حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے:

(۱) کنز العُمّال ج۳ ص۳۴ رقم: ۵۳۳۳.

(۲) کنز العُمّال ج۳ ص۳۷ رقم: ۵۳۶۱.

(۳) کنز العُمّال ج۳ ص ۳۹ رقم: ۵۳۶۹.

**إنَّ هـذا الأمـر لايـصـلـحـه إلا الشديد في غير عنف ، اللّيِن في غير ضعف، الجواد في غير سرف، الممسک في غير بخل .(۱)**

اس کارخلافت کی اصلاح کرنے والاصرف وہ آدمی ہے کہ دوسروں پر تشدداور بے جا سختی کے بغیر سخت ہواور غیروں پر کمزوری کی وجہ سے نرم ہواور دوسروں پر سخا کرنے والا ہوبغیر اسراف کےاور بغیر بخل مال کے حفاظت کرنے والا ہو۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے:

**إن هذاالأمر لايصلح له إلاّ اللين في غير ضعف، والقوي في غير عنف.(۲)**

خلافت کے امر کی وہی شخص صلاحیت رکھتا ہے جونرم خو ہو(اس کی نرمی کسی کمزوری کے بغیر ہے)اوروہ شخص قوی ہوسختی کے بغیر۔

## حضرت علیؓ کا اثر:

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ نے جزیرہ کے عامل حارث بن اشترؒ کواس طرح وصیت فرمائی تھی:

**فـاستـعـن بـالله عـلـى مااهمک،واخلط الشدة باللين والرفق ماكان الرفق أبلغ، واعتزم بالشدة حين لا يغني عنک إلاّ الشدة . (۳)**

جب بھی تمھیں کوئی مشکل پیش آئے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو،اورنرمی کے ساتھ ساتھ سختی بھی کرواور جہاں تک نرمی فائدہ دیتی ہے تو نرمی کرواور جہاں نرمی کا کوئی فائدہ نہ ہووہاں ضرور سختی کرو۔

(۱) حیاة الصحابة ج۲ ص۲۰۸، صفات الخلقية كما يراها عمرؓ .

(۲) عيون الاخبار ج ۱ ص۵۳ ، ذکرعمربن الخطاب، كتاب الخراج ۲۴۶ .

(۳) ~~النجوم الزاهرة ج ۱ ص ۱۰۳ ، ولاية الأشتر النخعي على مصر،~~شريف رضي . نهج البلاغة ص ۴۱۶،ومن كتاب له إلى بعض عماله.

علامہ شیزریؒ نے لکھا ہے:

**اعلم! أن الرفق من أفضل أوصاف الملک،وأحمدأخلاقه في التدبير لأنه يبلغ به جباية الأموال من الرعية،مالا يبلغ بالخرق (ضد الرفق ) فإن الرعية قدتعامل بالرفق فتزول إحقادهاويذل مقادها،وقدتعامل بالخرق ،فتكاشف بماأضمرت وتقدم على مانهيت،ثم إن غلبت كان غلبهادمارا،وإن غلبت لم يحصل بغلبها افتخار.(۱)**

جان لو! کہ نرمی کرنا بادشاہ کے بہترین اوصاف اور نیک اخلاق میں سے ہے۔کیونکہ بادشاہ نرمی کے ذریعے اپنی رعیت سے اتنا مال جمع کرسکتا ہے کہ سختی سے اتنا جمع نہیں کرسکتا؛اس لیے کہ جب رعیت کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے تو ان کا بغض وحسد ختم ہوجاتا ہےاوروہ تابعدار بن جاتے ہیں۔اور جب رعیت کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جائے اور جو چیز چھپانے کی مستحق ہوتی ہے اسے ظاہر کیا جائے اور وہ کام کیا جائے جس سے منع کیا گیا ہو تو اگروہ پھر غالب آجائیں تو یہ غالب آنا ان کے لیے ہلاکت ہوگی اور اگر وہ مغلوب ہوجائیں تو اس رعایا پر غلبے افتخار حاصل نہیں ہوگا۔

## حکام کے لیے نرمی کی ضرورت :

رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں حاکم کے لیے ضروری ہے کہ جہاں نرمی اور سہولت میں نقصان نہ ہو تو وہاں نرمی اور سہولت اختیار کرے۔علامہ قادری نے لکھا ہے:

**فاللين إذاًمن الصفات المؤهلة لولاية أمور المسلمين ،وفاقد هذه الصفة لاخيرفي ولايته لهم. (۲)**

(۱) المنهج المسلوک ص ۲۸۱ ، الوصف الخامس الرفق .

(۲) الكفاءة الإدارية ص ۱۷، المبحث الرابع اللين .

نرمی ان صفات میں سے ہے جو مسلمانوں کے امور کی سربراہی کے لیے اہلیت پیدا کرتی ہے۔اور جس میں یہ صفت نہ ہوتو لوگوں کے لیے اس کی سربراہی میں کوئی خیر نہیں ہے.

## رفق اور نرمی کے مواقع :

رفق اور نرمی حکام کے لیے بہترین صفت ہے البتہ نرمی وہاں کرنی چاہیے جہاں مصلحت ہواور جہاں سختی کرنے میں مصلحت ہو وہاں نرمی کی جگہ سختی لازمی ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کی سنت:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عمرو بن حزمؓ کو یمن کے عامل کی حیثیت سے یمن بھیجا تو تعلیمی خط میں اُن سے ارشاد فرمایا:

**(( ویلین للناس في الحق ، ویشتد علیهم في الظلم )) . (۱)**

کہ لوگوں کے ساتھ حق میں نرمی کرو اور ظلم میں لوگوں کے ساتھ سختی کرو۔

۲۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ جب حضرت علیؓ کو یمن بھیج رہے تھے تو اُن سے فرمایا:

**(( یاعلی! الناس رجلان : فعاقل یصلح للعفو،وجاهل یصلح للعقوبة )).(۲)**

اے علی! لوگ دو قسم کے ہیں: ایک عقلمند جو معافی کے مستحق ہیں۔اور دوسرے جاہل جو سزا کے مستحق ہیں۔

## حضرت عمرؓ کا طرز عمل:

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

**كان عمرؓ شديدا على أهل الريب وفي حق الله صليباً حتى يستخرجه،**

(۱) الوثائق السیاسیة ص ۲۰۷، کتابه ﷺ لعمرو بن حزم عامله علی الیمن .

(۲) کنز العُمّال ج۵ ص ۷۷۲/۷۷۳ رقم: ۱۴۳۴۴ .

**وليناً سهلاً في مايلزمه حتى يؤديه و بالضعيف رحيماً (۱)**

حضرت عمرؓ مفسدین پر سختی کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حق کے حصول میں اتنے سخت تھے؛ یہاں تک کہ حق کو حاصل کر لیتے اور دوسرے کے حق دینے میں سہولت ونرمی کرنے والے تھے؛ یہاں تک کہ حق دے دیتے اور کمزور آدمی پر بہت مہربان تھے۔

## حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

حضرت علیؓ نے جب حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ کو عامل مقرر فرمایا تو مکتوب میں ان کی قوم کو آپ کے متعلق یہ بھی لکھا تھا:

**قد أمرته بالإحسان إلى محسنكم، والشدة على مريبكم، والرفق بعوامكم وخواصكم. (۲)**

اور یقیناً میں نے اس کو حکم دیا ہے کہ تمھارے محسنوں سے احسان کرے اور تمہارے مغروروں پر سختی کرے اور تمہارے عوام وخواص سے نرمی کرے۔

## حضرت معاویہؓ کا قول:

حضرت معاویہؓ نے فرمایا ہے:

**لا أضع سيفي حيث يكفيني سوطي، ولا أضع سوطي حيث يكفيني لساني و لو أن بيني وبين الناس شعرة ما انقطعتُ . قيل : و كيف ذاک ؟ قال : كنتُ إذا مدوها خليتُها، وإذا خلوها مددتها. (۳)**

(۱) ازالة الخفاء ج۲ ص۱۹۸، کلمات سیدنا عمرؓ.

(۲) النجوم الزاهرة ج ا ص ۹۸/۹۷ ، ولاية قيس بن سعدبن عبادة علىٰ مصر .

(۳) عيون الأخبار ج ا ص ۹، كتاب السلطان ذكر عمل السلطان وسيرته وسياسته .

میں اس جگہ اپنی تلوار نہیں رکھتا، جہاں میرا کوڑا میری کفایت کرے۔ اور میں اس جگہ اپنا کوڑا نہیں رکھتا جہاں میری زبان کفایت کرے اور اگر میرے اور لوگوں کے درمیان ایک بال ہو تو وہ بھی کٹ نہ سکے کسی نے پوچھا: یہ بال کیسے سالم رہ جائیگا؟ تو حضرت معاویہؓ نے جواب میں فرمایا: جب وہ اسے کھینچیں، تو میں اسے چھوڑ دوں گا اور اگر وہ اس کو چھوڑیں گے تو میں اسے کھینچ لوں گا۔

حضرت معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو لکھا:

**إنه لايصلح أن أسوس وتسوس الناس بسياسة واحدة ، إنا أن نشتد جميعاً نهلك الناس ونخرجهم ، وإن نلعن جميعاً نبطرهم ، ولكن تلين وأشتد ، وتشتد وألين . (۱)-(۲)**

یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اور تم ایک ہی سیاست سے لوگوں کی اصلاح کریں، اگر ہم سب سختی کریں تو لوگوں کو ہلاک کردیں گے اور ان کو سخت تکلیف میں ڈال دیں گے اور اگر ہم سب نرمی کریں، تو ان کو ہم پریشان اور بے کار کردیں گے ، بلکہ کبھی تم نرمی کروگے اور میں سختی کروں گا ،اور کبھی میں نرمی کروں گا اور تم سختی کروگے۔

## امام ماوردیؒ کی تحقیق:

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**فربما حمد في بعض الأحيان : اللين واللطف، وفي بعضها : الخشونة والعنف ، فإن لكل وقت حكما ، ولكل قوم تدبيرا . (۳)**

بعض اوقات نرمی سے کام لینا اچھی صفت ہوتی ہے اور بعض اوقات سختی کرنا اچھی صفت

---

(۱) انساب الأشراف ج۵ ص ۹۲ رقم: ۱۹۳۶ ، معاوية بن أبي سفيانؓ .

(۲)الدولة الأموية ج ا ص ۲۷۹، اتباع سياسة الشدة واللين في الوقت نفسه حسب الظروف والأحوال

(۳) تسهيل النظر ص ۲۳۹، الفصل السادس والعشرون دوام تفقد الملک الأحوال العامة .

ہوتی ہے؛ پس ہر وقت کے لیے جدا جدا حکم اور ہر قوم کے لیے الگ الگ انتظام ہوتا ہے۔

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں:

**ينبغي للملك، وإن كان بالملك مفضلا معظما وبالسلطان مطاعا مقدما، أن يساوي بين نفسه ورعيته، في الحق لهم وعليهم ولايقدم شريفا على مشروف، ولايمايل فيه قويا على ضعيف، ويعدل بين جمعهم في القضاء، ويجري الحكم الخاصة والعامة بالسواء؛ فإن الله تعالى قدسوّى بين عباده من غير تفضيل، وماثل فيه بين العزيز والذليل .** (۱)

حاکم کے لیے اگرچہ وہ فضیلت اور عظمت کا مالک ہو اور بادشاہت کی وجہ سے اس کی اطاعت کی جاتی ہو، مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور رعیت کے مابین مساوات قائم کرے رعیت کا حق بنتا ہو یا ان پر حاکم کا حق بنتا ہو۔ اور معزز آدمی کو رذیل پر ترجیح نہ دے اور نہ کمزور کے مقابلے میں قوی کی طرف جانبداری کرے اور فیصلہ کرتے وقت خواص اور عوام پر یکساں حکم جاری کرے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں مساوات قائم رکھتا ہے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا اور معزز اور کمزور دونوں کو یکساں رکھتا ہے۔

## علامہ شیزریؒ کی تحقیق:

علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں:

**اعلم! أنه لاينبغي للملك أن يستعمل الرفق، واللين في جميع المواطن، بل يجعل الرعية ثلاث طبقات، ويسوسهم بثلاث سياسات: طبقة هم الخواص من الأبرار .فيسوسهم بالرفق واللين. وطبقة هم خواص الأشرار فيسوسهم بالعنف والشدة. وطبقة هم العامة فيسوسهم باللين تارة، وبالشدة**

(۱) تسهيل النظر ص ۲۶۵، الفصل السادس والعشرون دوام تفقد الملك الأحوال العامة .

تارۃ أخری .(۱)

جان لو! کہ کسی خلیفہ کے لیے مناسب نہیں کہ ہر جگہ نرمی برتے، بلکہ اپنی رعیت کو تین طبقات میں تقسیم کرے، اوران کے ساتھ تین طریقوں سے سیاست کرے: ایک طبقہ صالحین اور خواص کا ہے ان کے ساتھ نرمی کی سیاست کی جائے گی، دوسرا طبقہ خاص شریروں کا ہے ان کے ساتھ سختی کی سیاست کی جائے گی، تیسرا طبقہ عوام الناس کا ہے ان کے ساتھ کبھی سختی اور کبھی نرمی کی سیاست کی جائے گی۔

اسی طرح علامہ ابن حبان بستیؒ رقمطراز ہیں:

لا یجب للسلطان: أن یفرط البشاشة والهشاشة للناس ولا أن یقلّ منهما فإن الإکثار منهما یؤدی إلی الخفة والسخف، والإقلال منهما یؤدی إلی العجب والکبر(۲)

بادشاہ کے لیے ضروری نہیں کہ لوگوں کے ساتھ حد سے زیادہ خندہ روئی اور خندہ پیشانی سے کام لے اور نہ ہی یہ صفت بالکل کم کرے کیونکہ زیادہ خندہ پیشانی سے قدرومنزلت میں کمی اور کمزوری آتی ہے، جبکہ ان دونوں کی کمی سے خود پسندی اور کبر آتا ہے۔

مسلم بن قتیبہؒ فرماتے ہیں:

ملاک السلطان: الشدة علی المریب، واللین علی المحسن .

بادشاہ کی بادشاہی کا انحصار مجرم پر تشدد کرنے اور نیکوکار کے ساتھ نرمی کرنے پر ہے۔

فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے حکیم بزرجمہر سے پوچھا: بادشاہوں کی اچھی خصلت کون سی ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا:

أن یعاملوا أحرار الناس بمحض المودة، ویعاملوا العامة بالرغبة والرهبة، و

---

(۱) المنهج المسلوک ص ۲۸۸، الوصف الخامس الرفق .

(۲) روضة العقلاء ص ۲۳۲، ذکر الحث علی سیاسة الریاسة ورعایة الرعیة .

**یعاملوا السفلة بالمخافة صراحا.(۱)**

کہ اشراف کے ساتھ نرمی اور محبت کا برتاؤ کریں اور عام لوگوں کے ساتھ ترغیب وترہیب کا سلوک کریں۔

ایک شاعر نے کہا ہے ..............................

**إذا كنتم للناس في الارض قادة ☆ فسوسوا كرام الناس بالحلم و العدل**

**وسوسوا لئام الناس بالذل وحده ☆ صريحا فإن الذل أصلح للنذل (۲)**

اگر تم زمین میں لوگوں کے سربراہ ہو تو شریف لوگوں کے ساتھ نرمی اور عدل کی سیاست کرو اور رذیل لوگوں کی اصلاح کے لیے سیاست ان کی اعلانیہ تذلیل کے ساتھ کرو، اس لیے کہ خسیس اور کمینہ شخص کی تذلیل ان کے لیے اچھی اصلاح ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے..............................

**و في الشر نجاةٌ ☆ حين لا ينجيك إحسان (۳)**

اور جب بھلائی سے کام نہ چلے تو لڑائی کے ذریعے نجات حاصل ہو سکتی ہے یعنی جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔

نوشیروان نے ایک حکیم سے پوچھا:

**فما صلاح الملک؟ قال: الرفق بالرعية ،وأخذ الحق منهم من غير مشقة ، وأداء إليهم عند أوانه.(۴)**

---

(۱) المنهج المسلوک ص ۲۸۹، الوصف الخامس الرفق .

(۲) المنهج المسلوک ص ۲۸۹، وصف ۵ الرفق .أصفهاني. محاضرات الأدباء ج ۱ ص ۸۰ .

(۳) عبدالرحمن گیلانی . نبي کریم ﷺ بحیثیت سپه سالار ص ۱۸ .

(۴) المنهج المسلوک ص ۲۸۴ ، الوصف الخامس الرفق .

کہ ملک کی اصلاح کس چیز سے آتی ہے؟اس نے جواب دیا: رعیت کے ساتھ نرمی کرنے سے اور بغیر مشقت کے ان سے حق لینے سے اور ان کو بروقت حق کی ادائیگی کرنے سے۔

## بے جا تشدد کرنے کے نقصانات:

بے جا تشدد کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں۔ان میں سے بعض نقصانات علامہ صالح ملوحی نے ذکر کیے ہیں:

**۱۔ دليل على ضعف العقل ،وسبب لتسلط الشيطن على الإنسان .**

یہ انسانی عقل کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے اور انسان پر شیطان کے مسلط ہونے کا سبب ہے۔

**۲۔ لايحبه اللهُ عزوجل،ويؤدی إلی بغضه .**

بے جا تشدد کرنے والے انسان کو اللہ تعالی پسند نہیں فرماتا اور یہ اللہ تعالی کی ناپسندیدگی کا باعث بنتا ہے۔

**۳۔ يؤدي إلى الانقطاع عن العمل ،وعدم الاستقرار فيه .**

یہ کام مین رکاوٹ کا سبب بنتا ہے اور نہ کام میں استقلال پیدا کرسکتا ہے۔

**۴۔ دليل على الجهل ،وقلة الفهم عند مَن يتصف به .**

بے جا تشدد کرنا انسان کی جہالت اور بے فکری کی دلیل ہے۔

**۵۔ بُعد الناس عن المتصفين به ،وبغضهم لهم .**

لوگ بے جا تشدد کے ساتھ متصف لوگوں سے دور رہتے ہیں اور اُن سے بغض رکھتے ہیں

**٦۔ ينفر الناسُ عن الوصول للحق ،والعمل بالخير .**

بے جا تشدد لوگوں کو حق تک پہنچے اور خیر کے مطابق عمل کرنے سے متنفر کرتا ہے۔

---

**۷۔ يصعب على الناس ما سهلته لهم الشريعةُ فيقيدهم عن معرفته فضلا عن الالتزام به .**

بے جا تشدد سے لوگوں کے لیے وہ کام مشکل ہو جاتے ہیں، جن کو شریعت نے اُن کے لیے آسان بنایا ہے اور یہ لوگوں کو احکام کی معرفت سے روکتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ اس پر عمل کا التزام کریں۔

**۸۔ مخالفة أمر رسول الله ﷺ في قوله وفعله .**

بے جا تشدد کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ کے قول وفعل کی مخالفت آتی ہے۔

**۹۔ قد يؤدى إلى شطحات تضرّبه في دين ودنيا . (۱)**

بے جا تشدد سے ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جو دین ودنیا میں مضر ہوتے ہیں۔

## (۲۲) مجرم کو سزا دینے میں تاخیر اور تحقیق سے کام لینا:

ادارے کا سربراہ مجرم کو سزا دینے میں جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ مصلحتاً تاخیر سے کام لے ؛تا کہ مکمل غور وخوض اور مستقل تدبر کے ساتھ حسبِ جرم شریعت کے مطابق سزا دے سکے۔

## حکام کے لیے سزا میں تاخیر کی اہمیت :

حکام کے لیے خصوصاً یہ بات بہت اہم ہے کہ سزا دینے میں جلدی سے کام نہ لیں اور خوب غور وفکر کے بعد سزا کے مستحق کو سزا دیں۔ علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں:

**اعلم ! أن الأناة من أحمدأوصاف الملک،وأكمل أخلاقه،وعلامة توفيقه لأنه يتعلق بهاصواب الرأي في التدبير، واتضاح الأمورفي السياسة، ولايقترن بها زلل ، ولايعقبها ندامةٌ ولافشلٌ . فقد قال رسول الله ﷺ: (( التأني من الله ، والعجلة من الشيطن )) .الحديث.(۲)**

---

(۱) نضرة النعيم ج۹ ص ۴۲۰۹.

(۲) سنن کبریٰ ج۱۰ ص۱۰۴،الترغيب والترهيب ج۲ ص ۲۶۲،باب الترغيب في القبيح والتكبير والتهليل رقم: ۱۵۷۲.

جان لو! کہ سزا میں تاخیر کرنا بادشاہ کے نیک صفات اور اخلاقِ کاملہ میں سے ہے اور اس کو توفیق ملنے کی علامت ہے اس لیے کہ اس سے تدبیر میں رائے کی درستگی اور سیاسی امور کی وضاحت ہے اور اس کے ساتھ لغزش باقی نہیں رہتی۔ اور نہ اس کے بعد پشیمانی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: سزا میں تاخیر اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور سزا میں جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔

اسی طرح علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں:

**قال بعض الحكماء: على الملک أن يعمل بخصال ثلاث: تأخير العقوبة في سلطان الغضب، وتعجيل مكافات المحسن، والعمل بالأناة فيما يحدث من الأمور فإن له في تأخير العقوبة إمكان العفو، وفي تعجيل المكافات بالإحسان المسارعة إلى الطاعة من الرعية، وفي الأناة إتضاح الرأي وإنفساح الصواب. (۱)**

بعض حکما فرماتے ہیں کہ حاکم پر لازم ہے کہ تین خصلتوں کو اپنا معمول بنائے: پہلی یہ کہ جب غصہ غالب ہو جائے تو سزا دینے میں تاخیر سے کام لے۔ دوسری یہ کہ نیک عمل والے انسان کو بدلہ دینے میں جلدی سے کام لے۔ تیسری یہ کہ جو امور ظہور پذیر ہوں، ان میں عجلت سے کام نہ لے اس لیے کہ سزا کی تاخیر میں معافی کا امکان ہو سکتا ہے اور نیک انسان کو بدلہ دینے میں جلدی کرنے سے رعیت کی طرف سے اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے اور سزا کی تاخیر سے رائے کی وضاحت اور حق کی تسلی ہوتی ہے۔

## سزا میں تاخیر کا مقصد اور اس کی حد:

سزا میں تاخیر کا مقصد یہ ہے کہ جب مقدمہ کی مکمل وضاحت ہو جائے تو پھر اقدام کرنا

(۱) المنهج المسلوک ص ۳۳۳/ ۳۳۴، الوصف الثاني عشر الأناة .

ضروری ہے اوراس کے بعدتاخیرنہیں کرنی چاہیے۔ علامہ قلعیؒ فرماتے ہیں:

**اعلم ! أن الأناة إنما قُصدتُ للاستظهار والاستبصار والنظر في العواقب، وانفساح مذاهب الرأي في المطالب، وبصر أحسن الأمرين، وأنهج المسلكين وعندالعجلة والمغافصة يفوت ذلک ... فأما ماوضح وفيه وجه الصواب السدادوأمن في عواقبه دواعي الفسادِ،فينبغي أن ينتهز فيه الفرصة عندإمكانهاويبادرهاقبل تعذرها وفواتها . (۱)**

سزامیں تاخیرسے مقصودمقدمہ سے متعلق وضاحت طلب کرنا،انجام کارمیں غوروفکر، مسائل میں رائے کے طریقوں کی وسعت ، دوامروں میں سے احسن امرکواوردوراہوں میں سے واضح وظاہرراہ کودیکھناہے۔اورسزامیں جلدی کرنے اوراچانک مؤاخذہ کرنے سے یہ مصالح فوت ہو جائیں گے۔پس جب کسی کام میں راہِ حق واضح ہوجائے اوراس کےانجام میں فساد کےاسباب کا خطرہ نہ ہوتو پھرمناسب ہے کہ امکان کی صورت میں عملی اقدام اٹھایاجائے اوراوراس کے متعذر ہونے اورفوت ہونے سے پہلے اس پرسبقت کی جائے۔

علامہ ارمویؒ فرماتے ہیں:

**أحوج الناس إلى الأناة والتثبت الملوک والحكام .**

عام لوگوں کی بہ نسبت بادشاہوں کوصبر،تحمل اور برداشت کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

**ماينبغى للملک أن يكون حاداً ، فإنه إذا كان حاداً مع القدرة هلكت رعيته .(۲)**

---

(۱) تهذيب الرياسة ص۲۲۳ .فصل فى المقصود من الأناة هوالاستظهاروالنظرفى العواقب .

(۲) آداب الملوک بالعدل ص۱۹۸،۱۹۹ .

بادشاہ کے ساتھ سخت مزاجی مناسب اور پسندیدہ نہیں اس لیے کہ وہ اگر حکومت کے امور کو چلانے میں سخت مزاجی سے کام لے تو اس کی رعیت ہلاکت کا سامنا کرے گی (یعنی وہ اس سے بہت زیادہ تنگ ہو جائے گی)۔

## حضرت ماعزؓ کا واقعہ:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

**یارسول اللّٰہ ! إني ظلمتُ نفسي وزنيتُ ، وإني أريدُ أن تُطهرني . فرده، فلما كان من الغد أتاه فقال: يارسول اللّٰه ! إني قد زنيتُ .فرده الثانية فأرسلَ رسول اللّٰه ﷺ إلى قومه، فقال: أتعلمون بعقله بأساً تنكرون منه شيئا. فقالوا: مانعلمه إلاّ وفي العقل من صالحينا فيما نرىٰ. فأتاه الثالثة فأرسل إليهم أيضاً فسأل عنه فأخبروه أنه لابأس به ولا بعقله فلما كان الرابعة حفرله حفرة ثم أمربه فرجم . (۱)**

یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور زنا کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو واپس فرمادیا۔ اگلی صبح وہ پھر حاضر ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر دوسری مرتبہ اس کو واپس لوٹادیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کو پیغام بھیجا۔ کہ آیا تم ماعز کی عقل میں کوئی فتور تو نہیں پاتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس کی عقل خراب نہیں ہوئی۔ اور ہم ان کو عقل کے لحاظ سے دانا اور درست خیال کرتے ہیں۔ تیسری دفعہ حضرت ماعز پھر حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کو دوبارہ پیغام بھیجا اور اس کے بارے میں دریافت کیا۔

(۱) مسلم ج۲ ص ۶۸، کتاب الحدود باب حد الزنا.

انھوں نے جواب میں کہا کہ ان کے جسم اور عقل میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ جب حضرت ماعز چوتھی مرتبہ حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا، تو پھر رسول اللہ ﷺ نے رجم کرنے کے لیے ایک جگہ کھودی اور ان کو رجم کرنے کا حکم دیا پھر ان کو رجم کر دیا گیا۔

## حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا:

**یارسول اللّٰہ! إني قدزنيتُ فطهرني وإنه ردهافلما كان الغدقالت:يارسول اللّٰہ! لم تردني كماردتَ ماعزا فواللّٰہ إني لحبلىٰ قال:إما لافاذهبي حتى تلدي . فلماولدت اتته بالصبي في خرقة ،قالت:هذا قد ولدته .قال: اذهبي فارضعيه حتى تفطميه .فلمافطمته اتته بالصبي في يده كسر خبز ، فقالت:هذايانبي اللّٰہ ! قدفطمته وقد أكل الطعام فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين ثم أمربها فحفر لها إلى صدرهاوأمرالناس فرجموها.(۱)**

یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے زنا سرزد ہوا۔ مجھے پاک فرمادیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لوٹا دیا۔ صبح وہ پھر حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ مجھے ایسے مت لوٹائیے جیسے آپ ﷺ نے حضرت ماعزؓ کو لوٹا دیا تھا۔ اللہ کی قسم میں زنا کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ابھی چلی جا حتی کہ تیرا کا بچہ پیدا ہو جائے۔ جب حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کا بچہ پیدا ہوا، تو رسول اللہ ﷺ کے ہاں اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے آئی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ میں نے بچہ جنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو چلی جا اور اس کو دودھ پلا۔ یہاں تک کہ تو اس کو دودھ سے چھڑا لے۔ جب حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا نے بچے سے دودھ چھڑا لیا،

---

(۱) صحيح مسلم ج۲ ص۶۸، كتاب الحدود باب حدالزنا.

تو لیا، تو ایسی حالت میں اس بچے کو لے کر آئی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! اب میرے بچّے کو دودھ کی ضرورت نہیں رہی اور وہ روٹی کھا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ بچہ ایک صحابی کو دے دیا اور حکم دیا کہ ان پر حد لگا دی جائے۔ سینے تک اس کے لیے گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا، لوگوں نے اسے سنگسار کر دیا۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

بحرین کے والی حضرت قدامہ بن مظعونؓ نے جب شراب پی اور گواہوں نے ان کے خلاف گواہی دے دی۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا؟ تو انھوں نے اقرار بھی کیا کہ واقعی میں شراب پی چکا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا: کہ تم نے شراب کیوں پی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ میں اولین مہاجرین اور احد اور بدر کے غازیوں میں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا ہے۔ اور دلیل میں یہ آیت شریف پیش کی:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ﴾ (۱)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے، ان پر گناہ نہیں اس میں جو کچھ وہ پہلے کھا چکے جب کہ آئندہ کو ڈر گیے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے۔

حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا: اس شخص کو جواب دو۔ تو صحابۂ کرامؓ خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا کہ آپ جواب دیجیے۔ اُنھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ آیت کریمہ ان سابقین اولین کے متعلق ہے جو حرمت سے پہلے شراب پی چکے تھے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت کے بارے میں یہ آیت باقی لوگوں پر بطور حجت کے نازل فرمائی:

(۱) سورۃ مائدۃ آیت : ۹۳.

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ . (۱)

ترجمہ: شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر، یہ سب گندی باتیں ہیں، شیطان کے کام ہیں۔

پھر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے حد کے بارے میں دریافت فرمایا، تو حضرت یحییٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

**إنه إذا شرب هذى وإذا هذى افترى فاجلدوه ثمانين . (۲)**

اس نے جب شراب پی تو بکنے لگا اور جب بے کار باتیں شروع کیں تو جھوٹ بولا لہذا اسے اسی (۸۰) کوڑے مارو۔

## حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل:

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے:

**دراقامت حدیکچند تامل ضرورنمودتاحقیقتِ حال واضح شودبعدتحقیقِ حال اقامت حدفرمود. (۳)**

اسی طرح حضرت عثمانؓ نے حضرت ولید پر حد قائم کرنے میں تامل فرمایا، تا کہ حقیقتِ حال واضح ہو اور اس کے بعد حد قائم کی۔

(۱) سورة مائدة آيت : ۹۰.

(۲) سنن نسائي كبرىٰ ج۳ ص ۲۵۳ رقم: ۵۲۸۹، إقامة الحد على من شرب الخمر على التاويل .

(۳) إزالة الخفاء ج۲ ص ۲۴۸، مآثر سيدنا عثمان غنيؓ .

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول:

ا۔ حکایت ہے کہ خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ نے فارس کے ایک بزرگ سے دریافت فرمایا:

**أيّ ملوككم كان أحمدعندكم سيرة؟ قال : إن أردشيرله فضيلة السبق في المملكة غيرأن أحمدهم سيرة أنوشروان . قال:فأيّ خلاله كان أغلب عليه ؟ قال : الحلم ،والأناة .**

آپ کے بادشاہوں میں اخلاقی لحاظ سے کون اچھا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اردشیر امور مملکت کو چلانے میں سب سے بڑھ کر تھا، البتہ اخلاقی لحاظ سے ان میں اچھا نوشیروان تھا، پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کہ اس میں کون سی صفت غالب تھی؟ تو اس نے کہا: حلم اور سزا میں تاخیر کرنا۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے :

**۲۔ إن الأناة والحلم توأمان ينتجهما :علوالهمة . (۱)**

سزا میں تاخیر کرنا اور صبر کرنا دونوں جڑواں بچوں کی طرح ہیں یہ دونوں بلند ہمتی کی پیداوار ہیں

## (۲۳) لوگوں کے ساتھ مساویانہ زندگی اختیار کرنا اور امتیاز نہ چاہنا :

ادارے کا سربراہ کام ،عہدے، مال اور نسب کی وجہ سے دوسرے انسان پر فوقیت نہیں رکھتا۔ تمام انسان آپس میں برابر ہیں ۔فوقیت اور امتیاز کا انحصار صرف ایمان اور تقوی پر ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

**﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَاللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۲)**

(۱) المنهج المسلوك ص۳۳۵،وصف ۱۲ الأنات.بدري .آداب السياسة بالعدل ص ۶۱ .

(۲) سورة حجرات آيت : ۱۳ .

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

رسول اللہ ﷺ رسالت اور ریاست کی دولت کے ساتھ ساتھ اپنے لیے کوئی خاص امتیازی دعوی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اپنے آپ کو لوگوں سے اونچا اور برتر سمجھتے تھے بلکہ ہمیشہ اس آیت کا تکرار کرتے تھے۔

﴿ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ ﴾ . (۱)

ترجمہ: (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے۔

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَراً رَّسُولاً ﴾ . (۲)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں مگر پیغمبر ہوں۔

**كان قدوة حسنة لخلفائه و للمسلمين في توكيد المساواة بين الحكام و المحكومين و رؤساء الدول والرعايا. (۳)**

رسول اللہ ﷺ حکام اور محکومین کے درمیان اور مملکت کے رؤساء اور رعایا کے درمیان برابری قائم رکھنے میں اپنے خلفاء اور مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ تھے۔

حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

**(( إن رسول الله ﷺ كان يمشي في أناس من أصحابه فستربثوب فلما**

---

(۱) سورة كهف آيت : ۱۱۰.

(۲) سورة بني اسرائيل آيت : ۹۳.

(۳) عبدالقادر عودة . الإسلام وأوضاعنا السياسية ص ۱۷۶.

**رأى ظلـه رفـع رأسـه فـإذاهو بملاء ة قدستربها.فقال له :مه .وأخذ الثوب فوضعه .فقال : إنما أنا بشر مثلكم لا أتميز عنكم )).( ۱ )**

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ چند اصحابؓ نے آپ ﷺ پر چادر کا سایہ کیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا (کہ اصحاب کے درمیان صرف آپ ﷺ پر سایہ بنا ہوا ہے ) تو آپ ﷺ نے صحابہؓ کو منع فرمایا اور چادر کو ایک طرف رکھ کر فرمایا: میں تمھاری طرح ایک انسان ہوں اور تم سے ممتاز حیثیت اختیار نہیں کرنا چاہتا۔

حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے چار خلفاء آئے اور حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو آپؓ منبر پر خطبہ دینے کے لیے تشریف فرما ہوئے، مساوات کے معنیٰ کی تاکید اور امتیاز کی نفی کرنے کے لیے اپنے پہلے خطبے میں فرمایا:

**أيهـا الناس ! فإني قد وليتُ عليكم ، ولستُ بخيركم فإن أحسنتُ فأعينوني ، وإن أسأتُ فقوّموني.(۲)**

اے لوگو! میں تم پر بحیثیت حاکم مقرر ہوا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر بُرے کام کروں تو میری اصلاح کرو اور مجھے سیدھا کرو۔

حضرت عمرؓ مساوات کے قاعدے پر اور امتیاز سے اپنے آپ کو بچانے کے قاعدے پر سختی سے عمل کرنے والے تھے۔(۳)

(۱) حياة الصحابة ج۲ ص ۵۹۶ ،رفضه عليه السلام أن يتمیزعن أصحابه .

(۲) كنـزالعـمـال ج۵ص ۶۰۱رقم:۱۴۰۶۴، تاريخ طبري ج۳ص ۲۰۲،حديث السقيفة سنة ۱۱، البداية والنهاية ج۵ص ۳،خلافة أبي بكر.

(۳) عبدالقادر . الإسلام وأوضاعناالسياسة ص۱۸۷ .

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

۱۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ میرے گھر تشریف لے آئے اور اجازت مانگی۔اس وقت میری خادمہ میرے لیے سر کے بال سنوار رہی تھی۔جب میں نے دیکھا تو میں اٹھ گیا۔میں نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر آپ کوئی قاصد میری طرف بھیج دیتے تو میں آجاتا۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**إنما الحاجة لي . (۱)** ضرورت میری تھی؛اسی لیے میں خود ہی آگیا۔

تو معلوم ہوا کہ جب ایک شخص کا دوسرے شخص سے کوئی کام اور حاجت متعلق ہو تو حاجتمند کو چاہیے کہ خود جائے اور اگر حاجت مند شخص دوسرے شخص کو بلائے تو یہ تواضع کے خلاف ہے۔

۲۔ موسمِ گرما میں خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ باہر نکلے،سر پر دھوپ کی وجہ سے چادر رکھی تھی۔کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا ایک غلام گدھے پر سوار ہو کر جا رہا تھا،حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: **احملني معک** ۔مجھے بھی ساتھ بٹھالے۔غلام گدھے سے اترا اور کہا کہ آپ ہی سوار ہو جائیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**لا أركب واركب وأنا خلفك تريد أن تحملني على المكان الوطى وتركب أنتَ على موضع الخشن فركب خلف الغلام فدخل المدينةَ وهو خلف والناس ينظرون إليه . (۲)**

میں سوار نہیں ہوں گا بلکہ تمھی سوار ہو جاؤ۔میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا۔کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے نرم جگہ پر بٹھاؤ اور خود سخت جگہ پر بیٹھ جاؤ،پس غلام سوار ہو گیا اور حضرت عمرؓ اس کے پیچھے سوار ہو گئے اور مدینہ منورہ میں اس حال میں داخل ہو گئے کہ لوگ دیکھتے رہے۔

(۱) مناقب أمير المؤمنين ص ۲۲۶ .الباب الستون في ذكر كلامه في فنون .

(۲) كنز العمال ج ۱۲ ص ۶۵۴ رقم: ۳۵۹۹۱ .

۳۔ امام شعبیؒ نے فرمایا ہے:

**كان عمر يطوفُ في الأسواق ، ويقرأ القرآن ،ويقضي بين الناس حيث أدركه الخصوم .(١)**

حضرت عمرؓ بازار میں گشت فرماتے رہتے ۔قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور جہاں کہیں نزاع کرنے والوں کو دیکھتے وہیں ان کے درمیان فیصلہ فرماتے ۔

## حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل:

**أخبرني الهمداني أنه رأى عثمان بن عفانؓ وهوعلى بغلة وخَلفه عليهاغلامه نائل وهو خليفة.(٢)**

حضرت ہمدانیؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کی خلافت کے زمانے میں دیکھا کہ وہ ایک خچر پر سوار تھے اور ان کے پیچھے ان کا غلام نائل بھی سوار تھا۔

## حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

حضرت علیؓ کا معمول یہ تھا کہ:

**كان عليؓ يمشي في الأسواق وحده وهو وال . (٣)**

آپؓ بازاروں میں اکیلے تشریف لے جاتے تھے حالانکہ آپ خلیفہ تھے۔

حضرت علیؓ اپنی خلافت کے زمانے میں بازار میں اکیلے بغیر کسی محافظ کے پھرتے تھے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔حضرت صالح اپنی دادی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں

---

(١) ابن أثير.تاريخ كامل ج٢ص٦٠ .تاريخ طبر ى ج٢ ص٥٧٢حمله الدرة وتدوينه الدواوين .

(٢) أبونعيم . حلية الأولياء ج ١ ص٦٠.

(٣) هندي . كنزالعمال ج١٣ ص ١٨٠ رقم: ٣٦٥٣٨ .

نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ ایک روپیہ کی کھجور خرید کر چادر میں ڈال کر اپنی پشت پر لاد کر روانہ ہو گئے، کسی نے کہا:

**یاأمیر المؤمنین ! ألا نحمله عنک ؟ فقال : أبو العیال أحق بحمله .(۱)**

اے امیر المؤمنین! ہم آپ کے ساتھ اٹھا کر لے جائیں؟ فرمایا: نہیں! بچوں کا باپ (علیؓ) ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ یہ بوجھ خود اُٹھائے۔

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**ینبغي للملک وإن کان بالملک مفضلاً معظماً، وبالسلطان مطاعاً مقدماً، أن یساوي بین نفسه و رعیته في الحق لهم وعلیهم، ولا یقدم شریفاً علی مشروف،ولا یمایل فیه قویاً علی ضعیف، ویعدل بین جمعهم في القضاء، ویجري الحکم الخاصة والعامة بالسواء؛ فإن الله تعالی قدسوّی بین عباده من غیر تفضیل، وماثل فیه بین العزیز والذلیل . (۲)**

حاکم اگرچہ خود بادشاہی کی وجہ سے فضیلت اور عظمت کا مالک ہو اور بادشاہی کی وجہ سے اس کی اطاعت کی جاتی ہو، مگر اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ اور رعیت کے مابین مساوات قائم کرے، چاہے ان کا حق بنتا ہو یا ان کے ذمے حق بنتا ہو۔ اور شریف کو رذیل پر سبقت نہ دے اور نہ کمزور کے مقابلے میں قوی کی طرف مائل ہو اور فیصلہ کرتے وقت خواص اور عوام پر یکساں حکم جاری کرے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں مساوات کو قائم رکھتا ہے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا اور نہ معزز اور ذلیل میں سے کسی کی طرف میلان سے کام لیتا ہے۔

---

(۱) کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۸۰ رقم: ۳۶۵۴۷.

(۲) تسهیل النظر ص ۲۶۵ ، مساواة الملک نفسه مع الرعیة .

## (۲۴) لوگوں کے مقام ومرتبہ کی پہچان :

ادارے کا سربراہ ہوشیار اور لوگوں کے مرتبوں کو جاننے والا ہوگا۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

**حزم ( هوشياري) و مرتبه شناسي هر شخص و شناختن حوصله هريكي تا درتفويضِ امور خطانكندو سدخلل مملكت پيش ازوقوع آن تواند نمود .(۱)**

حزم دانائی اور ہر ایک کے مرتبے کی شناخت اور لوگوں کے حوصلے اور استعداد کی شناخت کو کہتے ہیں اور رہنما میں اس صفت کا موجود ہونا اسی لیے لازمی ہے کہ لوگوں کو امور تفویض کرنے میں غلطی نہ کرے اور ملک میں کوئی افراتفری پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے تدارک پر قدرت رکھے۔

اسی طرح ادارے کے سربراہ کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ ہر انسان کی حیثیت اور استعداد معلوم کرے اور اس کے استعداد اور علمیت کے مطابق اس کو خدمت سپرد کرے۔

**فما استشعر من رجل كفاية في حرب أو جباية أو تدبير فليضاعف عطاه، و يرفع قدره، وليبسط له بشره، و مهما استشعر منه خيانة وتخلفا وانسلالا فلينقص مِن عطائه ، وليخفض مِن قدره ، وليطو عنه بشره.(۲)**

مسلمانوں کے سربراہ کو چاہیے کہ جب وہ دیکھے کہ فلاں آدمی جنگجو ہے یا مال جمع کرسکتا ہے یا وہ ایک اچھا مدبر ہے تو اس کی مراعات اور مرتبہ کو بڑھائے اور اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ملاقاتیں کرے۔اس کے برعکس جب وہ دیکھے کہ فلاں شخص خائن، وعدہ خلاف یا نافرمان ہے تو اس کی مراعات کو کم کردے، اس کے عہدے کو گھٹائے اور اس کے ساتھ ملاقات کو مشکل بنائے۔

(۱) إزالة الخلفاء ج ۱ ص ۲۶۲ ، المقصدر الأول .

(۲) حجة الله البالغة ج ۱ ص ۴۶ ، باب سيرة الملوك .

## لوگوں کے مقام اور مراتب کی پہچان قرآن کی روشنی میں:

آیاتِ قرآنیہ سے ظاہر ہے کہ لوگ مختلف مراتب رکھتے ہیں اور سب لوگ مراتب میں برابر نہیں، پس ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبے کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ ﴾ .(۱)

ترجمہ: اور مت گھٹایا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں۔

مفتی محمد شفیعؒ (متوفی ۱۳۹۶ھ) نے بخس في الأشياء کی ایک صورت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ: کسی کے درجہ اور رتبہ کے موافق اس کا احترام نہ کرنا، جس کی اطاعت واجب ہے ان کی اطاعت میں کوتاہی کرنا، یا جس شخص کی تعظیم وتکریم واجب ہے اس میں کوتاہی برتنا، یہ سب امور اسی جرم میں داخل ہیں۔ (۲)

مذکورہ دونوں صورتیں شرعاً ممنوع ہیں اس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں خوب فرمائی ہے جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لاَيَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُوْلَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾.(۳)

ترجمہ: برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی، ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالی نے خوبی کا اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

(۱) سورۃ أعراف آیت: ۸۵.

(۲) معارف القرآن ج ۲۸ ص ۲۸۶، ج ۱۲ ص ۱۱۴.

(۳) سورۃ حدید آیت: ۱۰.

﴿ لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾. (۱)

ترجمہ: برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے، اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

﴿ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ . (۲)

ترجمہ: کیا سمجھ والے اور بے سمجھ برابر ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالی نے فتح مکہ سے قبل جہاد کرنے والوں اور مال خرچ کرنے والوں کو ان لوگوں کے برابر نہیں ٹھہرایا جنھوں نے یہ کام فتح مکہ کے بعد کیے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالی نے بغیر کسی عذر جہاد سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو مجاہدین کے برابر نہیں ٹھہرایا اور اسی طرح علمائے کرام کو جاہلوں کے برابر نہیں ٹھہرایا۔

## لوگوں کے مقام اور مراتب کی پہچان احادیث کی روشنی میں :

۱۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے :

(( انزلوا الناسَ منازلهم )) . (۳)

لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کرو۔

(۱) سورة نساء آیت : ۹۵.

(۲) سورة زمر آیت : ۹.

(۳) أبوداؤد ج۲ ص ۷۱۳، كتاب الأدب باب تنزيل الناس منازلهم .

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

(( أمرنا رسول الله ﷺ أن ننزل الناس منازلهم )).(۱)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے مرتبے پر بٹھاؤ (ہر ایک کو اپنا اپنا مقام و مرتبہ دیں)۔

۳۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

أنزل الناس منازلهم من الخير والشر واحسن أدبهم على الأخلاق الصالحة .(۲)

اچھے اور برے لوگوں کو ان کے مقام پر بٹھاؤ اور انھیں حسنِ اخلاق کی تعلیم دو۔

۴۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا :

(( مَن دخل دار أبي سفيان فهو آمن )) .(۳)

جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا پس اسے امن ہوگا۔اس حدیث میں فرقِ مراتب کے لحاظ کرنے کا ایک واضح ثبوت ہے۔

۵۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

كان من سيرته عليه الصلوة والسلام في جزء الأمة: إيثار أهل الفضل على قدر فضلهم. فمنهم ذو الحاجة والحاجتين، ومنهم ذو الحوائج. فتشاغل بهم، و ليشغلهم فيما يصلحهم من مسالته عنهم، وأخبارهم بالذي ينبغي لهم (۴)

(۱) صحيح مسلم ج ۱ ص ۴ ، باب توقير العلماء والكبار وأهل الفضل .

(۲) كنز العُمّال ج۳ ص ۱۰۹ رقم: ۵۷۱۷.

(۳) مسلم ج ۲ ص ۱۰۲ ، كتاب الجهاد والسير باب فتح مكة .

(۴) شعب الإيمان ج ۲ ص ۲۴ رقم: ۱۳۶۲ ، فصل في خَلق رسول الله ﷺ وخُلقه، طبراني. المعجم الكبير ج ۲۲ ص ۱۵۷ ،باب الهاء مَن اسمه هند رقم: ۴۱۴.

آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اہلِ فضل میں سے بعض کو بعض پر اُن کے مراتب کے مطابق ترجیح دیتے تھے۔ان میں سے کچھ ایک حاجت والے ہوتے، کچھ دو اور کچھ زیادہ حاجتوں والے۔ پس نبی کریم ﷺ اُن کے ساتھ مشغول ہوتے اور ان کو ان چیزوں میں مشغول رکھتے جس سے ان کی اصلاح ہو، آپ ﷺ ان سے سوالات پوچھتے اور ان کو وہ باتیں بتاتے جو ان کے لیے مناسب ہوتیں۔

نبی کریم ﷺ انتظامی امور کے لیے ان لوگوں کو مقرر فرماتے، جن میں قوت اور شجاعت موجود ہوتی تھی۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت حمزہؓ اور زید بن حارثؓ کے نام قابل ذکر ہیں۔

## فرقِ مراتب میں خلفاے راشدینؓ کا شیوہ:

خلفاے راشدینؓ کے اقوال اور ان کے عملی تعامل سے بھی لوگوں کے مراتب ثابت ہوتے ہیں۔

## (ا) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طرزِ عمل :

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ابوعبیدہؓ کو خط بھیج کر خبردار کیا کہ خالدؓ بن ولید تم پر امیر ہے۔خط کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں :

**بسم اللّٰه الرحمن الرحيم فإني قدوليتُ خالدا قتال الروم بالشام،فلا تخالفه ،واسمع له ،واطع أمره ؛ فإني وليته عليک وأناأعلم أنک خيرمنه ، ولكن ظننت أن له فطنة في الحرب ليس لک .أراد اللّٰه بناوبک سبيل الرشاد. و السلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته. (۱)**

---

(۱) الوثائق السياسيّة ص ۳۹۲ ، كتاب أبي بكر إلى أبي عبيدة يخبره بتولية خالد عليه .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔میں نے روم اور شام کی جنگ کے لیے خالدؓ کو تم پر سپہ سالار مقرر کیا ہے، پس تم اس کی مخالفت نہ کرو، اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، میں نے اس کو تم پر امیر بنایا ہے حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ تم اس سے افضل ہو، لیکن میں یہ خیال کرتا ہوں کہ خالدؓ اتنی جنگی مہارت رکھتا ہے، جو تم نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے لیے رشد وہدایت مقرر فرمائے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

## (۲) حضرت عمرؓ کے ارشادات:

۱۔ خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

**إن للناس حدوداً ومنازلاً فأنزلوا كل رجل منزلته وضعوا كل إنسان في حده ،واحملوا كل امرء بفعله على قدره. (۱)**

بے شک ہر انسان کا اپنا ایک مرتبہ اور شان ہے۔ پس ہر انسان کو اپنے مرتبے پر بٹھاؤ اور ہر انسان کو اپنے درجے اور شان میں رکھو اور ہر ایک کو اس کی قدر ومنزلت کے مطابق عہدہ حوالہ کرو۔

۲۔ **لا أجعل مَن قاتل رسول الله ﷺ كمن قاتل معه. (۲)**

میں ان لوگوں کو جو نبی کریم ﷺ کے خلاف لڑ چکے ہیں ان لوگوں کے ساتھ برابر نہیں مانتا جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں۔

۳۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھتے ہیں:

**أمابعد!فإنه لم يزل للناس وجوهٌ يذكرون حوائج الناس فأكرِمُ وجوهَ الناس**

---

(۱) إزالة الخفاء ج۲ ص ۲۰۴. كلمات سيدناعمرؓ.

(۲) كنز العمال ج ۵ ص ۵۹۳ رقم: ۱۴۰۵۶ . إزالة الخفاء ج۲ ص ۲۰۴ ،كلمات سيدناعمرؓ. طبقات كبرىٰ ج۳ ص ۲۹۶ .

**قِبلَکَ. (۱)**

عام طور پر لوگوں میں عزت مند لوگ بھی موجود ہوتے ہیں، وہ لوگوں کی حاجتیں تمھارے سامنے ذکر کریں گے تو تم پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے ان لوگوں کی عزت کرو۔

۴۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

**بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم . (۲)**

انسان کے شر کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے اپنی آخری وصیت میں آنے والے خلیفہ کو یہ بھی فرمایا ہے:

**اجللتَ كبيرهم ورحمتَ صغيرهم وقربتَ عالمهم ،ولاتغلق بابك دونهم فيأكل قويهم ضعيفهم (۳)**

رعیت کے بڑوں کی قدر کرو گے، اور ان کے چھوٹوں پر رحم کرو گے ان کے علما کو اپنے نزدیک لاؤ گے اور ان کے لیے اپنے دروازے بند نہ کرو گے ورنہ ان میں قوی لوگ کمزوروں کو ہلاک کر دیں گے۔

## (۳) حضرت عثمانؓ کا ارشاد:

خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ نے والیٔ کوفہ حضرت سعدؓ کو خط کا جواب اس طرح لکھا:

**أما بعد، ففضّلُ أهلَ السابقة والقدمة ممن فتح اللّٰهُ عليه تلك البلاد، وليكن مَن نزلها بسببهم تبعالهم؛ إلاّ أن يكونوا تثاقلوا عن الحق، وتركوا القيام به، وقام به هؤلاء، واحفظُ لكلّ منزلته، وأعطهم جميعاً بقسطهم من الحق،**

(۱) مناقب عمر ص ۱۵۱، باب ۴۴ في ذكر مكاتبه، نصيحة الملوك ص ۲۶۷، أخبار القضاة.

(۲) كنز العُمّال ج۳ ص ۸۰۵ رقم: ۸۸۱۹-۸۸۷۷.

(۳) إزالة الخفاء ج۲ ص ۱۹۱، كلمات سيدنا عمرؓ.

**فإن المعرفة بالناس بهايصاب العدل. (۱)**

آپ اسلام کے سابقین اولین لوگوں کو ترجیح دیں جن کے طفیل اللہ نے یہ شہر فتح کرائے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو مذکورہ لوگوں کی وجہ سے ان شہروں میں آئے ہیں، تو وہ بھی (ترجیح میں) ان کے تابع ہوں گے۔ ہاں! جب سابقین حضرات حق قائم کرنے سے کمزور پڑ جائیں اور اس کا اہتمام چھوڑ دیں اور بعد میں آنے والے حق کے قیام کا سبب بن جائیں تب ان کو فضیلت دیں اور ہر ایک کے مرتبے اور شان کا خیال رکھیں اور ہر ایک کو اپنا حق دے دیں، تاکہ ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف ہو سکے۔

## (۴) حضرت علیؓ کے ارشادات:

۱۔ خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ کا ارشاد ہے :

**مَن أنزل الناس منازلهم دفع المؤنةَ عن نفسه ،ومَن رفع أخاه فوق قدره اجترأ عداوته.(۲)**

جس نے لوگوں کے مراتب پہچانے اس نے اپنے آپ کو شر سے بچایا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کو اپنے مرتبے سے گھٹایا اس نے حقیقت میں اس کی دشمنی مول لی۔

۳۔ حضرت علیؓ نے اپنے ایک حاکم سے فرمایا :

**لايكون المحسن ولا المسيء عندک بمنزلة سواء إن في ذلک تزهيداً لأهل الإحسان في الإحسان وتدريباً لأهل الاساء ة على الإساء ة . (۳)**

تیرے ہاں محسن اور بدعمل لوگ برابر نہ ہونے چاہییے۔ (کیونکہ) اس میں احسان کرنے

(۱) تاريخ طبري ج۴ص۲۷۹،حوادث سنة ۳۰، ذكرالسبب في عزل عثمان الوليدعن . . . .

(۲) كنزالعُمّال ج۳ ص۷۰۰رقم: ۸۵۰۴.

(۳) رضي . نهج البلاغة ص۴۲۴ ، ومِن عهدله كتبه للأشترالنخعي لماولاه على مصر وأعمالها.

والوں کو احسان کم کرنے کی خاموش ترغیب ہے اور بدعملوں کو بدعملی دُہرانے کی ترغیب ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ نے مصر کے والی اشترؒ سے فرمایا :

**اصطف لولاية أعمالك أهلَ الورع في الدين، والعلم بالسياسة، والحياء والألف، وأهل التجربة من أهل البيوتات الصالحة ، والقدم في الإسلام فإنهم أكرم أخلاقاً، وأنزه أطماعاً، ثم أغنهم عن المطامع بالتوسعة عليهم . (۱)**

صوبے سے متعلقہ کاموں کے لیے وہ لوگ منتخب کرو جو دین میں متقی ہوں اور سیاست کا تجربہ رکھتے ہوں اور حیا، محبت والے ہوں اور خوب تجربہ کار نیک گھرانوں سے تعلق رکھتے ہوں اور اسلام میں سابق ہوں؛ اس لیے کہ مذکورہ صفات والے لوگ اچھے اخلاق رکھتے ہیں اور کسی سے طمع یا لالچ نہیں رکھتے، پھر ان کو (مالی) وسعت دے کر ان کو (لوگوں) کی طمع سے مستغنی بناؤ۔

## امام ماوردیؒ کی تحقیق:

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**ثم عليه أن يحفظ مراتب جماعتهم ، وينزل كل واحدمنهم المنزلة التي يستحقهالكفايته وحسن أثره.(۲)**

پس حاکم کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے رفقاءِ کار اور رعایا کے مراتب کا خیال رکھے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے مرتبے کے مطابق پیش آئے جس کا وہ مستحق ہو۔

## علامہ طرطوشیؒ کی تحقیق:

علامہ طرطوشیؒ لکھتے ہیں:

(۱) رضي . نهج البلاغة ص۴۲۸/۴۲۹ ، ومن عهدله كتبه للأشتر النخعي لماولاه على مصر. . . .

(۲) تسهيل النظر ص ۲۴۱، الفصل السادس والعشرون دوام تفقدالملک الأحوال العامة.

**فمن كمال السياسة والرياسة:أن تبقى على كل ذي رياسة رياسته، وعلى كل ذي عـزعزه،وعلى كل ذي منزلة منزلته فحينئذ يكون الرؤساء لک أعواناً. (۱)**

کمال سیاست اور ریاست کا یہ واضح ثبوت ہے کہ آپ ہر منصب کے مالک کو اپنے منصب اور معزز شخص کو اپنی عزت اور ذی مرتبت کو اپنے مرتبہ پر چھوڑ دیں تو اس صورت میں امراء آپ کے معاون بن جائیں گے ۔

## حفظِ مراتب کی اہمیت:

حاکم کے لیے لازمی ہے کہ وہ ملک کی بقا اور تحفظ کی خاطر اپنی رعایا کے مراتب کا خیال رکھے۔امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إن حفظ المراتب في المملكة كحفظ السمع والبصر،لعظم المنافسة فيها و انتشار العداوة منها،وقد تدلس عليها كتدليس البهرج،ويترشج لهامَن ليس لها كفواً ، ولامن أهلها غاصباً، أومغالطاً، فتصفر منهاأيدي أربابها، وينفذ فيها حكم غصابها. (۲)**

کسی مملکت میں رعایا کے مراتب اتنے ہی اہم ہیں جتنا کہ آنکھیں اور کان اہمیت رکھتی ہیں، کیوں کہ لوگ ایک دوسرے سے مرتبوں میں حسد کرنے لگتے ہیں اور اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور مراتب میں دھوکہ بھی ہوسکتا ہے باطل کے دھوکے کی طرح۔ان مراتب کے لیے وہ لوگ آگے

(۱) سراج الملوک ج۲ص۴۵۶ ، الباب السابع والثلاثون في بيان الخصلة التي فيها ملجأ الملوک عندالشدائد.

(۲) تسهيل النظر ص ۲۴۱ ، الفصل السادس والعشرون دوام تفقدالملک الأحوال العامة.

آئیں گے جو اہل نہ ہوں گے اور غضب اور مغالطہ کی راہ سے پہنچ رہے ہوں گے۔ پس اہل لوگ ان میں دخل نہیں رکھتے اور نااہل لوگوں کا غصب ان میں نافذ ہو جاتا ہے۔

## کن امور میں مراتب کا خیال رکھا جا سکتا ہے :

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**حفظ المراتب معتبر من وجهين: أحدهما: في الولاية والتقليد. والثاني: في الإكرام والتقريب. فلا يتجاوز بأحدهم قدر الاستحقاق في أحدهما؛ فإنه يطغى بالزيادة، ويستوحش من النقصان.(۱)**

لوگوں کے مراتب کا لحاظ دو حالتوں میں معتبر ہو سکتا ہے: ۱- ولایت اور منصب پر فائز کرنے میں۔ ۲- عزت کرنے اور اپنے قریب لانے میں۔ پس حاکمِ وقت کو چاہیے کہ مذکورہ صورتوں میں کسی ایک کے حق میں زیادتی نہ کرے؛ کیونکہ اگر کسی کو قابلیت سے زیادہ عہدہ دیا جائے یا اس کی زیادہ عزت کی جائے تو وہ سرکش بن جاتا ہے اور اگر اس میں کوئی کمی کی جائے تو اس سے وہ متنفر ہو جاتا ہے۔

## حفظِ مراتب کے فائدے اور عدمِ تحفظ کے نقصانات :

لوگوں کے مراتب کا خیال رکھنا بہت سارے فوائد رکھتا ہے اور خیال نہ رکھنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ امام ماوردیؒ فرماتے ہیں :

**هذا أمر يجب صرف الإهتمام إليه ؛ لمافي نظامه من نظارة ، و غضارة ، ووحفظ مراتبه ، وحشمته ؛ إذ لاشيء أعظم إيحاشاً ، ولا أكثر تنكراً أوفساداً**

---

(۱) تسهيل النظر ص ۲۴۲، الفصل السادس والعشرون دوام تفقدالملك الأحوال العامة.

**من حطّ مراتب الكفاة ،ورفع السفلة والدناة. (۱)**

مذکورہ دونوں صورتوں میں مراتب کا خیال رکھنا ایک ایسا عمل ہے جسے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؛ تاکہ نظام کا قیام فائدہ مند ہو اور حاکم کے حفظِ مراتب کا رعب قائم ہو کیونکہ وہ چیزیں جو لوگوں میں نفرت کا بیج بوتی ہیں اور فساد کا باعث بنتی ہیں وہ اونچے مراتب والے لوگوں کا مرتبہ گھٹانا اور نااہل لوگوں کا مرتبہ بڑھانا ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:

**ليس كل مَن تَعَظّم بعظيم ،ولا كل مَن تَنَسّک بناسک ،ولا كل مَن تسّود بسيّد ، والناسکُ غير المتناسک،والشريف غير المشرف،ولا خير في مملكة صار الرؤوس فيها أذنابا،والأذناب فيها رؤوسا.(۲)**

یہ ضروری نہیں کہ ہر بڑا دکھائی دینے والا حقیقت میں بھی بڑا ہو، ہر عبادت گزار بننے والا حقیقت میں بھی عبادت گزار ہو اور سرداری کا خواب دیکھنے والا حقیقت میں بھی سرداری کا اہل ہو۔ اور جو لوگ شرافت کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ رذیل ہوتے ہیں اور اس مملکت میں کوئی فلاح نہیں ہو سکتی جہاں متبوع لوگ تابع اور تابع لوگ متبوع ہوں۔

## فارس کے بادشاہ کی اپنے بیٹے کو وصیّت:

فارس کے بادشاہ نے اپنے بیٹے کو اس طرح وصیت کی :

**لاتكونن في شيء من الأشياء أشدخشية منک، من رأس صار ذنباًأو ذنب صار رأساً،أويدمشغولة أحدثت فراغاً ،أوكريم حال إلى ضرأولئيم صارإلى فرح فإنه يتولد مِن تنقل الناس عن حالاتهم فساد مضر. (۳)**

---

(۱) تسهيل النظر ص ۲۴۲، الفصل السادس والعشرون دوام تفقدالملک الأحوال العامة.

(۲) تسهيل النظر ص ۲۴۱.

(۳) تسهيل النظر ص ۲۴۱.

تجھے اس بات سے زیادہ کسی بات کا خوف نہیں ہونا چاہیے کہ تابع متبوع یا متبوع تابع بن جائے یا مشغول فارغ ہوجائے یا کریم انسان تکلیف میں مبتلا ہوجائے یا کمینہ شخص خوش عیش بن جائے !یادرکھو! لوگوں کا اپنے حالات سے تبدیل ہونے کی وجہ سے لازمی طور پر فساد برپا ہوسکتا ہے۔

## نوشیروان کا واقعہ:

نوشیروان عادل بادشاہ اپنے ماتحت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حاکموں کو اس طرح حکم دیا کرتے تھے:

**أن لایدعوا أولاد سفلة أن یقعدوا في المکاتب، وأن یطردوا عن مجالس القضاة؛ لأنهم متى ماتعلم الجدال قدحوا في الدین ، ومتى ماتمکنوا من أعمال السلطان عملوا في بوار أهل البیوتات. (۱)**

ضروری ہے کہ رذیل لوگ دفاتر میں کوئی نوکری حاصل نہ کریں اور نہ عدالتی نظام میں شامل ہوں؛ کیونکہ اگر وہ عدالتی بحث وتمحیص پر عبور حاصل کریں گے تو دین میں کیڑے نکالنے کی کوشش کریں گے اور جب انھیں بادشاہت اور حکومت کے کاموں پر عبور حاصل ہوجائے گا تو پھر وہ قوم کی تباہی کے بارے میں سوچیں گے۔

## (۲۵) لوگوں کے لیے ملاقات میں سہولت برتنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ لوگوں کے لیے ملاقات میں سہولت پیدا کرے تاکہ جو لوگ حاجتمند یا اہل خیر ہوں وہ آسانی سے سربراہ کے ساتھ ملاقات کرسکیں۔ علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) تسهیل النظر ص ۲۴۲/۲۴۳، الفصل السادس والعشرون دوام تفقد الملک الأحوال العامة.

**أن يسهل حجابه،ويلين في الإذن جانبه،ويتقدم إلى حجابه وبوّابيه أن لاتمنع عنه صاحب خبرولامتظلم ولامتنصح يرد الباب في وقت جلوسه حتى يأذنواله أويرفعوا خبره من غير تأخير. (۱)**

حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ متاثر لوگوں کے لیے ملاقات کی سہولت پیدا کرے تاکہ انہیں آسانی ہو اور پہلے سے محافظین اور درباری ملازمین کو سمجھائے کہ ضروری خبرلانے والے، مظلوم لوگوں اور استغاثہ کرنے والوں کو ملاقات کروانے کی پوری سہولت دیں۔ اس کے علاوہ جو لوگ بادشاہ کو کوئی مفید مشورہ دینے آئے ہوں تو اگر حاکمِ وقت خود مصروف ہو تو چاہیے کہ دربان ان کو بلاتاخیر داخل ہونے کی اجازت دیں تاکہ وہ حاکم سے ملاقات کرسکیں۔

## لوگوں کے لیے ملاقات میں سہولت کی ضرورت:

حاکمِ وقت کو لوگوں کے لیے ملاقات میں ہر ممکن سہولت مہیا کرنی چاہیے؛ کیوں کہ اگر بعض اہم مسائل کا بروقت فیصلہ نہ ہوسکے تو فساد برپا ہو جائے گا۔

## حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

حضرت علیؓ نے اپنے حاکم کی تقرری کے مکتوب میں ایک جامع اور تفصیلی ہدایت لکھی ہے:

**فلاتطُولن حجابَک على رعيتک فإن احتِجَاب الوُلاةّ عَنِ الرعيةِ شعبةٌ مِن الضيق ، وقِلّة علم مِن الأمور والاحتجاب يَقْطع عَنهم علمَ مااحتَجَبوادونه فيصغرعندَهم الكبير،ويعظم الصغير، ويقبح الحسن ، و يحسن القبيح ، ويشاب الحق بالباطل إنما الوالي بشرٌلايعرفُ ماتوارى عنه الناس به من الأموروليست على القول سمات يعرفُ بهاصروف الصدق من الكذب فيحصن**

---

(۱) نصيحة الملوک ص۲۷۸، تسهيل الحجاب .

**من الإدخال في الحقوق بلين الحجاب (۱)**

آپ زیادہ عرصے تک رعیت سے غائب نہ ہوں، اس لیے کہ اگر حاکم اپنی رعیت سے حجاب میں رہے تو رعیت کو دکھ ملے گا اور حاکم رعیت کے کاموں سے بہت کم خبردار ہوگا۔ حاکم کے پردے میں رہنے سے ایک نقصان یہ ہوگا کہ رعیت جو چیزیں حاکم سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں، تو ان سے حاکم لاعلم رہ جائے گا جس کے نتیجے میں حاکم کو بڑی بات بھی چھوٹی دکھائی دے گی اور چھوٹی بات بڑی نظر آئے گی۔ برائی نیکی اور نیکی برائی نظر آئے گی اور حق و باطل مخلوط ہو جائیں گے۔ حاکم کو ان کاموں کا اندازہ نہیں لگے گا، جو لوگ اس سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں اور صرف کہنے سے سچ ، جھوٹ سے علیحدہ نہیں ہوسکتا ہے؛ جب تک معلومات فراہم نہ کردی جائیں۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے .........................

**إذ المرأ لا يرعاك إلاّ تكلفا ☆ فدعه ، ولا تقصر عليه التأسفا**

**ففي الناس إبدال وفي الترک راحة ☆ وفي القلب صبر للحبيب ولو جفا (۲)**

جب آپ کے ساتھ کوئی شخص بغیر تکلف کے ملاقات نہیں کرتا، تو تم ایسے شخص کو چھوڑ دو اور اس پر زیادہ افسوس نہ کرو۔ پس لوگوں میں ایک شخص کے بدلے دوسرا شخص پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کے اس طرح چھوڑنے میں راحت ہوتی ہے اور انسان کے دل میں دوست کے لیے صبر پیدا ہوتا ہے اگرچہ وہ اس کے ساتھ جفا اور ظلم کرے۔

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**فإن من الأمور أمورا يكون في تأخيرها فساد كبير، وفتق عظيم؛ فمنها مايكون في تأخيره وفوته من الفوائت ما لا يمكن تلافيه، ولا يتهيأ تداركه، ومنها مايجب**

---

(۱) كنز العمال ج۱۳ ص۱۸۵ رقم:۳۶۵۵۳. نهج البلاغة ص۴۳۵ ،ومن عهد له كتبه للأشتر. . .

(۲) ديوان الشافعي ص۹۸، قافية الفاء ، القناعة والطمع .

**في الـدين تعهده وفعله واغتنامه في وقته، فإن أعمال الدين كلهاأوعامتهاموقتة. فـإذا فـاتَ مـنـه عـمـلٌ . فـاتَ بـه خيـرٌ كثيـرٌ ،وأجرٌ كبيرٌ ،وثناءٌ حسنٌ ، وذكرٌ جميلٌ.(۱)**

اور بعض مسائل کا حل فوری طور پر اس لیے کرنا چاہیے کہ اس میں تاخیر سے بڑا نقصان ہوسکتا ہے اور بعض نقصانات کی تلافی بعد میں ممکن نہیں ہوتی اور وہ امور جو دین میں واجب ہیں اپنے وقت پر ہونے چاہئیں، کیوں کہ زیادہ تر دینی کام وقت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جب مقررہ وقت پر ادا نہ ہوں تو انسان بڑی خیر اور اجرِ عظیم سے محروم رہ جاتا ہے۔

## (۲۶) ذمہ داریوں کی تقسیم اور تعیین:

حاکم کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمام کام اور ذمہ داریاں مقرر کردے اور ہر اہل شخص کو اپنی ذمہ داری سپرد کردے اس لیے کہ قائد اور حاکم ایک عام انسان ہی ہے جس کی استعداد وقوت محدود ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ تمام کام اکیلے ہی انجام دے دے۔ تو اسی وجہ سے مناسب ہے کہ بعض ذمہ داریاں دوسرے زیرک اور کام کو سمجھنے والے لوگوں کے سپرد کردے تاکہ ہر کارکن اپنی مسئولیت کے دائرے میں خلیفہ اور حاکم کی نیابت میں مسلمانوں کی خدمت کرے۔

کسی کو ذمہ داریوں کا سپرد کرنا مثبت اثر ڈالتا ہے اس لیے کہ وہ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ میں حاکم کے سامنے قابل اعتبار اور معتبر شخص ہوں اس لیے یہ مسئولیت مجھ کو سپرد کی ہے تو یہ احساس اس مذکورہ مسئول کے جذبات بلند کرتا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کو انجام دینے کے معاملے میں بہتری اور عمدگی کی کوشش کرے گا جس کے نتیجے میں ادارے اور عام مسلمانوں کو بھی نفع ہوگا جس طرح کہ اس کام کو نہ کرنے کا ضرر اور نقصان ادارے اور عام

(۱) نصيحة الملوك ص ۲۷۸، تسهيل الحجاب .

مسلمانوں کو ایک ہی طرح پہنچے گا۔(۱)

## کاموں کی تقسیم حدیث کی روشنی میں:

عہدوں کی مناسب تقسیم سنتِ نبوی (ﷺ) میں مذکور ہے۔ علامہ قادری لکھتے ہیں:

**کان رسول اللّٰہ ﷺ و ھو وليّ أمر المسلمين يحدد لأمرائه و عُمّاله وظائفهم العامة والخاصة ، وإذا كانوا جماعة أمّر عليهم أميرهم ،وبيّن له ما يجب عليه فيما يتعلق بعمله وما يتعلق برعيته .**

رسول اللہ ﷺ کا شیوہ تھا کہ اپنے حاکموں اور عاملوں کو الگ الگ اور مناسب عہدے سپرد فرماتے تھے اور جب وہ کسی کام کے لیے جماعت کی شکل میں سفر کرتے تو آپ ﷺ ان میں سے ایک کو ان کا امیر مقرر فرماتے اور ان کو اپنے اپنے فرائض سے آگاہ فرماتے۔ خاص طور پر ان فرائض سے جن کا تعلق رعایا کے مسائل سے ہوتا۔

**ومن أمثلة ذلک : عن معاذ بن جبل ؓ (بعثني رسول اللّٰہ ﷺ) فقال:(( إنک تأتي قومامن أهل الكتاب فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلاّ اللّٰہ وإني رسول اللّٰہ )) . الحديث.(۲)**

ان میں سے ایک واقعہ حضرت معاذ بن جبل ؓ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انھیں دعوتِ توحید و رسالت پہنچاؤ۔

**فقدبعث الرسول عليه السلام معاذا عاملاً وداعياً إلى اليمن وحدّدله وظيفته تحديدا دقيقا إذ بيّن له العمل المهم الذي يبدأبه مرتبا عليه ما يبنى عليه.(۳)**

(۱) فوزي كمال أدهم . الإدارة الإسلامية ص ۲۵۹،۲۶۰ .

(۲) مسلم ج ۱ ص ۳۶ ، كتاب الإيمان باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام.

(۳) الكفاءة الإدارية ص ۱۰۹ ، المبحث العاشر تحديد الاختصاصات .

اسی طرح معاذ بن جبلؓ گورنر اور کو داعی کی حیثیت سے یمن بھیجا اور انھیں اپنے فرائض سے خوب خبردار کیا اور وہ ابتدائی اہم اور ضروری کام سکھائے جن کی روشنی میں وہ مزید کام سرانجام دے سکیں۔

علامہ قادری لکھتے ہیں:

**كان الرسول ﷺ بعض الأعمال والوظائف يسندها لبعض أصحابه عملا وإن لم يحددهم بالقول حتى كانوا يعرفون بأصحاب تلك الأعمال كما كان ابن مسعودؓ صاحب نعليه ووسادته ومطهرته، وكان حذيفة بن يمانؓ صاحب سر، وهكذا كان أصحاب رسول الله ﷺ يحددون وظائف أعمالهم إما تفويضا وإما تنفيذا.** (۱)

رسول اللہ ﷺ نے بعض ذمہ داریاں اور کام عملاً صحابۂ کرامؓ کے حوالہ کر دیے تھے؛ اگرچہ وہ کام زبانی طور پر انھیں سپرد نہیں کیے تھے تاہم صحابۂ کرامؓ انھی ذمہ داریوں کے حوالے سے پہچانے جاتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو آپ ﷺ کے نعلین مبارک، تکیہ اور وضو کرنے کے برتن حوالہ ہوتے تھے تو لوگ انھیں ''صاحب النعلین'' کے نام سے پکارتے تھے۔ اسی طرح حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ آپ ﷺ کے اہم رازدار تھے جو ''صاحب السر'' کے نام سے مشہور تھے۔ اس طرح دیگر صحابۂ کرامؓ کے معمولات میں شامل تھا کہ وہ امور اور وظائف سے تعلق رکھتے تھے چاہے وہ امور تفویضی طریقے سے ہوں یا نفاذی طریقے سے۔

## کاموں کی تقسیم خلفاے راشدینؓ کی سیرت میں:

خلفاے راشدینؓ کے تعامل سے بھی کاموں کی تقسیم ثابت ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں درج ذیل آثار کو ہم پیش کرتے ہیں:

(۱) الكفاءة الإدارية ص ۱۱۴، المبحث العاشر تحديد الاختصاصات .

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طرزِ عمل :

حافظ ابن کثیرؒ (متوفی ۷۷۴ھ) نے لکھا ہے:

**فجعل الصديق على أنقاب المدينة حراسايبيتون بالجيوش حولهافمن أمراء الحرس :علي بن أبي طالبؓ،و زبيربن العوامؓ ،وطلحة بن عبداللهؓ ،وسعد بن أبى وقاصؓ، وعبدالرحمن بن عوفؓ،وعبدالله بن مسعودؓ (۱)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے محافظین کو مقرر فرمایا تھا وہ مدینہ منورہ کی حفاظت کی خاطر فوج کے ساتھ مدینہ منوّرہ کے اطراف اور حدود میں راتیں گذارتے تھے۔ اس فوج کے سپہ سالاروں میں حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شامل تھے۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

علامہ ابن سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) نے لکھا ہے :

**فكان عمربن الخطابؓ قدأمّر رِجالايقومون عليهم ويقسمون عليهم أطعمتهم وإدامهم فكان يزيد بن أخت النمر،وكان المسوربن مخرمة،وكان عبدالرحمن بن عبدالقارئ وكان عبدالله بن عتبه بن مسعود فكانوا إذا أمسوا اجتمعوا اعندعمرفيخبرونه بكل ماكانوا فيه وكان كل رجل منهم على ناحية من المدينة.(۲)**

---

(۱) البداية والنهاية ج۵ ص ۴۱ ، فصل في تصدى الصديق لقتال أهل الردة ومانعي الزكاة .

(۲) طبقات الكبرى ج۳ ص ۳۱۶ ، ذكر استخلاف عمرؓ.

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے خشک سالی کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے اطراف میں امیر مقرر فرمائے تھے تاکہ وہ اُن لوگوں کی ضروریات پوری کریں جو مدینہ منورہ کے اطراف میں جمع تھے اور اُن پر کھانا تقسیم کریں۔

حضرت زید بن اخت النمرؓ، حضرت مسور بن مخرمہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری ؓ اور حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ۔ پس جب شام ہوجاتی، تو وہ سب حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہوکر ان کو سب حالات بتادیتے۔ ان میں سے ہر ایک مدینہ منورہ کے اطراف میں نگران ہوتا تھا۔ علامہ قادری لکھتے ہیں:

**تلک کماھومعلوم وظائفٌ محددةٌ. (۱)**

اور یہ کام مقرر کردہ عاملین کی ذمہ داری تھی۔

## وظائف کی تقسیم تکوینی اور شرعی سنت ہے:

اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ اور خلفاے راشدینؓ کے تعامل کا ذکر کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ وظائف کی تقسیم تشریعی سنت بھی ہے اور تکوینی بھی۔ علامہ قادری لکھتے ہیں:

**الخلاصة: أن تقسیم الوظائف، وتحدیدھاسنة کونیة وسنة شرعیة، والذي لایقسم الوظائف علی العاملین یخالف السنتین. (۲)**

خلاصہ یہ کہ ذمہ داریوں کا تعین اور تقسیم تکوینی اور تشریعی سنت ہے اور وہ امیر جو اپنے ماتحت حُکّام میں ذمہ داریاں کو تقسیم نہیں کرتا، حقیقت میں ان دونوں قسم کی سنتوں کی مخالفت کرتا ہے۔

---

(۱) الکفاءة الإداریة ص۱۱۷، المبحث العاشر تحدید الاختصاصات.

(۲) الکفاءة الإداریة ص۱۱۸، المبحث العاشر تحدید الاختصاصات.

## وظائف کی تقسیم اور تعین حاکم کی اہم صفت ہے:

حاکم کے لیے یہ ایک اہم صفت ہے کہ وہ وظائف کی تقسیم اور تعیین پر قادر ہو۔علامہ قادری لکھتے ہیں:

**لهذا كان من أهم صفات وليّ الأمر التي تجعله كفوا أن يكون قادرا على تحديد الأعمال والوظائف، وتقسيمها على ولاته.(۱)**

حاکم کی اہم صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ وظائف اور کاموں کی مناسب تقسیم پر مکمل عبور رکھتا ہو۔

**والذي لا توجد فيه هاتان الصفتان ناقص الكفاءة نقصا قد يؤدي إلى شلل ولايته شللا تاما.(۲)**

اور جس حاکم میں مذکورہ دو صفات موجود نہ ہوں تو وہ نااہل شمار ہوگا اور ممکن ہے کہ اس کی حکومت کو کوئی بڑا نقصان پہنچے۔

## تقسیم اُمور کے فوائد:

وظائف اور کاموں کی تقسیم کرنے کے بہت سے فائدے ہیں :

### الف: کامیابی کا سب سے بڑا سبب :

علامہ قادری لکھتے ہیں:

**قد دلت التجارب الإدارية أن تقسيم العمل، وتحديد قواعده من أهم عوامل النجاح.**

(۱) الكفاءة الإدارية ص ۱۱۸، المبحث العاشر تحديد الاختصاصات.

(۲) الكفاءة الإدارية ص ۱۱۷، المبحث العاشر تحديد الاختصاصات.

یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ کام کی مناسب تقسیم اور تعیین کامیابی کا اہم سبب ہے۔

## ب: فرض شناسی کا ذریعہ:

علامہ قادری لکھتے ہیں :

**يترتب على تحديدالوظائف،وتقسيم العمل معرفة قيام الوُلاة بمسئوولياتهم؛ لأن الوظيفة المحددة للشخص تجعله مسؤولاعنهاأمامَ وليّ الأمر،إذلايستطيع أن يحمل غيره مسؤوليته عن وظيفته المحددة إذاحصل تقصير،وذلک حافز على قيام العامل بعمله ،ومؤد إلى معرفة المتواني عن العمل ليحاسب عليه.(۱)**

تعینِ وظائف اور تقسیمِ عمل سے عہدوں کی پہچان ہوجاتی ہے اور ہر شخص اپنا فرض سمجھ کر بہتر طور پر انجام دیتا ہے۔کوتاہی کی صورت میں حاکم کے سامنے وہی جواب دہ ہوگا؛ کیونکہ کوئی دوسرا شخص یہ طاقت نہیں رکھ سکتا کہ اصل ذمہ دار سے تقصیر ہوجانے کی صورت میں اس کی ذمہ داری اپنے سر لے اور یہ کام کسی بھی عامل کو اپنے فرائض نبھانے میں تیز کرنے کا باعث ہے اور عمل میں سُستی کرنے والے کی نشاندہی کا سبب ہے یوں اس سے محاسبہ آسان ہوجائے گا۔

## تقسیمِ اُمور کے نہ ہونے کے نقصانات:

وظائف اور کام تقسیم نہ کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں۔چند نقصانات مندرجہ ذیل ہیں:

### (الف) ہر انسان دوسرے سے کام کرانے کی توقع رکھتا ہے:

مناسب تقسیم نہ ہونے کا پہلا نقصان یہ ہے کہ اس کے باعث آدمی توقع رکھتا ہے کہ فلاں شخص یہ کام کرے گا اور خود اس سے پہلوتہی کرتا ہے۔علامہ قادری لکھتے ہیں :

**بخلاف ماإذاكانت الوظائف غيرمحددة ، فإن كل واحد من العاملين قد**

(۱) الكفاءة الإدارية ص۱۱۷ ، المبحث العاشر تحديد الاختصاصات .

**يتوانى عن أدائهامؤ كلا أمرها إلى غيره.**

اس حالت میں جب کہ وظائف کی تقسیم مناسب طریقے سے نہ ہوں ہر شخص اپنے کام کی ادائیگی میں سُستی کرتا ہےاورکام دوسروں پر چھوڑ دیتا ہے۔

## (ب) ہرایک کام کرنے کااقدام کرتا ہے :

جب ایک کام مختلف کارندوں کے سپرد ہوجائے تو نتیجتاًاس کام میں اختلاف اور بے ترتیبی پیدا ہوجاتی ہے۔علامہ قادری لکھتے ہیں:

**قد يجتهد كل منهم في القيام بالوظيفة فيتعارض اجتهادهم الواردعلى الوظيفة الواحدة فيحصل بينهم خلاف يؤدي إلى الفوضى .**

وظائف کی مناسب تقسیم نہ ہونے کے باعث ہر شخص اس کام کوختم کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اس دوران ان کے درمیان ضرور اختلاف پیدا ہوگا؛ کیوں کہ ہرایک کا انداز کار مختلف ہوتا ہےاور اس سے بے ڈھنگا پن پیدا ہوجاتا ہے۔

## (ج) ایک دوسرے کی خصوصیات میں تجاوز کا سبب بنتا ہے:

جب کام مناسب طریقے سے تقسیم نہ ہوتو ہرایک دوسرے کے کام میں مداخلت کرتا ہے جو نزاع کا باعث بنتا ہے۔علامہ قادری لکھتے ہیں:

**إن عدم الوضوح يؤدي إلى احتكاك المؤظفين،واعتداء بعضهم على اختصاصات بعض لذلك كان تحديدالوظيفة، وواجباتهاوتميزهاعن غيرها أوّل مايعنى به ترتيب الوظائف.**

مناسب تقسیم نہ ہونا لوگوں کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور بعض خصوصیات کی بنا پر تجاوز کا سبب بنتا ہے۔پس وظائف اور کاموں کی تعین،اس کا لزوم اور آپس میں فرق، یہ وہ عوامل ہیں جن

سے مراد وظائف کی مناسب تقسیم وتعین ہے۔

## (د) جسمانی تھکاوٹ، ذہنی پریشانی اور ادارے کی کمزوری کا سبب ہے :

وظائف کی مناسب تقسیم نہ ہونے کے باعث جب ایک فرد کو مختلف کام تفویض کیے جائیں تو اس کے نتیجے میں جسمانی وذہنی تھکاوٹ اور پریشانی پیدا ہو جاتی ہے اور ادارہ کمزور ہو جاتا ہے۔ علامہ قادری لکھتے ہیں :

**هو جدير بالتعب الجسدي والإرهاق العقلي والفشل الإداري؛لأن طاقته محدودة ، و هو لذلک غير قادر على تدبير الأمور بمفرده ، وفي عمله ذلک تجميد للطاقات،وحرمان للأمة من نشاط أبنائها الأكفاء وفي عدم تقسيم الوظائف،وعدم تحديد اختصاصات كل مؤظف إيهام يؤدى إلى التوكل، و الاعتداء على اختصاصات الآخرين. وذلک جدير بإحداث الفوضى والخلاف والفشل كذلک. فلابد من تقسيم الوظائف على الأكفاء، ولا بد من تحديد عمل كل مؤظف .(۱)**

وہ جسمانی اور ذہنی لحاظ سے تھکاوٹ محسوس کرے گا اور ادارہ بھی کمزور ہوگا کیونکہ اس کی طاقت محدود ہے ۔وہ اکیلے تمام امور پر قادر نہیں ہوسکتا اور عدمِ تقسیمِ وظائف کی صورت میں تمام ماہر لوگوں کی طاقتیں بے کار جائیں گی اور اس صورت میں مسلمان اپنے بچوں کی مناسب تربیت سے محروم رہیں گے۔ وظائف کی تقسیم نہ ہونے اور دائرۂ کار کے متعین نہ ہونے کا ایک نقصان یہ ہے کہ مناسب تقسیم نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص دوسرے شخص کے کاموں میں رکاوٹ بنے گا

(۱) الكفاءة الإدارية ص۱۱۷، المبحث العاشر تحديد الاختصاصات .

اور یہ مداخلت خودسری اور ادارے کی کمزوری کا سبب بنے گی۔

پس یہ ضروری ہوا کہ تمام وظائف (ذمہ داریاں) کی مناسب اور موزوں تقسیم ہو اور ہر ایک کو اپنے اپنے مناسب کام سپرد ہو۔

## (۲۷) کام اپنے وقت پر کرنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر کام مقررہ وقت پر انجام دے۔ بصورتِ دیگر زیادہ تر کام اکارت چلے جائیں گے لہذا ہر کام کے لیے اُس کا وقت مقرر ہونا چاہیے۔

## حضرت عمرؓ کا ارشاد:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

**لاتؤخر عمل یومک لغدک .** (۱) آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔

اسی طرح شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

**یجب علیه أن لایؤخر مالا بد منه إلی غد.** (۲)

مسلمانوں کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ وہ آج کا ضروری کام کل پر نہ چھوڑے۔

**قیل لرجل سلب ملکه: ماالذي سلبک ملکک؟قال: دفع عمل الیوم إلی غد،والتماس عدة بتضییع عدد ،واستکفاء کل مخدوع عن عقله.** (۳)

ایک دفعہ ایک بادشاہ سے دریافت کیا گیا کہ کس وجہ سے تیری سلطنت زائل ہوگئی۔ اس نے

(۱) الشهب اللامعة ص ۱۶۶ ، باب ۱۶،في الحرزم والدهاء وکتم السر والقوة وما یلحق .... .

(۲) حجة اللّٰه البالغة ج ۱ ص ۴۶ ، باب سیر الملوک .

(۳) الشهب اللامعة ص ۲۶۲ ،باب : ۲۴ في ذکرالخصال التي فیهافسادالدول.أدب الدنیاوالدین ص ۴۸۱،نصائح في المشورة.

کہا: اس لیے کہ میں آج کا کام کل پر چھوڑ جاتا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ میں اس شخص کو کام حوالہ کر دیتا جو عقلاً کمزور ہوتا تھا۔

**أجمع الفرس على أن إتلاف السياسة في ثلاثة : تأخير عمل اليوم إلى غد،وتفويض الأمور إلى غير الكفاة ،والعمل بالشهوات لابالعقول .(۱)**

اہلِ فارس نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ سیاست تین چیزوں سے برباد ہوتی ہے: ایک یہ کہ آج کا کام کل پر چھوڑ دیا جائے۔ دوسری چیز یہ کہ غیر اہل کو کام سپرد کیا جائے۔ تیسری یہ کہ عقل کے بجائے شہوات نفسانیہ کی پیروی کی جائے۔

مروان بن حکم جب مصر سے شام جارہے تھے تو اپنے بیٹے کو حاکم مصر بناتے وقت فرمایا:

**يابني انظر إلى أهل عملك : فإن كان لهم عندك حق غدوة . فلا تأخرهم إلى عشية ، و إن كان لهم عشية . فلاتؤخرهم إلى غدوة . اعطهم حقوقهم عند محلها تستوجب بذلك الطاعة منهم.(۲)**

اے بیٹے یاد رکھو! اگر تمھارے پاس اپنے حاکموں کا کوئی حق باقی ہے تو آج ہی ادا کرو اور کل پر نہ چھوڑو۔ اگر شام کے وقت تمھارے ذمے کوئی حق ہو تو کل صبح پر نہ چھوڑو۔ پھر وہ ضرور تمھاری اطاعت کریں گے۔

## (۲۸) مستقل مزاجی رکھنا:

ادارے کا سربراہ صاحب رائے ہوگا، غور وخوض کے بعد صحیح فیصلہ کرنے کا ملکہ رکھتا ہوگا اور اپنے فیصلے میں متردد نہیں ہوگا۔ فیصلہ میں تردد کرنا بہت سے اجتماعی نقصانات کا باعث ہے۔

---

(۱) آثار الأول في ترتيب الدول ص ۱۲۴ ،باب :۲۵، في كلمات جامعة في السياسة .

(۲) الشهب اللامعة ص ۲۷۰، باب :۸،في سيرة الملك مع العباد والنساك والزهاد و....

مدائنیؒ فرماتے ہیں: ایک بادشاہ کو کسی علاقے کے بادشاہ کی اچھی سیاست کی اطلاع ملی تو اس بادشاہ کو ایک مراسلہ بھیجا اور اس کی اس علمیت کے متعلق پوچھا جس کی بنا پر وہ بادشاہ بنا تھا۔ اس بادشاہ نے جواباً تحریر کیا :

**لم أهزل في أمرولانهي ولاوعدولاوعيد،واستكفيتُ أهل الكفاية ، وأثبت على الغناء لاعلى الهوى ، و أودعت القلوب هيبةً لم يشنهامقت ، وودّا لم يشبه كذب ،وعممت بالقوت ،ومنعت الفضل .(۱)**

وہ علمیت اور حکمت عملی جس کی بدولت میں یہاں تک آ پہنچا ہوں، یہ ہے کہ میں نے جس کسی کو حکم دیا یا کسی کام سے روکا یا کسی سے معاوضے کا وعدہ کیا یا کسی کو ڈانٹا تو اسے مذاق نہیں سمجھا (بلکہ اس پر عمل کرنے میں تیزی اور عمدگی کو مدنظر رکھا) اور میں تو نگری کے ساتھ مستقل مزاج بنا ہوں نہ کہ خواہشاتِ نفسانی کے ساتھ۔ اور بغض وعناد کے بغیر لوگوں کے دلوں میں اپنا رعب ودبدبہ بٹھایا اور اُن کے دلوں اپنی ایسی محبت پیدا کی جس کے ساتھ جھوٹ کی ملاوٹ نہیں اور ساری مخلوق پر کفایت شعاری سے خرچ کیا اور دوسروں پر ترجیح دینے سے گریز کیا۔

## تردد کے نقصانات:

پہلے بیان ہو چکا کہ حاکم متردد نہیں ہوگا۔ حاکم میں تردد کی صفت کے بہت سے نقصانات ہوتے ہیں۔ علامہ قادری لکھتے ہیں:

**لوأن وليّ الأمريترددفي الأمور،ولايبت فيها،ويتخذالقرارالمناسب في وقته لكان في ذلك فشله الذريع، وطمع الناس في ثنيه عن أمره الذي يعزم عليه إذاكان لهم في ذلك مصلحة ،ولوخالفت المصلحة العامة .**

(۱) حريري . تهذيب الجليس الصالح الكافي والأنيس الناصح الشافي ج۳۲ ص۱۹۷ .

اگر حاکم مختلف امور کے انجام دینے میں مناسب اوقات میں مستقل مزاج نہ ہو، تو اس سے اس کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے اور مخالفین میں اس کام سے پھیرنے کی اس کے خلاف کامیابی کی امید پیدا ہو جاتی ہے، جس کا حاکم نے عزم و ارادہ کیا ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب لوگ اسے (حاکم کو) اپنے کام سے پھیرنے میں مصلحت اور فائدہ محسوس کرتے ہیں؛ اگرچہ وہ عام مصلحت اور فائدے کے خلاف ہو۔

**من أخطر الأمور الدالة على ضعف المسؤول كثرة الترددو الشک و الخوف من اتخاذالقرارفي وقته والإصغاء للمثبط بعدظهور رحجان الإقدام في الأمر، فإن مَن تلک حاله. يكون محلالطمع الطامعين، وتثبيط المثبطين ولذلک قال الله لرسوله ﷺ وهو قدوة أمته: ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (۱) – (۲)**

ذمہ دار شخص کے وہ خطرناک کام جو اس کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں اُن میں سے ایک تردد، شک اور بروقت جرأت کرنے سے خوف محسوس کرنا اور حوصلہ شکن لوگوں کی بات سننا ہے، حالانکہ کام کے کرنے کا رجحان ظاہر ہوا ہو۔ تو جس کا یہ حال ہو، وہ طمع کرنے والوں کی طمع اور بے وقوف بنانے والوں کی بے وقوفی کا محل ہوگا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ سے (اور وہ اپنی امت کے لیے نمونہ ہیں) فرمایا:

ترجمہ: پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو خدا تعالی پر اعتماد کیجیے۔

## (۲۹) اپنے ہاتھ سے کام کرنا:

ادارے کی طرف سے جب عمال میں کام تقسیم ہوتے ہیں تو سربراہ کو چاہیے کہ وہ خود بھی

---

(۱) سورة آل عمران آيت : ۱۶۰.

(۲) الكفاءة الإدارية ص ۳۱-۳۵ ، المبحث الثالث القوة والقدرة على التنفيذ.

ان کاموں میں حصہ لے۔ایسا نہ ہو کہ وہ خود بے کار بیٹھا رہے بلکہ بعض مواقع پر سخت سے سخت کام کو خود کرنے کی کوشش کرے۔اس بارے میں درج ذیل وضاحتیں پیش خدمت ہیں:

## اپنے ہاتھ سے کام کرنا سنت نبوی ﷺ ہے:

۱۔ نبی کریم ﷺ بنفس نفیس صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنگ کے میدان میں شریک ہوتے تھے(۱)

۲۔ بازاروں میں بھی تفتیش کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

(( إن رسول اللّٰه ﷺ مر برجل يبيع طعاما فساله كيف تبيع ؟ )). الحديث. (۲)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے دیکھا کہ وہ گندم بیچ رہا ہے۔آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ آپ کس طرح بیچتے ہو؟۔

## خودکام کرنا سنّتِ صدیقی ہے:

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے کام خود کرتے تھے۔خلافت سے پہلے آپؓ گاؤں کے لوگوں کی بھیڑ بکریاں دوہتے تھے۔جب خلیفہ بن گئے تو ایک لڑکی نے کہا :

الآن لاتحلب لنا منائح دارنا فسمعها أبوبكر فقال : بلىٰ : لعمري لأحلبنها لكم ، و إني لأرجو أن ل ايغيرني ما دخلتُ فيه عن خُلق كنتُ عليه ، فكان يحلب لهم .(۳)

(۱) بخاري ج۲ ص ۵۸۹ ،كتاب المغازي باب غزوة الخندق.

(۲) أبوداؤد ج۳ ص ۲۷۲ ، كتاب البيوع باب النهي عن الغش . سنن بيهقي ج ۵ ص ۳۲۰ رقم:۱۰۵۱۳ .

(۳) كنزالعُمّال ج۵ ص ٦١٠ رقم:۱۴۰۷۷ .تاريخ طبري ج۳ ص ۴۳۲ ، ذكر استخلاف عمرؓ ۱۳ھ

اب آپ ہمارے لیے ہمارے گھر کے بھیڑ بکریوں کا دودھ نہیں دوہیں گے؟ جب آپؓ نے لڑکی کی یہ بات سنی تو فرمایا: خدا کی قسم! میں آئندہ بھی ایسا کروں گا۔ میں امید رکھتا ہوں خلافت میرے گذشتہ کاموں کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں بنے گی اور نہ میرے اخلاق میں کوئی تبدیلی لائے گی۔ بہرحال آپؓ برابر لوگوں کے لیے بھیڑ بکریاں دوہتے تھے۔ ان دونوں واقعات کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ (اِن شاءاللہ)۔

## خودکام کرنا سنّتِ عمری ہے:

خودکام کرنا حضرت عمرؓ کی بھی سنت ہے۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ کو وصیت کرتے ہوئے لکھا:

**باشر أمورهم بنفسک فإنما أنت رجل منهم غير أن اللّٰه جعلک أثقلهم حملا .(۱)**

مسلمانوں کے امور کو خود انجام دو کیونکہ تم بھی انھیں میں سے ایک فرد ہو البتہ اللہ تعالی نے تمھاری ذمہ داری کو ان سے بڑھا رکھا ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

**يرحم اللّٰه ابن حنتمه لقدرأيته عام الرمادة وإنه ليحمل على ظهره جرابين وعكة زيت،(العكة آنية السمن أصغرمن القربة) في يده وإنه ليعتقب( يتناوب) هووأسلم.فلمارآني.قال :من أين ياأباهريرةؓ؟قلت:قريبا.قال: فاخذت أعقبه(أعاونه) فحملناه حتى انتهيناإلى صرارفإذاصرم (جماعة ) نحومن عشرين بيتاًمن محارب.فقال عمرؓ:ماأقدمكم ؟قالوا:الجهد.قال:وأخرجوا لنا ً**

(۱) كنزالعُمّال ج۵ ص۲۹۶ رقم: ۱۴۲۰۹۔

**جلد الميتة مشويا كانوا يأكلونه، ورمة العظام مسحوقة كانوا يستفونها. فرأيت عمرؓ طرح رداه ، ثم إتزر فمازال يطبخ لهم ويطعمهم حتى شبعوا، فأرسل أسلم إلى المدينة فجاء بأبعرة فحملهم عليها حتى أنزلهم الجبانة، ثم كساهم، وكان يختلف إليهم وإلى غيرهم حتى رفع اللّٰه ذلك.** (۱)

اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پر رحم فرمائے۔ میں نے قحط سالی کے زمانے میں حضرت عمرؓ کے شانۂ مبارک پر دو بوریاں غلہ کی اور ہاتھ میں گھی سے بھری ہوئی مشک دیکھی اور اسلم خادم بھی ساتھ تھے (حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں) مجھے دیکھتے ہی پوچھا: کہاں سے آئے؟ میں نے کہا: جناب قریب ہی سے، پھر میں نے ان کے ساتھ بوریاں لے جانے میں مدد کی، ہم ایک جگہ پہنچے جہاں قبیلۂ محارب کے بیس مکانات تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے وہاں پر ٹھہرنے کی وجہ دریافت کی ،کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ قحط کی وجہ سے ٹھہرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ جانوروں کی کھال بھون کر اور ہڈیاں پیس کر کھاتے تھے، میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ اُنہوں نے اپنی چادر پھینک دی اور کھانا پکانا شروع کیا یہاں تک کہ کھانا تیار ہوا گیا اور ان کھانے کھلوتے رہے یہاں تک کہ وہ سیر ہوگئے۔ اس کے بعد قاصد کو مدینہ منورہ بھیج کر چند اونٹ منگوائے ان سب کو سوار کر کے مقام جبانہ میں اُتار کر انھیں کپڑے پہنائے؛ اس کے بعد آپ ہمیشہ ان کی خبر گیری فرماتے رہے اور ساتھ ساتھ دوسرے مجبور لوگوں کا بھی حال پوچھتے رہے یہاں تک کہ قحط ختم ہوگیا۔

جن قواعد پر حضرت معاویہؓ کی داخلی سیاست کی بنیاد تھی ،ان میں سے ایک قاعدہ یہ تھا کہ متعلقہ امور کو خود انجام دیا جائے۔

(۱) تاريخ طبري ج۴ ص ۲۱۱/۲۱۲، حملة الدرة وتدوين الدواوين سنة ۲۳ .طبقات الكبرىٰ ج۳ ص ۳۱۴ ، استخلاف عمرؓ.

**كـانؓ يـحـرص عـلى معرفة كل صغيرة و كبيرة في دولته فرغم أنه أستعان بـأمهـر رجـال عصره ،إلَّا أنه لم يكن يكتفي بذلك بل كرس كل وقته وجهده للدولة ورعاية مصالح المسلمين .(۱)**

وہ اس بات پر حریص تھے کہ اپنی دولت کے متعلق ہر چھوٹی اور بڑی بات اپنے علم میں لائیں ، باوجودیکہ اپنے وقت کے ماہرین سے بھی استفادہ کرتے ،لیکن پھر بھی وہ اس پر اکتفانہ کرتے ، بلکہ انھوں نے اپنی تمام کوشش اوراوقات مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے وقف کی کئے تھے .

## (۳۰) اپنے قصور کا اعتراف کرنا اور غلطی پر اصرار نہ کرنا :

کوئی انسان بھی خطا اور تقصیر سے مبرّا نہیں ہوسکتا، جب سربراہ سے خطا سرزد ہو جائے تو چاہیے کہ وہ اپنے کیے پرنادم ہواوراپنی خطا کا اقرار کرے۔

علامہ قادری لکھتے ہیں:

**إن الواجب على وليّ الأمر :أن يجتهدفي جلب مصالح الأمة ودرء المفاسد عـنهـا،فـإن وردت نـصـوص من الكتاب والسنة جلب تلك المصالح ، ودرء تلك المفاسد، فاجتهاده يكون بتنفيدماوردمن النصوص وإن كانت من موارد فـي الاجتهـادوالـرأى وجـب عـلـيـه أن يـجتهـدلـلـوصول إلى مايراه أقرب إلى الـصـواب،فإذا اجتهد وأصاب فله أجران كمافي الحديث . لكنه إذا ظهرله أنه أخطأ في اجتهاده،وجب عليه أن يعترف بخطائه،ويعودإلى الصواب،ولايجوزله أن يصرعلى الخطأ.(۲)**

---

(۱) صلابي . الدولة الأموية ج ۱ ص ۲۷۱، المبحث الثانى مباشرة معاوية للأموربنفسه .

(۲) الكفاءة الإدارية ص۱۳۳ ، المبحث الثانى عشر الاعتراف بالخطأ وعدم الإصرار عليه .

حاکم پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کا عمل جاری رکھے اور ان کو شر وفساد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے اگر شر وفساد کے درمیان فیصلہ کرنے میں کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کی نص موجود ہو تو پھر حاکم کو چاہیے کہ وہ نص کی روشنی میں فیصلہ کرے اور اگر نص موجود نہ ہو بلکہ اس میں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہو تو پھر حاکم وقت پر لازم ہے کہ وہ فیصلہ سنائے جو حق کے قریب ہو اور جب اپنے اجتہاد سے حق کا فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے پھر اس کے لیے دوہرا اجر ہے: ایک اجر محض کوشش اور سعی جمیل کا۔ اور دوسرا وصول الی الحق کا (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے)۔ لیکن جب حاکم کو پتا چلے کہ وہ اپنی سعی میں خطا کر چکا ہے تو اسے اعتراف کرنا چاہیے اور حق کی طرف رجوع کرنا چاہیے، حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی غلطی پر اصرار کرے اور اسی پر قائم رہے۔

**هـذه هي سنة الرسول عليه الصلاة والسلام أمامَ أولياء أمور الأمة. فقدنصح أهـل الـمـدينة بترك تأبير النخل أي : تلقيحه بإدخال شيء من طلع الذكر في طـلـع الأنثىٰ فتساقط التمر ولم يصلح . فاخبر النبي ﷺ بذلک فقال: إن كان ينفعهم ذلک فليصنعوه وفي رواية أنس ؓ قال: ((أنتم أعلم بأمر دنيا كم)).** (۱)(۲)

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منوّرہ کے باشندوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ تابیر النخل نہ کریں (یعنی نر کھجور کے شگوفے کو مادہ کھجور کے شگوفے میں نہ لگائیں) جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم پر عمل کیا تو اتفاقاً اس سال کھجور کا پھل پکنے سے پہلے گر گیا۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر سابقہ عمل سے فائدہ مل سکتا ہے تو پھر

---

(۱) مسلم ج۲ ص ۲۶۴ ، باب وجوب امتثال ماقاله شرعاً دون ماذكره ﷺ .

(۲) الكفاءة الإدارية ص۱۳۳ ، المبحث الثاني عشر الاعتراف بالخطأ وعدم الإصرار عليه .

وہی عمل کیا کریں اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ سے فرمایا: تم اپنے دنیوی معاملات کو خوب جانتے ہو۔

## خطا پر اصرار کرنا بڑا عیب ہے:

حاکم وقت جب خوب کوشش کرنے کے باوجود غلطی کرے تو اسے عیب نہیں لگانا چاہیے؛ بلکہ عیب کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ بغیر کوشش کے خطا ہو جائے اور دوسری یہ کہ خطا ثابت ہونے کے بعد اپنی غلطی پر بضد رہے۔ علامہ قادری لکھتے ہیں:

**الخلاصة: أنه ليس العيب في أن يجتهد وليّ الأمر فيخطى، ولكن العيب أن يقع في الخطاء دون اجتهاد، أو يصر على خطئه، ولو كان صادراً عن اجتهاد بعد أن يتبين له خطؤه، والخير فيمن اجتهد فأصاب أو أخطأ فرجع عن خطئه إذا ظهر له (۱).**

خلاصہ یہ کہ اس بات میں عیب نہیں کہ اجتہاد کرنے کے باوجود خطا کرے؛ بلکہ عیب یہ ہے کہ بدون اجتہاد اور کوشش کے خطا ہو جائے یا اپنی غلطی پر اصرار کرے، اگر چہ اس سے یہ غلطی اجتہاد کے دائرے میں واقع ہوئی ہو اور اس کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے، بھلائی اس میں ہے کہ کوئی اجتہاد کر کے کامیاب ہو جائے یا خطا ہو جائے لیکن غلطی ظاہر ہونے کے بعد اس سے رجوع کر لے۔

## (۳۱) رعیت کے حالات سے باخبر رہنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو رعایا کی حالت سے باخبر رکھے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ آیت:

(۱) الكفاءة الإدارية ص ۱۳٦، المبحث الثاني عشر الاعتراف بالخطأ وعدم الإصرار عليه.

﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴾ (۱) کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قلتُ: ودلّت الآية على مسئلة سياسية،وهي أن مِن آداب السلطان والأمير ونحوهما مماتعلقت به رعاية قومه وسياسته: أن يتفقد رعاياه وأصحابه ليعرف حال كل أحدفيعوده إذامرض ويعينه إذااستعان ولاسيماالضعفاء منهم كما كان من سليمان (عليه السلام)حيث نظرإلى الهدهدوهومن ضعاف الطير، وكان من شمائل النبي ﷺ أنه كان يتفقدأصحابه كماأخرجه الترمذي في الشمائل. و كان من سنن الفاروق الأعظم : تفقد الرعايا بالليل وهومعروف في سيرهٖ . (۲)

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ آیت ایک سیاسی مسئلہ پر دلالت کرتی ہے وہ یہ کہ بادشاہ، امیر اوران جیسے لوگ، جوقوم کی حفاظت اور سیاست کی ذمہ داری رکھتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی رعیت اور ساتھیوں میں موجود و غائب اشخاص کے متعلق معلومات حاصل کریں تا کہ تمام لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں۔ مریض کی بیمار پرسی کریں، کوئی امداد کامحتاج ہوتو اُس کی مدد کریں اور پھر خصوصاً ضعیف لوگوں کے متعلق پوچھنا اوران کی مدد کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے پرندوں میں ضعیف پرندے ہدہد کے متعلق پوچھا۔ اسی طرح امام ترمذی کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت اور طریقہ یہ تھا کہ اپنے صحابہ میں حاضرین وغائبین کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کا طریقہ بھی تھا کہ رات کے وقت اپنی رعیت کے حالات معلوم کر لیتے تھے۔

---

(۱) سورة نمل آيت : ۲۰.

(۲) أحكام القرآن ج۳ ص۳۵ ، سورة نمل آيت : ۲۰.

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

**یجب علی الملک أن یسأل کل یوم مافیھم من الأخبار،ویعلم ماوقع من الإصلاح وضده.(۱)**

مسلمانوں کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ ہر روز کی خبروں کے بارے میں پوچھے اور اس دن کی اصلاح اور فساد کے بارے میں مناسب فیصلہ صادر کرے۔

بصورتِ دیگر اگر سربراہ مسلمانوں کے مسائل، حوائج اور ضروریات سے بے خبر رہے گا تو وہ کس طرح ان کا حل نکالے گا؟

علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں:

**ینبغي للملک:أن یتعرف أسباب الفتن ونتائجھا،المفضیة إلی اختلاف الکلمة،والخروج عن الطاعة لیحسم موادھاویقطع أسبابھا .**

بادشاہ وحاکم کے لیے مناسب ہے کہ فتنوں کے اسباب اور اس کے نتائج کو سمجھے، اور یہ بھی کہ کس چیز سے اختلاف اور حاکم کی اطاعت سے خروج لوگوں میں شروع ہوتا ہے تاکہ وہ فتنوں کے اسباب کو ختم کرے۔

عرب بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے ایک حکیم کو لکھا کہ مجھ پر فتنوں کے اسباب ظاہر کریں جن سے فتنے جنم لیتے ہیں، اور پھر وہ فتنے جن اسباب سے دفع ہوتے ہیں وہ بھی لکھ دیجیے اُس حکیم نے جواب میں یہ لکھا کہ:

**ینشأھا ضغائن ، وینتجھا إطماع لم یقمعھاھیبته وجرأة عامة یولدھا استخفاف بالخاصة وآکدھاانبساط الألسن بضمائر القلوب،وغفلة أمیر متلذذ،**

---

(۱) حجة اللہ البالغة ج ۱ ص ۴۶ ، باب سیرة الملوک .

**ویقظة قوی محروم،ویمیتها عز السالب، وذل المسلوب، ودرک البغیة ، وموت الأمل ، وتمکن الرعب .(۱)**

فتنے حسد اور بغض کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔فتنوں کے نتیجہ میں ایسی طمع پیدا ہو جاتی ہے جو کہ حاکم کی ہیبت اور رعب سے ختم نہیں ہوتی۔اور خاص لوگوں کی بے عزتی کی وجہ سے عام لوگوں کی جرأت بڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں کے پوشیدہ غبار سے زبانیں کھول دیتے ہیں اور فتنوں کا سبب امیر کی سہولت پسندانہ غفلت اور قوی شخص کی بیداری ہے جو محروم ہو۔

اور یہ فتنے پھر قوی شخص کو اختیار و قدرت دینے ،ضعیف کا پیچھے کرنے ،مقصود کے طلب کرنے ،امید کے ختم کرنے اور رعب کے حاصل کرنے کے ساتھ ختم ہوتے ہیں۔

پھر بادشاہ نے لکھا کہ مذکورہ فتنوں کو میں کون سے اسباب سے دفع کروں گا تو اس حکیم نے لکھا:

**اخذ الغدة لکل مایخاف وقوعه وإیثار الجدّ علی الهزل ، والعمل بالعدل في الرضاء والغضب .(۲)**

جن فتنوں کے وقوع کا ڈر ہو اس کے دفع کرنے کے اسباب مہیا کرنا اور سنجیدگی کو مذاق پر ترجیح دینا،اور حالتِ رضا و غضب دونوں میں عدل پر عمل کرنا۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

اسی طرح حضرت مالکؒ فرماتے ہیں:

**غدوتُ علی عمر فقال: کیف أصبح الناس؟ قال:هل سمعتَ من شيء. قلتُ: ماسمعتُ إلاّخیراً . (۳)**

(۱) المنهج المسلوک ص ۵۵۹ ، الباب العاشر في معرفة أصول السیاسة والتدبیر.

(۱) المنهج المسلوک ص۵۵۷-۵۵۹ ، الباب العاشر في معرفة أصول السیاسة والتدبیر.

(۲) مناقب أمیر المؤمنین ص۱۸۷ ، الباب الخمسون في ذکر خوفه مِن اللّٰه – عزوجل

میں صبح کے وقت حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔آپؓ نے لوگوں کے متعلق مجھ سے پوچھا: میں نے کہا لوگوں نے خیریت سے رات گزاری ۔پھر پوچھا کہ تم نے کچھ سنا ہے؟ میں نے عرض کر دیا کہ خیر کی باتیں ہی سنی ہیں اور تکلیف کی کوئی بات نہیں سُنی ۔

## حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل:

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

**دعي عثمان إلى قوم كانوا على أمرٍ قبيحٍ فخرج إليهم فوجدهم قد تفرقوا ورأى قبيحاً فحمد الله إذ لم يصادفهم واعتق رقبة. (۱)**

حضرت عثمانؓ کو ایک ایسے طبقے کے لوگوں کی طرف بلایا گیا جو ایک قبیح عمل میں مبتلا تھے۔ حضرت عثمانؓ جب تشریف لے گئے تو لوگ تتر بتر ہو گئے۔آپؓ نے جب قبیح کام کو دیکھا تو اللہ کی حمد وثنا بیان کی کہ شکر ہے اِن بُرے لوگوں سے میرا سامنا نہیں ہوا اور ایک غلام بطورِ شکرانہ آزاد کر دیا۔

## حضرت علیؓ کا فرمان:

حضرت علیؓ نے مصر کے والی حضرت اشتر نخعیؒ کو رعیت کے امور معلوم کرنے کے بارے میں یوں وصیت کی:

**ثم تفقد من أمورهم ما يتفقده الوالدان من ولدهما .... ولاتدع تفقد لطيف أمورهم اتكالاً على جسيمها. فإن لليسير من لطفک موضعا ينتفعون به، وللجسيم موقعاً لايستغنون عنه ... وتفقد أمور من لا يصل إليک منهم ممن تقتحمه العيون و تحقره الرجال ، ففرغ لأولئک ثقتک من أهل الخشية و**

(۱) ازالة الخفاء ج۲ ص ۲۵۵ مآثر سیدناعثمان رضی الله عنه .

**التواضع ، فليرفع إليك أمورهم .(١)**

آپ رعیت کے امور کو ایسے تلاش کریں جس طرح والدین اپنی اولاد کے امور کو تلاش کرتے ہیں اور ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔اور آپ ان کے چھوٹے امور کی انجام دہی اس بات کی خاطر مت چھوڑیں کہ آپ صرف ان کے بڑے امور کو انجام دینے پر اعتماد کرو گے، اس لیے کہ تیری تھوڑی مہربانی ولطف کا ایک موقع اور مقام ہے جس سے تیری رعیت نفع اٹھاتی ہے اور بڑے امور کا اپنا مقام ہے جس سے وہ لوگ مستغنی نہیں ہے اور آپ ان لوگوں کے امور کی تلاش کریں۔

## (۳۲) رعیت کے مسائل معلوم کر کے اُن کو حل کرنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی علمی اور عملی ضروریات معلوم کرے اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔عبداللہ مالقیؒ (متوفی ۸۴۷ھ) لکھتے ہیں :

**ليتفقد الملك فيما يتفقه من أمور رعيته حاجة الأحرار والأخيار منهم، فليعمل في سدّها وطغيان السفلة منهم، فليقمعه، وليحذر من الكريم الجائع واللئيم الشبعان؛ فإنما يصول الكريم إذا جاع ، واللئيم إذا شبع.(٢)**

بادشاہِ وقت کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی رعایا کے امور پر غور کرے ،صالح لوگوں کی ضروریات معلوم کر کے ان کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور بدمعاش اور سرکش لوگوں کی سرکشی معلوم کر کے اس کا خاتمہ کرے ۔بادشاہ وقت پر لازم ہے کہ وہ ایسے شریفوں سے ڈرے جو حاجتمند اور بھوکے ہوں اور ایسے سرکشوں سے جو حاجتمند نہ ہوں، کیونکہ شریف حالتِ مجبوری میں اور سرکش سیر ہو کر حملہ کرتا ہے۔

---

(١) رضي . نهج البلاغة ص٤٢٧/٤٣٣، ومن عهد له عليه السلام كتبه للأشتر النخعي لما ...،.

(٢) الشهب اللامعة ص٢٦٥ ، الباب الرابع والعشرون في ذكر الخصال التي فيها فساد الدول .

نوشیروان نے اپنے حاکموں کو لکھا:

**تفقدوا أمور الرعية،فسدوا فاقة أحرارها، وامنعوا بطر أشرارها؛ فإنما يصول الكريم إذا جاع،واللئيم إذا شبع.(۱)**

اپنی رعیت کے کاموں میں غور وفکر کرو شریف لوگوں کی ضروریات پوری کرو اور شریر لوگوں کی سرکشی کو روکو کیونکہ شریف اور سخی انسان جب بھوک محسوس کرے تو وہ حملہ کرتا ہے اور رذیل انسان سیر ہو جانے کی صورت میں حملہ کرتا ہے۔

## رعیت کے مسائل حل کرنا حاکم کا فرض ہے :

اسلام میں انسان کے لیے اس کی دیگر ضروریات پوری ہونے کے ساتھ ساتھ آزاد اور مطمئن زندگی کا حق ہے اور یہ زندگی اس کو اجتماعی تکافل کے سائے میں میسر ہوتی ہے اور انسانی کرامت اسلام میں ایک موجود اصل ہے۔

حاکم وقت کے لیے لوگوں کی ضروریات پورا کرنا فرض کے درجے میں ہے۔اور اس سے غفلت اور کوتاہی اس پر قرض کی مانند ہے اس پر آپ ﷺ کی قولی وفعلی روایات دلیل ہیں۔

## رسول اللہ (ﷺ) کی سنت:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے :

**(( إن لله – عزوجل – خلقا خلقهم لحوائج الناس يفزع الناس إليهم في حوائجهم .أولئک الآمنون من عذاب الله – عزوجل – )) . (۲)**

---

(۱) تسهيل النظر ص ۲۶۹، مساواة الملک نفسه مع الرعية .

(۲) كنز العُمّال ج۶ ص۴۴۵ رقم:۱۶۴۶۵، المعجم الكبير ج۱۰ ص ۴۹۱ رقم:۱۳۱۵۳، باب۳. حلية الأولياء ج۳ ص۲۰۵ ، زيد بن أسلم .

بے شک اللہ تعالی نے کچھ لوگوں کو عام لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔لوگ اپنی حوائج پوری کرنے کی غرض سے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہی لوگ روز قیامت اللہ تعالی کے عذاب سے امن میں ہوں گے۔

۲۔ ایک جگہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

(( إذا أراد اللّٰه بعبدٍ خيراً صير حوائج الناس إليه )) .(۱)

جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو لوگوں کی ضروریات اور حاجتیں پورا کرنے والا بناتا ہے تاکہ لوگ اس کے ذریعے اپنی حوائج اور ضروریات پوری کر سکیں۔

۳۔ (( مَن قضى لأخيه المسلم حاجةً مِن حوائج الدنياقضى اللّٰه تعالى له إثنين وسبعين حاجة أسهلها المغفرة )).(۲)

جس نے اپنے مسلمان بھائی کی ایک دنیوی ضرورت پوری کرلی، اللہ تعالی اس کی بہتّر (۷۲) حاجتیں پوری کرے گا۔ان میں سب سے آسان حاجت اس کی مغفرت اور بخشش ہے۔

## خلفاے راشدینؓ کے اقوال:

خلفاے راشدینؓ کے اقوال اور تعامل سے ثابت ہے کہ وہ لوگوں کی مشکلات حل کرتے تھے۔

## (۱) حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا طرزِ عمل:

ا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ لوگوں کے مسائل ایک عجیب انداز سے حل کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔خلافت سے پہلے آپؓ گاؤں کے لوگوں کی بھیڑ بکریوں کا دودھ دوہتے تھے۔جب خلیفہ بن گئے تو ایک لڑکی نے کہا :

(۱) كنزالعُمّال ج٦ ص٧ رقم: ۱۴۵۹۴.

(۲) كنزالعُمّال ج٦ ص ۳۴۳رقم: ۱۶۴۵۶.

**الآن لا تحلب لنا منائح دارنا فسمعها أبوبكر فقال: بلى: لعمري لأحلبنهالكم، وإني لأرجو أن لايغيرني ما دخلتُ فيه عن خُلق كنتُ عليه، فكان يحلب لهم. (۱)**

اب تو آپ ہمارے لیے بھیڑ بکریوں کا دودھ نہیں دوہیں گے؟ جب آپؓ نے لڑکی کی یہ بات سنی تو فرمایا: کیوں نہیں، میں ضرور تمھارے لیے بکریوں کا دودھ دوہوں گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خلافت میرے گذشتہ کاموں کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں بنے گی اور نہ میرے اخلاق میں کوئی تبدیلی لائے گی۔ پس آپؓ برابر لوگوں کے لیے بھیڑ بکریوں کا دودھ دوہتے تھے۔

۲۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی اطرافِ مدینہ میں ایک اندھی عورت کی خدمت رات کے آخری حصے میں جا کر فرماتے تھے اور اس کی ضروریات پوری فرماتے۔ ایک مرتبہ جب آپؓ خدمت کرنے تشریف لے گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کسی نے آپ سے پہلے خدمت کی ہے۔ ایک مرتبہ پہلے سے انتظار فرمانے لگے کہ دیکھو کون آتا ہے؟:

**فإذا هو أبوبكر الذي يأتيها وهو يومئذ خليفة. (۲)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی وہی شخص تھے جو یہ خدمت انجام دے رہے تھے، حالانکہ آپؓ اس دوران وقت کے خلیفہ تھے۔

## (۲) حضرت عمرؓ کے اقوال:

**۱. كان عمر بن الخطابؓ واعياً لأبعاد مسؤوليته كرئيس أعلىٰ للدولة، فكان يتفقد الرعية ويرعى أطفال المسلمين، وذوي الحاجة ويقوم بكل ما**

(۱) كنز العُمّال ج۵ ص ۶۱۰ رقم: ۱۴۰۷۷. تاريخ طبري ج۳ ص ۴۳۲، ذكر استخلاف عمرؓ ۱۳ھ.

(۲) تاريخ الخلفاء ص ۵۹، فصل في نبذ من حلمه وتواضعه. طنطاوين. أبوبكر صديق ص ۲۹.

تقتضيه مصلحة الدولة من إقامة المرافق العامة .

هذا ، وقصته مع المرأة التي أخذت توهم أطفالها بأنها تصلح لهم طعامهم في قدر مملوءة حجارة ، معروفة . (١)

حضرت عمرؓ حکومت کے سربراہ اعلیٰ کی طرح اپنی ذمہ داری کے تمام پہلوؤں کی حفاظت کرتے تھے ،رعیت کا حال دریافت فرماتے تھے ،مسلمانوں کے بچوں کا لحاظ رکھتے تھے ، حاجتمندوں کی حاجت پوری کرتے تھے،دولت کی عام مصلحت کے متقاضی تمام رفاہ عامہ کے کام بھی انجام دیتے تھے،حضرت عمرؓ کا اُس عورت کے ساتھ سلوک بھی بہت مشہور ہے کہ اس کے پاس پکانے کے لیے کچھ نہ تھا تو اس نے اپنے بچوں کو بہلانے کے لیے ہانڈی میں پتھر ڈال کر آگ پر رکھ دیے ۔

۲۔ اسی طرح حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

إني حريص على أن لاأرى حاجةً إلاّسددتها،مااتسع بعضنالبعض،فإذا عجز ذلک عنا تأسينا في عيشنا حتى نستوي في الكفاف.(۲)

میں اس بات کا بہت حریص ہوں کہ جہاں تک ہو سکے میں لوگوں کی حاجات پوری کروں اور جب ہم خدمت کرنے سے عاجز بن جائیں تو پھر زندگی عام لوگوں کی طرح گزاریں گے۔

۳۔ حضرت عمرؓ کا معمول یہ تھا:

لا يدع فقيراً في ولايته إلاّ أعطاه ،ولامديوناًإلاّ قضىٰ عنه دينه ، ولاضعيفاًإلاّأعانه ، ولامظلوماً إلاّنصره، ولا ظالماً إلاّ منعه عن الظلم ،ولاعارياً

---

(١) فتحي دريني . خصائص التشريع الإسلامي في السياسة والحكم ص ٤١١ ، مسؤولية الحاكم عمن تمسهم الحاجة .

(٢) تاريخ طبري ج٢ص ٨٤ ، البداية والنهاية ج٧ ص ٤٦ .

**إلاّ كساه كسوة .(۱)**

اپنے زیرِ اقتدار علاقے میں ہر فقیر کے ساتھ تعاون کرتے تھے، اور ہر مقروض کا قرض ادا کرتے تھے، اور ہر ضعیف ومظلوم کی مدد کرتے تھے اور ہر ظالم کو ظلم سے منع روکتے تھے، ہر ننگے کو کپڑا پہناتے تھے۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو لکھا:

**أن اعط الناس أعطيتهم وأرزاقهم. (۲)**

تم لوگوں کو روزمرہ خرچ اور ان کے کھانے کی چیز دیا کرو۔

۵۔ حضرت عمرؓ لوگوں کے گھروں کا چکر لگاتے اور اُن سے فرماتے:

**مَن كان محتاجا فليأتنا . (۳)**

جو محتاج ہو وہ میرے پاس آئے۔

۶۔ اسی طرح جب حضرت عمرؓ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو:

**فاقبل أهل مكة يسعون ياأمير المؤمنين ! أبوسفيان حبس مسيل الماء علينا ليهدم منازلَنا. فأقبل عمرو معه الدرة فإذا أبوسفيان قد نصب أحجاراً فقال له : ارفع هذا فرفعه ،وهذا فرفعه ثم قال : وهذا وهذا حتى رفع الأحجار خمسة أوستة. (۴)**

(۱) أميني . أحكام شرعيه ميں حالات وزمانه كى رعايت ص۲۰۸.

(۲) كنزالعمال ج۴ص۵٦۸ رقم :۱۱٦٦۲.

(۳) طبقات شعراني ص ۳۰،عمربن الخطابؓ.

(۴) ابن جوزي . مناقب عمربن الخطاب ص ۱۱۱ ، الباب السابع والثلاثون في تركه السواد غير مقسوم ووضعه الخراج عليه .

مکہ مکرمہ کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا امیر المؤمنین! ابوسفیان نے ہمارے پانی کا راستہ بند کیا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ ہمارے گھروں کو ڈھا دے، حضرت عمرؓ ایسی حالت میں روانہ ہو گیے کہ تلوار ہاتھ میں تھی۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ابوسفیان نے پتھر نصب کیے ہیں۔ فرمایا کہ اِن پتھروں کو اٹھاؤ، اُس نے اُٹھانا شروع کیا آپ حکم فرماتے رہے اور وہ اٹھاتا رہا یہاں تک کہ پانچ چھ پتھر وہاں سے اٹھائے۔

۷۔ حضرت عمرؓ شب کے آخری حصے میں ایک اندھی عورت کی خدمت کے لیے تشریف لے جاتے تھے ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہؓ نے ان کو دیکھا۔ صبح سویرے اس عورت کے گھر آئے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس گھر میں ایک معذور اندھی عورت ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اس عورت سے پوچھا:

**مابال هذا الرجل يأتيک؟ قالت :أنه يتعاهدني منذ كذا و كذا يأتيني بما يصلحني،ويخرج عني الأذى تعنى القذر.(۱)**

یہ آدمی (حضرت عمرؓ) کس لیے یہاں آتا ہے؟ تو عورت کہنے لگی کہ یہ اتنی اتنی مدت سے میرا خیال رکھتا ہے، میری ضرورت کی چیزیں میرے پاس لاتا ہے کچھ مدت سے میرے گھر آتا ہے اور میری شرعی ضروریات پوری کرتا ہے اور میرے گھر کا کوڑا باہر پھینک آتا ہے

۸۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

**لئن سلمني الله لأدعن أرامل أهل العراق لايحتجن إلى رجل بعدي أبداً فماأتت عليه إلاّ أربعة حتى أصيب. (۲)**

(۱) حلية الأولياء جا صا۵، عمربن الخطاب ،دميري .حيوة الحيوان ج ا ص ۷۲،خلافة عمر الفاروق .

(۲) ابن جوزي . مناقب عمر ص ۱۲۹ ، الباب الحادي والأربعون في ذكر ملاحظته لعماله ووصيته اياهم والبحث عن أحوالهم .

اگر اللہ تعالیٰ نے سلامتی نصیب فرمائی تو میں عراق کی بیوہ عورتوں کو ایسی حالت میں چھوڑوں گا کہ میرے بعد کبھی بھی کسی کی محتاج نہیں ہوں گی۔ آپ اس کے چار دن بعد زخمی کر دیے گئے۔

۹۔ حضرت عمرؓ وہ شخصیت ہیں جو فرمایا کرتے تھے:

**والذي بعث محمداًبالحق لوأن جملاًهلك ضياعاًبشط الفرات لخشيتُ أن يسألني الله عنه القيامة.(١)**

اس ذات کی قسم! جس نے محمد (ﷺ) کو حق دے کر مبعوث کیا ہے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی ضایع ہو کر مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں بھی پوچھیں گے۔

یہ حضرت عمرؓ کی سنجیدگی تھی کہ ان کو رعیت کے اجتماعی حقوق کی فکر تھی اور اس کی ذمہ داری کا احساس تھا اور یہ حقوق سیاسی حقوق اور عام آزادی کے حقوق کے علاوہ تھے اور ان کی سنجیدگی کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے:

**(( كلكم راع و كلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راعٍ و مسؤول عن رعيته )).(٢)**

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام نگہبان ہے اور اُس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اور یہ شعور ان کے دین اور اعتقاد کے اعتبار سے عام مسئولیت کے شعور کے علاوہ تھا۔

**إذاكانت المسؤولية عن الحيوان الأعجم واجبة،فهي عن الإنسان أوجب.**

(١) الكامل في التاريخ ج ٣ ص ٤٦، ذكر بعض سيرة عمرؓ.

(٢) بخاري ج٢ص ١٢٢ ،مسلم ج٢ص ١٢٢ ، كتاب الإمارة باب فضيلة الإمام العادل ، ترمذي ج ١ ص ٢٩٩ ، باب ماجاء في الإمام .

جب حاکم پر بے زبان حیوان کے بارے میں مسئولیت واجب ہے تو انسان کے بارے میں مسئولیت تو بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**(( إن اللّٰه سائل كلّ راع عما استرعاه : أحفظ ، أم ضيّع )) (۱)–(۲)**

اللہ تعالیٰ ہر حاکم سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھیں گے کہ آیا تم نے اپنی رعیت کی حفاظت کی یا اس کو ضایع کیا۔

## (۳) حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل:

حضرت عثمانؓ کا معمول تھا:

**كان ودوداً رؤوفاً يسأل أحوال المسلمين،ويتعرف مشكلاتهم ،ويطمئن على غائبهم ،ويواسى قادمهم ، ويسأل عن مرضاهم .فقدروى الإمام الأحمدعن موسى بن طلحة قال:سمعتُ عثمان بن عفان،وهوعلى المنبر ... وهو يستخبر الناس يسألهم عن أخبارهم وأسعارهم .(۳)– (۴)**

وہ لوگوں سے پیار کرتے اوران سے مہربانی سے پیش آتے تھے۔آپ مسلمانوں کے حالات کے بارے میں پوچھتے،ان کے مسائل معلوم کرکے حل فرماتے۔

(۱) صحيح ابن حبان ج۱۰ ص۳۴۴ رقم: ۴۴۹۲ ،كتاب السير باب الخلافة والإمارة .

(۲) فتحي دريني. خصائص التشريع الإسلامي في السياسة والحكم ص ۴۱۰،۴۱۱،مسؤولية الحاكم عمن تمسهم الحاجة .

(۳) امام أحمد .فضائل الصحابة ج ۱ ص ۴۹۸ ، باب يستخبرالناس يسألهم رقم: ۸۱۲ .

(۴) تيسير الكريم المنان ص۱۱۷.

یہاں تک کہ غیر موجود کے بارے میں مطمئن ہوتے اور آنے والے لوگوں کی ہمدردی وغمخواری کرتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔ امام احمدؒ نے حضرت موسیٰ بن طلحہؓ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر لوگوں کے حالات معلوم کرتے ہوئے اور اشیا کی قیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہوئے دیکھا۔

## (۴) حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

حضرت علیؓ نے شہر کے بعض حکام کو اس طرح لکھا:

**فلا تطولن احتجابک عن رعيتک ، فإن احتجاب الولاة عن الرعية شعبة من الضيق ، وقلّة علم بالأمور.(۱)**

اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد! بات یہ ہے کہ رعایا سے اپنے آپ کو چھپا کے نہ رکھو؛ اس لیے کہ اس کی وجہ سے رعایا مشکل میں پڑ جاتی ہے اور ان کے کاموں سے پورے طور پر آگاہی نہیں ہوتی

حضرت علیؓ نے مصر کے گورنر حضرت اشتر نخعیؒ کو لکھا:

**ثم اللّٰه اللّٰه في الطبقة السفلى من الذين لاحيلة لهم والمساكين والمحتاجين وأهل البؤسى ولازمنى فإن في هذه الطبقة قانعاً ومعتراً واحفظ اللّٰه ما استحفظک من حقه فيهم ، واجعل لهم قسما من بيت مالک وقسم من غلات صوافي الإسلام في كل بلد ، فإن للأقصى منهم مثل الذي للأدنى ، وكل قد استرعيتَ حقه فلا يشغلنک عنهم بطر... وتفقد أمور مَن لا يصل إليک منهم ممن تقتحمه العيون و تحقره الرجال ، ففرغ لأولئک ثقتک من أهل**

(۱) كنز العمال ج ۱۲ ص ۱۸۶/۱۸۵ رقم: ۳۶۵۵۳، شريف رضي .نهج البلاغة ص۴۳۵، ومن عهده كتبته للأشتر النخعي لماولا ه على مصروأعمالها.

الخشية والتواضع ، فليرفع إليک أمورهم ، ثم اعمل فيهم بالإعذار إلى اللّٰه يوم تلقاه فإن هؤلاء من بين الرعية أحوج إلى الإنصاف من غيرهم ، وكل فأعذر إلى اللّٰه في تأدية حقه إليه ، وتعهد أهل اليُتم وذوي الرقة في السن ممن لا حيلة له ولا ينصب للمسألة نفسَه ، وذلک على الولاة ثقيل والحق كله ثقيل ، وقد يخففه اللّٰه على أقوام طلبوا العاقبة فصبروا أنفسهم ووثقوا بصدق موعود اللّٰه لهم . (۱)

پھر اللہ تعالیٰ سے اُن نچلے طبقے کے غریب لوگوں کے حق میں خوف کرو جو مسکین، محتاج اور معذور ہیں۔ان کے پاس کام کے وسائل نہیں۔یقیناً لوگوں میں قناعت کرنے والے اور مضبوط لوگ ہیں۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو، اپنے بیت المال سے ان لوگوں کے لیے حصہ مقرر کرو، ہر شہر اور علاقے میں سرکاری زمین کی آمدنی و پیداوار کو مستحق لوگوں میں تقسیم کرو، اس لیے کہ دور رہنے والے لوگوں کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا قریب رہنے والوں کا ہے،آپ پر لازم ہے کہ ہر ایک کے حقوق کا تحفظ کریں اور ان کے حقوق کو پورا کرنے میں تکبر اور غرور آپ کے لیے رکاوٹ نہ بنے اور اُن لوگوں کے کام اور مشکلات کی تلاش میں رہیں جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے آپ تک نہیں پہنچ سکتے اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں۔

ایسے لوگوں کی ضروریات کے حل کے لیے ایسے لوگ مقرر کرو جن پر آپ کو اعتماد ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں اور عاجزی کرنے والے ہوں اور یہ لوگ آپ تک ان حاجتمند لوگوں کی حاجات پہنچائیں پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ان لوگوں کے حق میں کوتاہی کا عذر پیش کرو۔

---

(۱) نهج البلاغة ص ۴۳۳، ومِن عهد له (عليه السلام) كتبه للأشتر النخعي لما ولاه على مصر وأعمالها.

اس لیے کہ یہ مذکورہ لوگ دوسرے لوگوں کی بنسبت عدل وانصاف کے زیادہ محتاج ہیں۔اور رعیت میں ہر انسان کا حق ادا کرنے کے بارے میں اللہ تعالی کے سامنے عذر پیش کروگے، یتیموں اور کم عمر لوگوں کا خیال رکھو جو وسائل زندگی سے محروم ہیں اور مانگنے کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتے۔ایسے لوگوں کا حق ادا کرنا حکام پر بوجھ ہوتا ہے حالانکہ حق تو سارے کا سارا بوجھ ہے البتہ اللہ تعالی اُن لوگوں پر آسان فرماتا ہے جو آخرت کے طلب گار ہوں، خود صبر کرتے ہوں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالی کے سچے وعدوں پر اعتماد ہو۔

اور اُن کا یہ معمول تھا کہ:

**إنـه كـان يـمشي في الأسـواق وحـده ، وهـو والٍ يرشد الضـالة، ويعين الضعيف، ويمر بالبياع والبقال .(۱)**

آپؓ اکیلے بازاروں میں جاتے تھے حالانکہ خلیفۂ وقت تھے اور راستہ بھولنے والوں کی راہنمائی فرماتے، ضعیف لوگوں کے ساتھ تعاون فرماتے اور سبزی فروشوں اور تاجروں پر بھی نظر رکھتے۔

## (۵) حضرت حسنؒ کا قول:

حضرت حسنؒ فرماتے تھے:

**قضاءُ حاجة أخ مسلم أحب إليّ مِن اعتكاف شهرين .(۲)**

مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنا میرے نزدیک دو مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

## (٦) حضرت سعد بن العاصؓ کا قول:

جب حضرت سعد بن العاصؓ نے موت کے وقت اپنے بیٹوں سے فرمایا:

---

(۱) كنز العمال ج۱۳ ص ۱۸۰ رقم: ۳٦۵۳۸ .

(۲) ابن حبان . روضة العقلاء ص ۲۰۴، ذكر استخلاف التفريع عن الناس بقضاء الحوائج .

**یابنيّ ! أیکم یقبل وصیتي؟قال:ابنه الأکبر:أنا،قال:إن فیها قضاء دَیني،قال: وما دَینک یا أبتِ؟قال: ثمانون ألف دینار.قال : یاأبتِ فیمَ أخذتها؟ قال: یا بني! في کریم سددتُ به خلته ،ورجلٌ جاء ني في حاجة و قد رأیت السوء في وجهه من الحیاء ، فبدأت بحاجته قبل أن یسألها.(۱)**

اے بیٹو! تم میں سے کون میری وصیت کوقبول کرے گا؟ بڑے بیٹے نے جواب دیا کہ میں قبول کروں گا۔حضرت سعدؓ نے فرمایا: میری وصیت میں قرض ادا کرنا بھی ہے۔ بیٹے نے پوچھا: کتنا قرض ہے؟ آپؓ نے فرمایا:اسّی ہزار(۸۰۰۰۰) روپے ہیں۔ بیٹے نے کہا: اتنا قرض کس لیے لیا ہے؟باپ نے جواب دیا: میں نے اس قرض سے شریف لوگوں کی حاجتیں پوری کی ہیں اور جب کوئی شخص اپنی کسی حاجت کولے کرمیرے پاس آتا اورحیا کی وجہ سے میں اس کے چہرے پرسوال کرنے سے عار محسوس کرتا تو میں اس کو مانگنے سے پہلے ہی دے دیتا۔

حضرت سعد بن العاصؓ نے وصیت میں یہ بھی فرمایا:

**من أتاکم في مجالسکم فقدوجب حقه علیکم ،ومَن أتاکم فيمنازلکم فقدوجبتُ حرمته علیکم ، ومَن أتاکم في حاجة فلاتدخروه شیئا فمنته علیکم أعظم إذا رآکم موضعاً لحاجتکم . (۲)**

جب تم کام کی جگہ بیٹھواور کوئی آئے تو اس کا حق تم پر واجب ہےاور جب گھر پر کوئی آئے تو اس کی عزت واکرام تم پر واجب ہے۔اور تمھارے پاس اپنی حاجت کے لیے کوئی آئے تو اس سے کوئی چیز منع نہ کرواوراس کی حاجت پوری کرواور یہ اس کا تم پر بڑا احسان ہے کہ اپنی حاجت پورا کرانے میں اس نے تمھاراانتخاب کیا۔

(۱) روضة العقلاء ص ۲۰۳ ، ذکراستحلاف التفریع عن الناس بقضاء الحوائج .

(۲) تهذیب الریاسة ص۲۷.

## ہارون الرشیدؒ کا واقعہ:

ایک دفعہ ہارون الرشیدؒ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ برف باری شروع ہوگئی اور سب تکلیف میں مبتلا ہوگئے۔ ان میں سے بعض ساتھیوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ دیکھتے ہیں ہمیں کتنی تکلیف ہورہی ہے اور رعایا آرام سے مزے لے رہی ہے۔ آپ نے فرمایا:

**اسکت! للرعية المنام وعلينا القيام، ولا بدّ للراعي مِن حراسة الرعية، وتحمّل الأذية.** (۱)

خاموش! رعایا آرام کریں گے اور ہم بیدار رہیں گے؛ کیونکہ حاکم پر لازم ہے کہ اپنی رعایا کا خیال رکھیں اور خود تکلیف برداشت کریں۔

## حکام کو نیک سفارش کرنا:

جب کسی شخص کی جائز حاجت کسی حاکم کے ساتھ موقوف ہو اور وہ شخص اس بات پر قادر نہ ہو کہ حاکم تک اپنی حاجت پہنچا سکے اور اپنی مشکل کو بآسانی حل کردے تو ایک دوسرا شخص کہ جس کا حاکم کے ساتھ گہرا تعلق ہو اس حاجت مند شخص کی حاجت اس حاکم کے سامنے پیش کرے اور اس کی حاجت پوری کردے تو یہ سفارش جائز ہے اور باعثِ اجر وثواب ہے۔ اور تعاون علی البر والتقوی کی قبیل سے ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾. (۲)

ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو۔

---

(۱) روضة العقلاء ص ۴۳۹، ذكر الحث على سياسة الرعية ورعاية الرعية.

(۲) سورة مائدة آيت: ۲.

اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ﴾ . (۱)

ترجمہ: جوشخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جوشخص بری سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا۔

علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

**في المراد بالشفاعة أربعة أقوال : أحدها : أنها شفاعة الإنسان للإنسان ليُجتلب له نفعاً، أو يخلصه من بلاء ، وهذا قول الحسن ومجاهد وقتادة . (۲)**

مذکورہ آیت میں شفاعت یعنی سفارش سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں: اول یہ کہ یہ وہ سفارش ہے جو ایک انسان دوسرے انسان کے لیے اس مقصد سے کرتا ہے کہ یا تو اس کو فائدہ پہنچائے اور یا اس کو مصیبت سے خلاصی دیدے اور یہ حضرت حسنؒ، مجاہدؒ اور قتادہؒ کا قول ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے:

**فمن يشفع لينفع فله نصيبه ومن يشفع ليضر فله كفل . (۳)**

جس نے کسی شخص کی سفارش اس نیت سے کی تا کہ اس کو فائدہ پہنچے تو اس کے لیے اجر و ثواب کا ایک بڑا حصہ ہے، اور جو اس مقصد کے لیے سفارش کرے کہ اس شخص کو ضرر پہنچے تو اس سفارش کنندہ کے لیے گناہ کا ایک حصہ ہوگا۔

(۱) سورۃ نساء آیت :۸۵.

(۲) زاد المسیر ج ۱ص ۴۴۰، سورۃ نساء آیت : ۸۵.

(۳) الجامع لأحکام القرآن ج۵ ص ۲۵۴، سورۃ نساء آیت : ۸۵.

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے:

**ویؤجر الشفیع علی شفاعته وإن لم یشفّع.(۱)**

سفارش کرنے والے کو سفارش کرنے کا اجر دیا جائے گا اگر چہ حاکم اس کی سفارش قبول نہ کرے

۱۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

**((أبلغوني حاجة مَن لایستطیع إبلاغي عن حاجته فإنّه من أبلغ سلطاناً حاجة مَن لایستطیع إبلاغها ثبت اللّٰه قدمیه علی الصراط یوم القیامة)). (۲)**

جو لوگ اپنی حاجت میرے سامنے پیش نہیں کر سکتے اُن کی حاجات مجھ تک پہنچاؤ؛ کیونکہ جنھوں نے ان حاجتمندوں کی ضروریات کو حاکم تک پہنچایا اللہ تعالی ان لوگوں کو بروزِ قیامت پلِ صراط پر ثابت قدم رکھیں گے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

**مَن کان وُصلةً لأخیه المسلم إلی ذي سلطان في مبلغ بر أو تیسیر عسر أعانه اللّٰه علی إجازة الصراط عند رحض الأقدام (زللها وعدم ثبوتها) . (۳)**

تم میں سے جو لوگ حاجتمند کی ضرورت لے کر حاکم تک پہنچائے؛ تاکہ اُس کا کام آسان ہو جائے اور اُس کی مشکل حل ہو جائے تو اللہ تعالی اُس دن پلِ صراط سے گذرنے میں ان کی اعانت فرمائیں گے جس دن پُلِ صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے (یعنی قیامت کے دِن)۔

(۱) تفسیر مظهري ج۲ ص ۱۷۲، سورة نساء آیت : ۸۵.

(۲) دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۸۹ رقم: ۲۷۳، حدیث هندبن أبي هاله في صفع رسول اللّٰه ﷺ. معجم الکبیر ج ۱۶ ص ۲۹، الباب الخامس.

(۳) صحیح ابن حبان ج۲ ص ۲۸۷، کتاب البر والإحسان فصل من البر والإحسان رقم: ۵۳۰، کنز العُمّال ج۶ ص ۴۴۴ رقم: ۱۶۴۶۱.

۳۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں :

**إن لله عباداً خلقهم لحوائج الناس فقضى حوائج الناس على أيديهم أولئک آمنون من فزع يوم القيامة.(۱)**

اللہ تعالی کے کچھ ایسے بندے ہیں جنھیں اللہ تعالی نے لوگوں کی ضروریات پورا کرنے کے لیے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالی ان کے ہاتھ لوگوں کی ضروریات پورا کرتا ہے۔یہی لوگ قیامت کے دن عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

**۴. كان رسول الله ﷺ إذا جاءه السائل أو طُلبت إليه حاجة قال : اشفعوا توجروا ويقضي الله على لسان نبيه ماشاء .(۲)**

جب نبی کریم ﷺ کے پاس سائل آتا تھا اور یا نبی کریم ﷺ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو نبی کریم ﷺ فرماتے: تم لوگ سفارش کرو تمھیں اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالی اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے، کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

**۲۔ أما بعد ! أنه لم يزل للناس وجوه يذكرون بحوائج الناس ، فاكرم وجوه الناس قبلک. (۳)**

حمد وثنا، صلوۃ وسلام کے بعد یقیناً لوگوں کے سردار ہوتے ہیں جو تم سے لوگوں کے مسائل و حوائج اور ضروریات بیان کریں گے تو تم ان بڑوں کا قدر واحترام اور عزت کرو۔

(۱) مسند شهاب ج۲ ص۱۱۷، ۱۱۸ رقم:۱۰۰۷، ۱۰۰۸، كنز العُمّال ج٦ ص ۴۴۴ رقم: ١٦۴٦۴.

(۲) صحيح البخاري ج ا ص ۲۹۲، كتاب الوكالة باب المحريض على الصدقة والشفاعة فيها.

(۳) كنز العمال ج۵ ص۷٦۷ رقم: ، ابن جوزي .مناقب أمير المؤمنين ص ۱۵۱ .

## (۳۳) اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنا:

ادارے کے سربراہ کے اوصاف میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ کسی بھی اہم کام کے اجرا سے پہلے اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرے؛ کیونکہ یہ اہلِ شوریٰ کا حق ہے اور ادارے کے سربراہ اور حاکم پر لازم ہے۔ علامہ حلبیؒ متوفی (۹۰۰ھ) لکھتے ہیں:

**استشار ﷺ أبابكر وعمر وعلياً فيما هو الأصلح من الأمرين : القتل ، و أخذ الفداء .(۱)**

نبی کریم ﷺ نے قیدیوں کے متعلق حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ دو باتوں میں مشورہ کیا کہ کون سی بات زیادہ فائدہ مند ہے، آیا قیدیوں کو قتل کیا جائے یا فدیہ لے کر اُن کو چھوڑ دیا جائے؟

علامہ قادری لکھتے ہیں:

**إن مشاورة وليّ الأمر رعيته في الأمور التي لم يرد بها نص من كتاب ولا سنةٍ ،ولم ينعقد عليها الإجماع ، ولم يظهر دليل رجحان الإقدام عليها أو الإحجام عنها فهي مما لا غنى لوليّ الأمر عنها. (۲)**

حاکم وقت کو چاہیے کہ رعایا کے اُن کاموں میں اہل لوگوں سے مشورہ کرے جن کے بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی صریح نص موجود نہ ہو اور ان پر اجماع منعقد نہ ہوا ہو اور نہ ہی اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر کوئی دلیلِ راجح موجود ہو۔ حاکم اس بات سے مستغنی نہیں ہے۔

(۱) السيرة الحلبية ج۲ ص۲۴۶، باب غزوة بدر الكبرىٰ .

(۲) الكفاءة الإدارية ص۱۰۳ ، المبحث التاسع المشاورة .

## حکام اور قائدین کے لیے مشورے کی اہمیت:

نیک سیرت اور صالح حکام کی یہ عادت تھی کہ وہ کام کا فہم رکھنے والے ماہر لوگوں کے ساتھ ضرورت کے وقت اور اہم کاموں کو انجام دینے میں مشورہ کرتے تھے اس لیے کہ انسانی عقل محدود ہے جو دنیا کے تمام امور کو نہیں سمجھ کر سکتی اور نہ اس کو سمجھتی ہے اور اسی طرح جماعت کی رائے اور غور وفکر ایک فرد کی رائے اور غور وفکر سے بہتر ہے اور شوریٰ اسلام کی اساسات میں سے ایک اہم اساس ہے جو کہ ضروری اور لازم ہے، اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ فوزی کمال ادہم لکھتے ہیں:

**لقد كان الرسول ﷺ يستشير أصحابه في كلّ أمر لم يرد فيه تنزيل صريح من اللّٰه سبحانه وتعالىٰ، وقد كان يحترم رأي الفرد ورأي الجماعة ويلتزم به، وكذلک سار على الدرب أبوبكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعليؓ في فسح المجال للمسلمين ليدلو بآرائهم في كل أمر هام. (۱)**

رسول اللہ ﷺ ان تمام کاموں میں، جن میں حکم الٰہی صریح طور پر موجود نہ ہوتا، اپنے صحابہؓ سے مشورے کرتے اور رسول اللہ ﷺ فرد اور جماعت تمام کی آراء کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور امور کے انجام دینے میں ان آراء کو مدنظر رکھتے۔ اور نبی کریم ﷺ کے بعد خلفاے راشدینؓ: حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ اپنے سلف کے نقش قدم پر چلے اور اہم امور کے بارے میں مسلمانوں کو اپنے نظریات کے پیش کرنے کے لیے زمین ہموار کرتے۔

امام قرطبیؒ (متوفی ۶۷۱ھ) نے ابن عطیہ مالکیؒ (متوفی ۵۴۱ھ) سے نقل کیا ہے:

**الشورى مِن قواعدالشريعة وعزائم الأحكام مَن لايستشير أهل العلم والدين فعزله واجبٌ هذا مالا خلاف فيه. (۲)**

---

(۱) فوزي كمال أدهم. الإدارة الإسلامية ص ۲۵۶، الشورىٰ والمشاركة.

(۲) تفسير قرطبي ج۴ ص ۲۴۹، سورة آل عمران آيت: ۱۵۹.

شوریٰ شریعت کے قواعد وضوابط میں سے ہے۔وہ حاکم جو اہلِ علم اور اہلِ دین کے ساتھ مشورہ نہیں کرتا اس کا معزول کرنا واجب ہے اور اس بات میں بالکل اختلاف نہیں ہے۔

علامہ قرطبیؒ (متوفی ۶۷۰ھ) نے ابن خویز منداد (متوفی ۴۰۰ھ) سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

**واجب على الوُلاة مشاورة العلماء فيما لا يعلمون، وفيما أشكل عليهم مِن أمور الدين، ووجوه الجيش فيما يتعلق بالحرب، ووجوه الناس فيما يتعلق بالمصالح، ووجوه الكُتّاب والوزراء والعُمّال فيما يتعلق بمصالح البلد وعمارتها.(۱)**

حکام پر واجب ہے کہ وہ ان امور میں، جن کا وہ علم نہیں رکھتے، علما کے ساتھ مشورہ کریں۔ اسی طرح اُن دینی امور میں بھی جن میں وہ شک محسوس کرتے ہیں۔اس کے علاوہ جنگی امور میں جنگی ماہرین سے صلاح مشورہ کرنا چاہیے اور قوم کے بااثر افراد کے ساتھ قوم کے مفاد میں مشورہ کیا کریں۔نامور منشیوں، وزراء، عاملوں کے ساتھ ان امور میں مشورہ کریں جن کا تعلق ملک کی تعمیر و ترقی سے ہوتا ہے۔

امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) حکام کے مشورے کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

**يتاكد الأمر بالمشاورة لحق الوُلاة الأمور العامة كالسلطان والقاضي و نحوهما، والأحاديث الصحيحة في مشاورة عمر بن الخطابؓ أصحابَه و رجوعَه إلى أقوالهم كثيرة مشهورة. (۲)**

اہل لوگوں کے لیے اہتمامی امور میں اس طرح مشورہ کی تاکید کی گئی ہے جس طرح کسی

(۱) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص ۱۰۳/ ۱۰۴، المبحث التاسع المشاورة.

(۲) الأذكار ص ۴۶۵، باب الحث على المشاورة.

بادشاہ یا قاضی وغیرہ کے لیے ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ کے اپنے ساتھیوں سے مشورہ اور اُن کے اقوال کی طرف رجوع کرنے کے متعلق بہت صحیح آثار ثابت ہے۔

## حکام کے لیے مشورہ کی اہمیت اور ضرورت :

نیک حُکّام کا شیوہ یہ ہے کہ وہ اہتمامی امور میں لوگوں سے مشورہ کرتے ہیں۔ علامہ ثعالبیؒ لکھتے ہیں :

**من أخلاق الملوک الأفاضل: المشورة التي هي من أركان السياسة، وفرائض المملكة، وأكثرالملوک يرون المشورة فرضاً واجباً، وحقّاً لازماً للملک الذي يستخدم به العقول، ومن أجله يرتبط الحكماء ونصحاء الوزراء؛ إذهو أعظم الأشياء، وأعلى الأخطار، وأجلّ المراتب، وأولى الأحوال بأن يجعل لها الأراء الصاينة ، و يستعان فيهابالأذهان الثاقبة، وله شوائب، وعوارض، ونوائب، لاتداوى إلاّبثمرات الألباب، ونتائج الأفكار.(۱)**

نیک بادشاہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نیک لوگوں سے مشورہ لیتا ہے، کیونکہ یہ سیاست اور مملکت کے فرائض میں شامل ہے اکثر بادشاہ مشورہ کو اس بادشاہ کے لیے ایک واجب فرض اور لازم حق خیال کرتے تھے جس کے ذریعے عقلوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے حکام اور حکومت کے خیر خواہ لوگوں کے درمیان ربط اور تعلق پیدا ہوتا ہے اور یہ تمام کاموں میں اہم ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ وہ مشورہ لینے کے لیے تمام تر توجہ سے کام لے اور تیز ذہن رکھنے والوں سے مدد حاصل کرے۔ بادشاہ اور حاکم کے لیے بھی ناگہانی آفات، مصائب اور عوارض ہو سکتے ہیں جن کا علاج عقلمند لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

---

(۱) آداب الملوک ص ۹۱/۹۲ ، فصل في المشورة وحسن أثرها وطيب ثمرها.

## حکام کے لیے مشورہ کرنے کے فوائد:

حُکّام کے لیے مشورہ کرنے میں انفرادی اور اجتماعی مصالح موجود ہیں۔ علامہ ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں :

**لیلزم المشورة فان في المشورة صلاح للرعية وحادة الرأي . (۱)**

بادشاہ مشورہ کو لازم رکھیے؛ کیوں کہ مشورہ میں لوگوں کے لیے بھلائی ہے اور اس میں رائے وفکر کی تیزی ہے۔

علامہ موصلی شافعیؒ (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

**قدوردالشرع ببيان خصال فيهانظام الملک،والدول،وهى ثلاثة : اللين،وترک الفظاظة،والمشاورة ، وألاّ يستعمل على الأعمال والولايات راغبٌ فيها ،ولاطالبٌ لها . (۲)**

شریعت نے ایسی خصلتیں بیان کی ہیں جن سے ملک اور حکومتوں کے نظام تشکیل پاتے ہیں ۔ وہ خصلتیں تین ہے :ایک نرمی کرنا اور سختی ترک کرنا، دوسری اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنا، تیسری یہ کہ مناصب پر ایسے شخص کو مقرر نہ کرنا جو ان مناصب میں زیادہ رغبت رکھتا ہو یا ان کا طلب کرنے والا ہو۔

## غیر منصوص اہتمامی، دینی اور دنیوی امور میں مشورہ ہوسکتا ہے:

ادارے کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ تمام دینی، دنیوی اور اہتمامی غیر منصوصہ امور میں اہل لوگوں سے مشورہ کرے رسول اللہ ﷺ اور خلفاے راشدینؓ کا یہی معمول تھا۔

(۱) روضة العقلاء ص ۲۳۶، ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

(۲) حسن السلوک ص ۷۳، الفصل الثاني الطرق إلى العدل .

علامہ قادری لکھتے ہیں :

**شملت مشورة الرسول عليه الصلاة والسلام وخلفاءه كثيراً من الأمور السياسية، والاقتصادية، والصحية، والاجتماعية ،والحربية .والنصوص الدالة على ذلك كثيرة منشورة في أبواب متفرقة مِن كتب العلم المختلفة ، و قد وضح علماء الإسلام أنها من ضرورات سياسة المسلمين.(۱)**

خلفاے راشدینؓ اور رسول اللہ ﷺ کے مشورے سیاسی، اقتصادی، طبی، اجتماعی اور جہادی امور پر مشتمل ہوتے تھے۔ اوراس بات پر دلالت کرنے والی نصوص کثرت سے ہیں جو کہ مختلف علمی کتابوں کے متفرق ابواب میں بکھری پڑی ہوئی ہیں۔ اور علماے اسلام نے واضح کیا ہے کہ سیاست اوراصلاح کے کاموں میں مشاورت نہایت ہی ضروری عمل ہے۔

## مشورہ کس سے کرنا چاہیے؟

ایسے لوگوں کا انتخاب ذرا مشکل کام ہے جن سے مشورہ لیا جائے؛ کیونکہ ان اشخاص میں ان تمام شرائط کا ہونا لازمی ہے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں :

**لكن اعتبار من تجوز مشورته صعبٌ جدا ؛فإنه يحتاج أن يكون صديقاً مجرباً ،حازماً، ناصحاً، رابط الجأش، غير معجب بنفسه ،ولامتلون في رأيه ، ولا كاذب في مقاله .فمَن كذبَ لسانَه كذبَ رأيَه ،ويجب أن يكون فارغَ البال في وقت مايستشار فقد أحسن بشار في قوله :**

**۱. وما كل ذي لب بمؤتيك نصحه ☆ وما كل مؤت نصحه بلبيب**

---

(۱) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص۱۰۳ ، المبحث التاسع المشاورة .

۲. و لكن إذا ما استجمعا عند واحد ☆ فحق له من طاعة بنصيب (۱)

یہ بات کہ ہم کس سے مشورے کا جواز پیش کریں، نہایت مشکل ہے اس لیے کہ مشورہ دینے والا سچا، تجربہ کار، پورا عزم رکھنے والا، خیر خواہ، مستقل مزاج اور بردبار ہونا چاہیے اور یہ کہ وہ اپنی رائے کو بہتر نہ جانے اور اپنی بات پر قائم ہو اور یہ کہ اپنے فیصلے میں بالکل سچا ہو یعنی جھوٹا نہ ہو۔ کیونکہ جس شخص کی زبان جھوٹی ہوگی اس کی رائے بھی جھوٹی ہوگی۔ اور یہ بات بھی واجب ہے کہ جس وقت اس سے مشورہ مانگا جائے تب وہ فارغ البال اور مطمئن ہو بشار نے بہت خوب کہا ہے:

۱۔ یاد رکھیں نہ ہر عقلمند آپ کو خیر خواہی کی بات کر سکتا ہے اور نہ ہر وہ فرد جو تمھارا خیر خواہ ہو عقلمند ہو سکتا ہے۔

۲۔ اور جب مذکورہ صفات کسی شخص میں اکٹھی ہو جائیں تو اس کی اطاعت واجب ہے۔

## اہلِ شوریٰ اور ان کی صفات :

ہر کام میں اس کام کے ماہر لوگوں سے مشورہ کیا جائے گا، جن میں درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

### (۱) اللہ تعالیٰ سے خائف ہو:

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے فرمایا:

استشر في أمرك الذين يخشون الله . (۲)

آپ اپنے کام میں ان لوگوں سے مشورہ کریں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ نے فرمایا:

(۱) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ۱۴۹ ، الباب الرابع المشاورة .

(۲) ابن أبي شيبه . الزهد ج۸ ص ۱۴۷ / ۱۵۲ .

**رأي الشيخ خيرٌ من مشهد الغلام . (۱)**

معمر شخص کی صرف رائے نوجوان شخص کی موجودگی سے بہتر ہے۔

## (۲) عقلمند اور خیر خواہ ہو:

عبداللہ بن حسنؓ نے فرمایا ہے:

**احذر مشورة الجاهل ،وإن كانَ ناصحاً كماتحذرُ غيلة العاقل ،إذا كانَ عدوّا فيوشكُ أن تورطك مشورةُ الجاهل،ويسبق إليک مكرُ العاقل .(۲)**

کہ آپ جاہل شخص کے مشورے سے پرہیز کریں اگر چہ وہ آپ کا خیر خواہ ہو۔جس طرح کہ آپ عقلمند دشمن کے دھوکے سے بچنا چاہتے ہیں،تو ممکن ہے کہ جاہل کے ساتھ مشورہ کرنا آپ کو جہالت کے گڑھے میں گرادے۔اور اگر عقل مند دشمن کے ساتھ مشورہ کروگے تو یہ ممکن ہے کہ اس کے فریب میں آجاؤ۔

علامہ ابوحیان نے ابن عطیہ مالکیؒ متوفی (۵۴۱ھ) کا قول نقل کیا ہے:

**المستشارُ في الدين عالمٌ ديّنٌ وقلّمايكونُ ذلک إلاّ في عاقلٍ . وقال الحسنؒ : ماكَمُل دينُ امرىء لم يكمُلْ عقلُه ، وفي الأمور الدنيويّة عاقلٌ مجرّبٌ وادٌّ في المستشير .(۳)**

دین کے بارے مین مشورہ دیندار عالم سے طلب کیا جائے،کیونکہ دینداری عقلمند شخص ہی میں ہوتی ہے،امام حسن بصری فرماتے ہیں: دیندار آدمی ہی کی عقل کامل ہوتی ہے،دنیاوی امور میں اُس شخص سے مشورہ لیا جائے جو عقلمند اور تجربہ کار ہو اور مشورہ لینے والے سے محبت بھی کرتا ہو۔

(۱) بيهقي سنن كبرىٰ ج۱۰ ص ۱۱۳ ، تهذيب الرياسة ص۱۸۸، باب في مدح الإستشارة .

~~(۲) تهذيب الرياسة ص۱۸۷ ، باب في مدح الإستشارة~~ .

(۳) البحر المحيط ج۳ص ۹۹ ، سورة آل عمران آيت : ۱۰۹ .

## (۳) تجربہ کاری:

لقمان حکیمؒ نے فرمایا ہے:

**شـاورُ مَـن جـرّبَ الأمـورَ فـإنـه یعطیک مِن رأیه ماکانَ علیه الغلاء وأنتَ تأخذه بالمجان .**

تجربہ کار شخص سے مشورہ کرو؛ اس لیے کہ موصوف آپ کو اپنی زندگی کا قیمتی مشورہ دے گا۔ اور آپ اس سے یہ مفت وصول کریں گے۔

**شـاوِرُ فـي أمـرکَ مَن تَثِقُ منه بعقلٍ صحیحٍ ، وودٍ صریحٍ فالعاقل ماینصحُ مالم یصفُ ودّه والودود لا یصفُ مالم یصحُ عقله .**

آپ اپنے کام میں اس شخص سے مشورہ کریں جو جس کی صحیح عقل پر آپ کو بھروسہ ہو اور آپ کے ساتھ صاف طور پر محبت کرتا ہو۔ پس عاقل شخص جب تک خیر خواہ نہ ہو تو اس وقت تک اس کی محبت خالص نہیں ہو سکتی اور محبت کرنے والے انسان کی محبت اس وقت تک خالص نہیں ہوتی جب تک اس کی عقل صحیح نہ ہو۔

**ومن استشار غیر أمینٍ أعانَ علی هُلْکِه .(۱)**

جس نے ایسے آدمی سے مشورہ کیا جو امانتدار نہ ہو تو دراصل اس نے اپنی ہلاکت میں دوسرے سے مدد لی۔

## (۴) علم اور امانت:

جس شخص سے مشورہ لیا جائے، اس کے اندر چوتھی صفت یہ ہو کہ وہ عالم اور امانت دار ہو۔

(۱) تهذیب الریاسة ص۱۸۷/۱۸۸، باب في مدح الإستشارة .

امام شافعیؒ نے فرمایا:

**لاینبغي أن يشاور جاهلاً لأنه لامعني لمشاورته ولاعالماً غير أمين فإنه ربما أضل من يشاوره ولكنه يشاور مَن جمع العلم والأمانة.(۱)**

جاہل شخص سے مشورہ کرنا مناسب نہیں، کیونکہ جاہل شخص سے مشورے کا کوئی معنیٰ نہیں اوراسی طرح غیر امانت دار عالم سے بھی مشورہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بسا اوقات وہ مشورہ لینے والے کو گمراہ کردیتا ہے، البتہ اس شخص سے مشورہ کرنا چاہیے جس کے اندر علم اور امانت دونوں صفات موجود ہوں۔

حضرت علیؓ جب مالک بن حارث اشتر نخعیؒ کو مصر کی طرف حاکم بنا کر بھیجنے لگے تو ان سے مشورہ کے طور پر یہ فرمایا:

**لاتدخلن في مشورتک بخيلاً فيعدل بک عن الفضل ويعدک الفقر، ولا جباناً فيضعفک عن الأمور، ولا حريصاً فيزين لک الشره بالجور، فإن البخل والجبن ولاحرص غرائزشتی يجمعها سوء الظن باللّٰه.(۲)**

تم اپنے مشورہ میں بخیل شخص کو ہرگز نہ چھوڑنا کہ وہ تمھیں فضل وسخاوت سے پھیر کر فقر کی فکر دلائے گا اور نہ ہی کسی بزدل کو چھوڑنا کہ وہ تمھیں کاموں سے کمزور کرے گا اور نہ ہی حریص شخص کو چھوڑنا کہ وہ تجھے ظلم پر حریص بنادے گا، کیونکہ بخل، بزدلی اور حرص ایسی مختلف خصلتیں ہیں جن کا مجموعہ اللہ کے ساتھ بدگمانی پیدا کرتا ہے۔

---

(۱) كتاب الأم ج ۷ ص ۱۵۸، باب المشاورة .

(۲) نهج البلاغة ص ۴۲۴ ، ومن عهدله كتبه للأشتر النخعي لماولاه على مصروأعمالها .

## مشورے کا اہل کون ہے؟

امام شیزریؒ اہل لوگوں کی کچھ صفات ذکر فرماتے ہیں :

**ينبغي أن يجتمع في أهل الشورى سبعة شروط عليها مدار المشورة ، وبها ينتظم شمل الصواب:**

چاہیے کہ جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس میں یہ سات صفات موجود ہوں؛ کیونکہ انھی شرائط پر مشورے کا دارومدار ہے اور انھی کے ذریعے حق تک پہنچا جا سکتا ہے۔

**أحدها: الفطنة والذكاء. لئلا تشتبه عليهم الأمور فتلتبس فلا يصح مع اشتباهها عزم، ولا يتم مع التباسها حزم.**

پہلی صفت یہ ہے کہ وہ سمجھدار اور زیرک ہوں تا کہ ان پر امور مشتبہ نہ ہوں اور خلط ملط نہ ہوں۔ بصورتِ دیگر وہ اپنے عزم وارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے.

**والثاني: الأمانة .لئلا يخونوا فيما ائتمنوا عليه ،ولا يغشوا فيما استنصحوا فيه.**

دوسری صفت امانت ہے یعنی وہ اس چیز میں، خیانت نہ کریں جس پر ان کو امین بنایا گیا ہے اس چیز میں دھوکہ نہ کریں جس میں ان سے خیر خواہی کی توقع ہے۔

**والثالث : صدق اللهجة .ليثق الملك بخبرهم فيما ينهونه إليه ، ويعمل برأيهم فيما أشاروا به عليه.**

تیسری صفت سچائی ہے تا کہ بادشاہ ان کے قول پر ان کاموں میں بھروسا کرے جن سے وہ منع کرتے ہیں، اور ان کاموں میں ان کی رائے پر عمل کرے جن کا انھوں نے اس کو مشورہ دیا ہے۔

**الرابع : أن يسلموا فيما بينهم من التحاسد والتنافس . فإن ذلك يمنعهم**

**من الكشف عن صواب الرأي.**

چوتھی صفت یہ ہے کہ مشورہ دینے والے آپس میں بغض اور حسد سے مبرا ہوں، کیوں کہ بغض اور حسد ان کو درست رائے ظاہر کرنے سے روک دیں گے۔

**والخامس: أن يسلموا فيمابينهم وبين الناس من العداوة والشحناء .فإن العداوة تسدّعن التناصف ، و تحجب عن صواب الرأي .**

پانچویں صفت یہ ہے کہ ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان دشمنی اور مخالفت نہ ہو اس لیے کہ مخالفت اور دشمنی انصاف اور درست رائے سے روک دیتے ہیں۔

**والسادس:أن لايكونوامن أهل الأهواء فيخرجهم الهوى من الحق إلى الباطل،فإن الهوى خادع للألباب، وصارف عن الصواب.**

چھٹی صفت یہ ہے کہ ارکانِ شوریٰ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے والے نہ ہوں۔ ورنہ نفسانی خواہش ان کو حق سے باطل کی طرف نکال دے گی؛ اس لیے کہ نفسانی خواہشات عقلوں کو دھوکہ دیتی ہیں اور درستگی سے پھیر دیتی ہے۔

**والسابع : أن يكونوامن كبارالدولة،ومشائخ الأعوان.لأن المشائخ قدحنكتهم التجارب،وعركتهم النوائب ،وقد شاهدوا من اختلاف الدول ما أوضح لعقولهم صواب الرأي . (۱)**

ساتویں صفت یہ ہے کہ ارکان شوریٰ ملک کے عمر رسیدہ اور بزرگ لوگ ہوں؛ کیونکہ عمر رسیدہ لوگ بصیرت، تجربہ اور پختہ رائے کے مالک ہوتے ہیں اور دنیا کے گزرے ہوئے حادثات سے بہت کچھ سیکھ چکے ہوتے ہیں اور انھوں نے اپنے سامنے حکومتوں کی تبدیلیوں کی وجہ

---

(۱) المنهج المسلوك ص ۴۸۶.

سے ان چیزوں اور امور کا مشاہدہ کیا ہوتا ہے جو ان کی عقلوں کے لیے درست رائے واضح کردیتے ہیں۔

## حضرت عمرؓ کا تعامل:

**إن عمر بن الخطاب إذا نزل به الأمر المعضل دعا الفتيان فاستشارهم يقتضي حدّة عقولهم .** (۱)

حضرت عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جب انھیں کوئی مشکل کام پیش آتا تو جوانوں کو بلا لیتے اوران سے مشورہ کرتے تاکہ ان کی عقلیں تیز ہوجائیں۔

## آدابِ مشورہ :

قابل اور باسلیقہ لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جائے، اگرچہ عمر اور مرتبہ کے لحاظ سے کم ہوں۔

رؤساء اور امراء کے لیے اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**شاوِرْفي أمورک مَن تثق منه بثلاثة خصال: صوابُ الرأي، وخلوصُ النيّة، وكتمانُ السِرّ فلا عار عليک أن تستشير مَن هو دونک إذا كان بالشورى خبيرا فإن لكل ذي عقل ذخيرةٌ من الرأي، وحظّاً من الصواب فتزداد برأي غيرک، وإن كان رأيک جزلاً كما يزداد البحر بمواده من الأنهار، وإن كان غزيراً . فقد روي عن النبي (ﷺ) أنه قال: (( لا مظاهرة أوثق من المشاورة )) .(۲)**

(۱) كنز العمال ج۸ص ۱۶۳ رقم : ۲۸۶۷، ابن جوزي. مناقب أمير المؤمنين ص ۸۶. طنطاوين. أخبار عمر ص ۱۶۲.

(۲) قوانين الوزارة ص ۱۴۹ ، الشورىٰ .

اپنے امور میں اس شخص سے مشورہ کرو، جس میں تین عادتیں قابل اعتماد ہوں: اول، صحیح رائے، دوم: خلوص نیت، سوم: راز کا تحفظ (جس میں یہ تین خصلتیں ہوں اُس سے مشورہ کرو) پس اس شخص سے مشورہ طلب کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے جو تم سے عمر یا مرتبے میں کم لیکن آداب مشورہ سے خبردار ہو، کیونکہ ذی عقل اور ذی رائے کے ساتھ صواب وصحت کا کافی حصہ موجود ہوتا ہے، تو غیر کی رائے اور مشورہ سے تمہاری رائے اور فکر میں پختگی آجائے گی اگرچہ تمھاری فکر کامل ہو، جس طرح سمندر میں دریاؤں کا پانی گرنے سے زیادتی آتی ہے اگرچہ سمندر خود وسیع اور گہرا ہوتا ہے۔

حضور اقدس (ﷺ) کا فرمان ہے:

کسی کو اچھا مشورہ دینے سے بہتر امداد کوئی نہیں ہو سکتا۔

ابن حبانؒ (متوفی ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

**لابد لصاحب السر الكاتم له على ما وصفنا: أن يضيق صدرُه فيشتهي إذاعة ما به فإذا كان كذلك أختار إفشاء ه بالإستشارة مع الديّن العاقل الوَدود، ولا يستشير إلاّمَن وجد فيه الخصال الثلاث التي ذكرنا فإنه إن لم يكن ديّناً خانَه، وإن لم يكن عاقلا أخطأ موضعَ الإصابة ، وإن لم يكن وَادّاً ربما لم ينصحه .**

مذکورہ وضاحت کی بنیاد پر راز دار کے لیے ضروری ہے کہ اس کا سینہ راز کی حفاظت سے تنگ ہو، پس جب یہ شخص راز ظاہر کرنے کا خواہشمند ہو، تو پھر افشاء راز ان کے سامنے اختیار کرے جو دیندار ہوں، عقلمند ہوں اور ان کے ساتھ محبت رکھتا ہو اور مشورہ ان کے ساتھ کیا جائے جن میں مذکورہ تین خصلتیں موجود ہوں۔ اس لیے کہ جس کے ساتھ مشورہ کیا جائے وہ دیندار نہ ہو اور وہ تمہارے راز میں شریک ہو جائے، تو خیانت کرے گا، اگر عقلمند نہیں ہے تو مشورہ دینے میں حق اور مناسب طرف میں خطا کر جائے گا اور اگر مشورہ دینے والے کے ساتھ محبت نہیں رکھتا تو قریب

ہے کہ مشورہ دینے میں خیر خواہی نہیں کرے گا۔

اسی طرح علامہ ابن حبانؒ لکھتے ہیں:

**الواجب على العاقل السالک سبیل ذوی الحِجا: أن یعلم أن المشاورة تفشی الأسرارَ فلا یستشیر إلاّ اللبیبَ الناصحَ الوَدود الفاضل فی دینه، و إرشاد المشیر المستشیرَ قضاء حق النعمة فی الرأی، والمشورة لا تخلو من البرکة إذا کانتُ مع مثل مَنُ وصفنا نعته .(۱)**

وہ عقلمند جو صاحب رائے کے راستے پر زندگی گزارتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ سمجھے کہ مشورہ میں تو خواہ مخواہ راز ظاہر ہوتا ہے لہذا صرف اسی شخص سے مشورہ طلب کرے جو عقلمند ہو، خیر خواہ ہو اور اس کے ساتھ محبت رکھتا ہو اور دینداری میں امتیازی شان کا مالک ہو مشورہ دینے والے کو راہ راست کی نشاندہی مشورہ دینے والے کی صحیح فکر کا حق ہے۔ اور مشورہ خیر و برکت سے خالی نہیں ہوتا جبکہ مذکورہ صفات کے مالک اصحاب سے مشورہ کیا جائے (جو عقلمند، خیر خواہ، محبت رکھنے والے اور دیندار ہوں) ۔

اسی طرح امام ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**قدیفضل المستشیرُ علی المشیر، ویظفر بالرأي المشیرُ لأنها ضالّة یظفر بها من وجدها من فاضلٍ و مفضولٍ. وقدرَوَی أبو الدرداءؓ عن النبيﷺ أنه قال:**

**(( استرشدوا العاقل ترشدوا، ولاتعصوه فتندموا )) . (۲)**

**وعَوِّلّ علی إستشارة من جرب الأمورَ، وخَبَرَها، وتقلّبَ فیها، وباشَرَهَا حتی عرف موارِدَها، ومصادرَها فلن یخفی علیه خیرَها وشرَها مالم یوهنه ضعفُ**

---

(۱) ابن حبان . روضة العقلاء : ص ۳۱۹ / ۳۲۰، باب ذکر المشورة في أوقات الضرورات .

(۲) علی متقي . کنز العمال : ج ۳ ص ۴۰۹ رقم: ۷۱۸۰، باب المشورة .

الهرم . قال الشاعر:

۱.  إن الأمورَ إذا الأحداثُ دبّرَها ☆ دون الشيوخ ترَى في بعضها خللاً

۲. إن الشبابَ لهم في الأمر بادرةٌ ☆ وللشيوخ أُنَاةٌ تدفع الزللا (۱)

کبھی کبھی مشورہ طلب کرنے والا، مشورہ دینے والے پر فضیلت رکھتا ہے، لیکن اس فضیلت کے باوجود مشورہ دینے والا صحیح رائے دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ درست رائے ایک گم شدہ چیز ہے اس میں وہی کامیابی پاتا ہے، جو اسے پالیتا ہے، فاضل ہو یا مفضول۔

حضرت ابوالدرداءؓ حضور اقدس (ﷺ) سے نقل کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہے: کہ عقلمند سے مشورہ لو، تمہارا معاملہ درست ہو جائے گا۔ اور عقلمند شخص کے مشورہ کے خلاف نہ کرنا ورنہ نادم و پشیمان ہو جاؤ گے اور اس شخص کے مشورہ پر اعتماد کرنا، جو معاملات میں تجربہ اور علم رکھتا ہو اور یہ کام خود کیئے ہوں اور اس کام کے مآخذ و مصادر سے باخبر ہو پس ایسے شخص پر اس کام کے خیر اور شر کے اطراف مخفی نہیں رہیں گے۔ جب تک اس کو بڑھاپے کا ضعف کمزور نہ کر دے ۔شاعر کہتا ہے :

۱۔ جب جوان لوگ معاملات کی تدبیر بڑوں کے مشورہ کے بغیر کریں تو تم بعض امور میں نقصان پاؤ گے ۔۲۔ کیونکہ نوجوان کام میں جلدی کرتے ہیں جبکہ شیوخ حوصلہ اور بردباری کے ذریعے کام کے نقائص کو دور کرتے ہیں۔

اسی طرح علامہ ماوردیؒ اس موضوع کی تفصیل میں یوں رقمطراز ہیں :

فإذا عَزَمَ على المشاورة ارتادَ لها من أهلها مَن قد استكملتْ فيه خمسٌ :

إحداهن :عقل كاملٌ مع تجربةٍ سالفةٍ فإنه بكثرة التجارب تصح الرويّة .

(۱) قوانين الوزارة ص ۱۵۰ ، الفصل الثامن العهود والوصايا، ذكر الشورىٰ .

جب مشورہ کا عزم وارادہ کرلیا، تو مشورہ کے اہل وقابل لوگوں سے مشورہ لیا جائے جن میں پانچ صفات موجود ہوں:

پہلی صفت یہ کہ عقل کامل ہونے کے ساتھ تجربہ بھی رکھتا ہو، کیونکہ تجربات سے عقل میں پختگی آتی ہے۔

**الخصلة الثانية : أن يكون ذادينٍ وتُقىً فإن ذلك عمادُ كلّ صلاحٍ ، وبابُ كلّ نجاحٍ ومن غلَبَ عليه الدين فهو مأمون السريرة موَفّق العزيمة .**

**عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) :**

**(( من أرادَ أمراً فشاور فيه إمرأً مسلماً وفّقَهُ اللّٰهُ لأرشد أموره )) . (۱)**

دوسری صفت : یہ کہ دین وتقوی کا مالک ہو کیونکہ دین وتقوی تمام نیکیوں کی اساس اور ہر کامیابی کا دروازہ ہے اور جس پر دین غالب ہو، تو اس کا باطن درست ہوگا اور اس کو اپنے ارادہ میں درستگی نصیب ہوگی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ جس نے کسی کام کا ارادہ کیا اور کسی مسلمان اہل شخص کے ساتھ مشورہ کیا تو اللہ تعالی اس کو درست کام کی توفیق عطاء کرے گا۔

**الخصلة الثالثة : أن يكون ناصحاً وَدودا فإن النصح والمودة يصدقان الفكرةَ ، ويمحضان الرأي .**

**قال بعضُ الحكماء: لاتشاورُإلاّالحازم غيرَالحَسود،واللبيبَ غيرَالحَقود .**

تیسری خصلت یہ کہ وہ مشورہ لینے والے کے ساتھ خیر خواہ اور محبت رکھنے والا ہو، اس لیے

---

(۱) علي متقي. كنز العمال ج۳ ص ۴۰۹ رقم: ۷۱۷۹ ، باب المشورة . أدب الدنيا والدين ص ۴۷۵ ،خصال المشير.

کہ خیر خواہی اور محبت فکر ونظر کو صحت بخشتی ہے اور رائے کو خالص کردیتی ہے۔

بعض حکماء کا قول ہے: کہ مشورہ اس شخص سے طلب کرو جو دوراندیش وصاحب تدبیر ہو، حسد نہ رکھتا ہو اور اس عقلمند سے، جو عداوت وکینہ نہ رکھتا ہو ۔

**الخصلة الرابعة : أن يكون سليمَ الفكر من همٍّ قاطعٍ ،وغمٍّ شاغلٍ فإن مَن عارضتْ فكرَه شوائبُ الهموم لايسلم له رأيٌ ،ولا يستقيم له خاطرٌ.**

چوتھی خصلت یہ کہ سوچ وفکر پریشانیوں اور مصروف رکھنے والے غموں سے خالی ہو اور یہ اس لیے کہ جس کی فکر کے ساتھ غم خلط ہو جائے ،تو نہ اس کی رائے سالم ہوتی ہے اور نہ تدبیر درست ہوتی ہے۔

**الخصلة الخامسة:أن لايكون له في الأمر المستشار غرضٌ يتابعه ،ولا هوىً يساعده فإن الأغراضَ جاذبةٌ ،والهوى صادٌّ،والرأيُ إذا عارضه الهوى ، و جاذبتهُ الأغراضُ فسدَ .(۱)**

پانچویں خصلت یہ کہ جس کام میں مشورہ طلب کیا جاتا ہے،تو اس میں مشورہ دینے والے کا کوئی مفاد نہ ہو اور نہ اس کی دلی خواہش اس کام کے ساتھ متعلق ہو کیونکہ مفادات صحیح رائے سے موڑتی ہیں جبکہ خواہشات روکنے والی ہوتی ہیں اور جب رائے کے ساتھ خواہشاتِ نفسانی کا تعارض ہو جائے اور اغراض اس سے جھگڑنے لگیں تو یہ رائے اور فکر فاسد ہو جاتی ہے۔

اسی طرح علامہ ماوردیؒ مزید وضاحت کرکے لکھتے ہیں:

**ليكنْ أهل المشورة متصافين في المحبة ، براءً من عداوة أو بغضة ليعرف كلُ واحد منهم لصاحبه بالصواب إذا ظفر به ،ولايبعثه الحسدُ والعنادُعلى رده فإن تعاندوا شغلهم العنادُعن الإجتهاد فلن يحظوا برأى ،ولم**

(۱) ماوردي. أدب الدنيا والدين ص ۲۷۶/۲۷۷ ، خصال المشير.

**يظفروا بصواب لإلتباس الرأى بنفور العناد . (۱)**

اہلِ مشورہ محبت میں خالص ہو، عداوت اور بغض سے بری ہو، اور یہ اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے حق اور درستگی کو پہچان لے جب وہ اس پر کامیاب ہو جائے اور حسد وعناد اس کو رد کرنے پر نہ ابھارے، اگر آپس میں عناد رکھیں، تو یہ عناد ان کو کوشش سے مشغول رکھے گا، تو نہ وہ کسی رائے تک پہنچ سکیں گے اور نہ حق وصواب تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کرسکیں گے کیونکہ ان کی رائے سے عناد اور نفرت خلط ہو چکی ہے۔

## انفرادی مشورہ اور اس کے آداب:

کبھی حالات، شرائط اور مصالح کی بنیاد پر امیر چاہتا ہے کہ متعدد لوگوں سے انفرادی مشورہ طلب کرے اور ان پر راز ظاہر کرے۔ امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

**يستحب لمن همّ بأمر أن يشاور فيه مَن يثق بدينه ،وخِبرته ،وحِذقه ،و نصيحته ،وورعه ، وشفقته ، و يستحب أن يشاور جماعةً بالصفة المذكورة ، و يستكثر منهم،ويعرفهم مقصوده من ذلک الأمر،ويبيّن لهم مافيه من مصلحة ومفسدة إن علم شيئاً من ذلک . (۲)**

ہر اس آدمی کے لیے مستحب ہے جو کسی کام کا ارادہ کرے کہ وہ اس آدمی کے ساتھ مشورہ کرے کہ جس کی دیانت، علم، تجربہ، خیر خواہی، تقوی، اور شفقت پر اُسے اعتماد ہو اور اسی طرح صفات مذکورہ سے موصوف جماعت کے ساتھ مشورہ کرے اور اُس امر میں ان کے سامنے اپنا مقصود بیان کرے، اگر اسی کام کے ساتھ مربوط مصلحت اور فساد معلوم ہو، تو اس کو واضح کرے ۔

(۱) تسهيل النظر وتعجيل الظفر ص ۱۰۴ ، الفصل الثاني عشر المشورة ،فوائدالمشورة .

(۲) الأذكار ص ۵۱۷ ، باب الحث على المشاورة .

اسی طرح علامہ ابن طقطقیؒ لکھتے ہیں:

**فإن احتاجَ الملکُ إلي إظهار سِرّه لجماعة فاصلح ماله أن يفضى به إلي كلّ واحد منهم علي سبيل الانفراد،ويوصيه بالكتمان ،ويوهمه أنه ما أفضى إلى غيره به . فذلک أجدرلأن يكتم السر. (۱)**

اگر بادشاہ وامیر اپنے راز ظاہر کرنے میں جماعت کا محتاج ہو جائے،تو ہر ایک کو الگ الگ انفرادی طور پر راز کہہ دے اور ہر ایک کو راز محفوظ رکھنے کی نصیحت کرے اور ہر ایک کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ کسی اور کو یہ راز کی بات نہیں کی گئی کہ یہ طریقہ راز کی حفاظت کے زیادہ لائق ہے۔راز کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

## انفرادی مشورہ اور اس کے فوائد:

جب حاکم چاہے کہ اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرے اور پھر ہر ایک کے ساتھ الگ الگ مشورہ کرے اور اپنے راز کو اس کے ساتھ ضرورت اور اجتماعی مصالح کی خاطر شریک کرے تو اس میں بہت سے فوائد ہیں۔علامہ جہشیاریؒ (متوفی ۱۳۳۱ھ) نے لکھا ہے:

کہ جب شاہ پور کو سلطنت مل گئی تو اس نے ارادہ کیا کہ اپنے وزراء کے ساتھ ایک کام میں مشورہ کرے تو اس کو ایک وزیر نے کہا:

**لاينبغي للملک أن يستشير منا أحدا إلاّ خاليا فإنه أموت للسر،وأحزم في الرأي ، وأدعى إلى السلامة ، وأعفى لبعضنامن غائلة بعض لأن الواحدَ رهن بماأفضى إليه ، وهو أحرى أن لايظهره رهبةً للملک، ورغبةً إليه ، وإذا كان عندالإثنين فظهر دخلتُ على الملک الشبهةُ،واتسعتُ على الرجلين**

(۱) ابن طقطقیٰ.الفخري في الادآب السلطانية ص٦٧، الفصل الأول في الأمورالسلطانية و. . . .

**المعاریض فإن عاقَبَهما عاقَبَ إثنین واحدٍ،وإن اتّهمَااتَّهم بریئاًبجنایةِ مجرم ٍ، وإن عفاعنهماعفاأعن واحدٍلاذنبَ له،وعن الآخر و الحجةُ علیه .(۱)**

بادشاہ کے لیے مناسب ہے کہ ہم میں ہر ایک کے ساتھ الگ الگ مشورہ کرے اور یہ اس لیے کہ اس طریقہ سے راز خوب محفوظ رہ سکتے ہیں اور راے اور نظر میں خوب احتیاط اور تعمق پیدا ہوسکتا ہے اور اسی سے خوب امن حاصل ہوسکتا ہے اور ہم میں سے بعض دوسروں کے حسد سے محفوظ رِہ سکتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ایک شخص کو راز بتایا جائے تو یہ شخص اس راز کی حفاظت کرتا ہے اور یہ شخص بہت لائق ہے کہ بادشاہ کے خوف کی وجہ سے یا بادشاہ کے ساتھ رغبت کی وجہ سے بھی راز کو ظاہر نہ کرے ۔

اور جب دو آدمیوں کے ساتھ راز شریک ہو جائیں اور پھر یہ راز فاش ہوجائے تو بادشاہ کو اشتباہ ہوسکتا ہے کہ راز کو کس نے فاش کیا ہے اور دونوں کو افشاے راز کی تہمت سے بچنے کا موقع ملتا ہے تو اس وقت بادشاہ وقت دونوں کو سزا دیدے تو ایک کے راز فاش کرنے والے کی وجہ سے دونوں کو سزا ملے گی۔ اگر دونوں پر راز فاش کرنے کی تہمت لگائی تو ایک کے جرم کی وجہ سے دونوں پر تہمت لگ گئی۔

اگر دونوں کو سزا اور تہمت سے معاف کیا جائے ،تو ایک آدمی ایسی حالت میں معاف ہوگیا کہ اس نے جرم نہیں کیا اور دوسرے کو ایسی حالت میں معافی ہوئی کہ اس پر حجت والزام موجود ہے۔

## لطیفہ :

حکماء کا قول ہے کہ :

**لاتشاوُر معَلّماً (مَن له مَن یعلمه) ، ولا راعيَ غنمٍ ، ولا کثیرَالقعود مع**

(۱) کتاب الوزراء والکُتّاب ص ۱۱ .

**النساء ، ولاصاحب حاجة يريدُ قضائَها، ولاخائفاً، ولامن يرهقه أحدُ السبيلين (مخرج البول والغائط) . (۱)**

جس کی اپنی فکر نہ ہواس سے مشورہ مت طلب کرنا (جو دوسروں سے استفادہ کرتا ہے) اور نہ چرواہے سے اور نہ اس شخص سے جو عورتوں کیساتھ زیادہ بیٹھتا ہو اور نہ اس شخص سے جو صاحبِ حاجت ہو اور حاجت اور ضرورت کے پورا کرنے کا متمنّی ہو اور نہ اس شخص سے جو ڈرتا ہو اور نہ اس شخص سے جس کو پیشاب یا پاخانہ نے تکلیف میں مبتلا کیا ہو (جیسا کہ اس کی نماز بھی مکروہ ہے)۔

## مشورہ کے بعد عمل کے وقت مشورہ دینے والے کی طرف نسبت ضروری نہیں ہے :

جب اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا گیا، تو مشورہ کے بعد عملی اقدام ضروری ہے، اس وقت کام کی نسبت مشورہ دینے والے کی طرف ضروری نہیں ہے کہ میں نے یہ کام فلاں کے مشورہ سے شروع کیا ہے۔

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**ليس عليه إذاعمِل بالرأي أن يعزيه إلى قائله ،وينسبه إلى صاحبه فيوتهَن بمهانته ، ويعاب بذلتهِ ،وإنما يتنبّه به على صواب ما يأتي،وسَدَادما يريد . (۲)**

مشورہ طلب کرنے والے پر یہ لازم نہیں ہے کہ جب مشورہ پر عمل کرے تو اس کو مشیر کی طرف منسوب کرے کیونکہ اس کی ذلت سے یہ بھی ذلیل ہو جائے گا اور اس کے عیب سے یہ بھی

---

(۱) طرطوشي . سراج الملوک ج ۱ ،ص ۳۲۴ ، الباب السابع والعشرون في المشاورة والنصيحة .

(۲) تسهيل النظر ص ۱۰۲ ، الفصل الثاني عشر المشورة ،فوائدالمشورة .

معیوب ہوجائے گا، بلکہ ممکنہ صواب (صحت) پر اور جس مقصد کا ارادہ ہو اس کی درستگی پر بیدار ہو۔

## نااہل اور خودغرض شخص سے مشورہ طلب نہیں کیا جائے:

پہلے اہل اشخاص کے اوصاف ذکر کیے گئے ،جن کے ساتھ مشورہ کرنا ضروری تھا اور جس میں اہلیت نہ ہو اس کے ساتھ مشورہ کرنے سے اجتناب کیا جائے گا ۔علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**اعدلُ عن استشارة من قصَدَ موافقتک متابعةً لهواک ، أو اعتَمَدَ مخالفتَک انحرافاً عنک، وَعَوّل على مَن توَخَى الحق لک،وعليک . (۱)**

ایسا شخص جوآپ کی حمایت کی پیروی کرتے ہوئے آپ کی ہاں میں ہاں ملاتا ہو، یاوہ جوصرف آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو،اس سے مشاورت نہ کرواور ایسے شخص پر اعتماد کرو، جوآپ کے لیے حق فیصلہ کرے چاہیے وہ آپکے موافق ہو یا مخالف (یعنی کسی کا تم پر حق ثابت ہواور تم سے اس شخص کے لیے حق طلب کرتا ہو) ۔

## پراگندہ فکر شخص سے مشورہ نہ لیا جائے :

مشورہ دینا جس طرح ایک امانت ہے،تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ مشورہ دینے والا شخص مطمئن ہو، پریشان نہ ہو،تا کہ سالم وصحیح مشورہ دے سکے۔حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں:

**لايشاورالجائع حتى يشبع ،ولا العطشان حتى يروى، ولا الأسير حتى يطلق ،ولا المضل حتى يجد ،ولا الراعب حتى ينجح . (۲)**

---

(۱) قوانين الوزارة ص ۱۵۰، الشورىٰ.

(۲) ابن حداد . الجوهر النفيس في سياسة الرئيس ص ۱٦٦ ،الباب التاسع في فضل المشورة والرأي من ذوي الأراء .

بھوکے شخص سے مشورہ نہیں لیا جائے گا، حتی کہ سیر ہو جائے اور نہ اس شخص سے جو پیاسا ہو، حتی کہ سیراب ہو جائے اور نہ قیدی کے ساتھ مشورہ کیا جائے گا حتی کہ آزاد ہو جائے اور نہ ضال السبیل (جس سے راستہ گم ہو گیا ہو) سے مشورہ کیا جائے گا حتی کہ (ھاد السبیل) راستہ پانے والا ہو جائے اور نہ اس شخص سے مشورہ کیا جائے جو خوفزدہ ہو، حتّی کہ مطمئن ہو جائے۔

## حضرت زیادؓ کا واقعہ:

حضرت زیادؓ نے اپنے دروازے کے چوکیدار عجلانؒ سے کہا کہ میرے لیے باہر سے ایک عقلمند شخص حاضر کرو تا کہ میں اس سے اپنے ایک کام میں مشورہ کروں، عجلانؒ نے کہا کہ میں عقلمند شخص کو نہیں جانتا ہوں، حضرت زیادؓ نے کہا: کہ عقلمند شخص، صورت وگفتار سے پہچانا جاتا ہے عجلانؒ نے باہر آکر ایک خوبصورت دراز قد شخص کو دیکھا اور اس کو کہا زیادؓ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ، تمہارے ساتھ ان کو ایک کام ہے، جب وہ حاضر ہوا تو زیاد نے کہا :

**إني أريد مشاورتک في أمرٍ فقال : إني جائعٌ ،ولا رأيَ لجائعٍ فقال: احضروه الطعامَ . فلماقضي حاجتَه منه قال له: هاتِ.فقال:إني حاقنٌ،ولا رأيَ لحاقنٍ.فقال: ياعجلان ! ادخله المتوضأ.فلماخرج سأله عن أمرٍ فماقال له شيئاً إلاّ وأحسن الجوابَ عنه . (۱)**

میں تمہارے ساتھ ایک کام میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں، اس شخص نے جواب دیا کہ میں بھوکا ہوں اور بھوکے شخص کی کوئی رائے نہیں ہوتی حضرت زیادؓ نے حکم دیا کہ کھانا لایا جائے، جب وہ شخص سیر ہو گیا تو پھر زیادہ نے مطالبہ کیا کہ مشورہ کرتا ہوں، تو اس نے کہا کہ مجھے پیشاب کا تقاضا

(۱) ابن حداد . الجوهر النفيس في سياسة الرائيس ص ١٦٦ ،١٦٧ ،الباب التاسع في فضل المشورة والرأي من ذوي الأراء .

ہےاور جس کو یہ تکلیف ہواس کے پاس رائے نہیں ہوتی،تو حضرت زیادؒ نے حکم دیا کہ اس کو بیت الخلاء لے جایا جائے جب بیت الخلاء سے واپس آ کر مطمئن ہوگیا اور حضرت زیادؒ نے مشورہ لینا شروع کیا تو حضرت زیادؒ نے اس سے جو بات بھی کی اس شخص نے اس کا بہت اچھا اور بہترین جواب دیا۔حضرت زیادؒ نے انھیں بہت پسند فرمایا۔

## نااہل شخص کا مشورہ مخفی رکھا جائے گا:

کبھی کبھی نااہل شخص مشورہ دیتا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو مخفی رکھا جائے گا۔

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إذاظَفَرَ بالرأي ممن لايراه للمشورة أهلا أخفاه حتى لايتخطى عليه غيرُ أهله،ولم يستنكف من العمل به فإن القرائح ليستْ على قدرالأخطاروالرُّتَبِ، وإنماهي ذخائر مستودَعة فيمَن مَنَحَها من نبيهٍ، وخاملٍ (۱)**

جب ایک شخص ایسے آدمی سے مشورہ طلب کرے،جو مشورہ کا اہل نہ ہو،تو اس کو اپنے پاس محفوظ رکھے (یعنی نااہل کے مشورہ دینے سے توقف بہتر ہے) تا کہ نااہل اس پر تجاوز نہ کرے اور اس پر عمل کرنے میں عار محسوس نہ کرے،اس لیے کہ طبائع شرافت اور رتبے کے قدر واندازے میں برابر نہیں ہیں اور یہ طبائع ایسے ذخائر ہیں جو اللہ کی طرف سے ان لوگوں میں ودیعت رکھی گئی ہیں جن کو اللہ تعالی نے اس سے نوازا ہے یعنی شریف اور گمنام اور بے عقل۔

## اہم امور میں مشورہ کے فوائد اور مشورہ نہ کرنے کے نقصانات:

امیر اگر اہم امور میں اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرے تو اس کے بہت فوائد ہیں اور اگر مشورہ نہ کرے تو اس کے بہت نقصانات ہیں۔

(۱) تسهيل النظر ص ۱۰۲ ، الفصل الثاني عشر المشورة ،فوائدالمشورة .

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**ثم لا فسحةَ في إبداء الأسرار مع الأضطرار إلاّ لمستشير ليأمن عثارَها، ويتوقّى أخطارَها. (۱)**

بامر مجبوری اپنے راز کوصرف اسی شخص پر ظاہر کرنے کی گنجائش ہے جس سے مشورہ مطلوب ہوتا کہ افشاءراز کے نقصانات سے بچ جائے۔

اسی طرح علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**فإنه ربما كان استبداذه برأيه أضر عليه من إذاعة سرّه ،وليس كل الأمورأسراراً مكتومةً،ولا الأسرار المكتومةُ بمشاورة النصحاءِ فاشيةً معلومةً.قال النبي ﷺ: (( ماسعد أحدٌ برأيه ، ولاشقي عن مشورة )) .**

**و قال لمعاذ بن جبلؓ : (( استشرُ فإن المستشير معان ، و المستشار مؤتمن ، و احذرُ الهوى فإنه قائد الأشقياء )). (۲)**

**وقدقيل : الإستشارةُ عين الهداية ،وقد خاطَرَ مَن أستغنَى برأيه .(۳)**

امیر کے لیے اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ اس لیے ضروری ہے اگر وہ کہیں مشورہ نہ کرے تو اکثر اوقات امیر اپنی رائے پر اعتماد کرکے بھاری نقصان اٹھاتا ہے بنسبت راز ظاہر ہونے کے نقصان سے، نہ تمام امور راز ہیں اور نہ تمام راز اہل لوگوں کے ساتھ مشورے سے ظاہر اور فاش ہوتے ہیں۔پیغمبر(ﷺ) فرماتے ہیں:

(۱) تسهيل النظر و تعجيل الظفر ص ۹۵ ،الفصل الحادي عشر كتمان السر .

(۲) التمهيدلمافي الموطأ مِن المعاني والمسانيد ج۸ ص ۳۷۰ رقم: ۳٦.

(۳) تسهيل النظر وتعجيل الظفر ص ۹۹، دررالسلوك في سياسة الملوك ص ۷۴، المشورة، قوانين الوزارة ص ۱۲۵ .

کوئی شخص محض اپنی رائے سے سعادتمند نہیں بنتا اور کوئی مشورہ سے بدنصیب نہیں بنتا۔

پیغمبر خدا (ﷺ) نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یوں فرمایا ہے:

تم اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرو کیونکہ جو اہل لوگوں کے ساتھ مشورہ کرتا ہے تو اس کی مدد کی جاتی ہے اور جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے، امانت سپرد کیا ہوا ہے، اور تم اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے دور رکھو، کیونکہ یہ شقاوت کی بنیاد ہے۔ اور کسی نے کہا ہے: کہ مشورہ ایک بہترین ہدایت ہے اور جس شخص نے اپنی رائے اور فکر میں استغنا اختیار کیا وہ خطرے میں پڑ گیا۔

## شوریٰ کے لیے مناسب وقت:

جب حاکم مشورہ کرنا چاہے تو مناسب یہ ہے کہ رات کے وقت اہل اور ذی رائے لوگوں سے مشورہ کرے۔

علامہ قلعی (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

**لتكن مشورتک بالليل، فإنه أجمع للرأي، والفكر، وأعون على الذكر.** (۱)

آپ رات کو مشورہ کیا کریں کیونکہ رات کو فکر جامع ہوتی ہے اور اچھے نظریے یاد آجاتے ہیں۔

## مطالبہ یا ضرورت کے وقت مشورہ دینا:

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**لاينبغي أن يشير قبل أن يستشار إلاّ فيما مس، ولاأن يتبرع بالرأي إلاّ فيما لزم، فإنه لاينفک من أن يكون رأيا مُتّهماً أومُطّرحاً، وفي أيّ هذين كان وصمة، و إنما يكون الرأي مقبولا إذا كان عن رغبة و طلب، أو كان بباعث و**

(۱) تهذيب الرياسة ص ۱۸۸، باب في مدح الاستشارة وذم الاستبداد بالرأي.

سبب . (۱)

یہ مناسب نہیں ہے کہ مشورہ مانگنے والے کے مشورہ مانگنے سے پہلے مشورہ دے ہاں جب ضرورت محسوس ہو۔ اور نہ تو مشیر خود سے رائے دے۔ مگر اس وقت کہ اس پر رائے پیش کر دینا لازم ہو جائے (کہ یہ مطالبے اور ضرورت کی صورت ہے) کیوں کہ اگر ان دونوں صورتوں کے علاوہ مشورہ دے گا تو اس کی رائے اور نظر پر تہمت لگ جائے گی یا نظر انداز کر دیا جائے گا۔

ان دونوں صورتوں میں اس کے لیے نقصان اور عیب ہے۔ رائے اس وقت منظور ہوتی ہے جب مطالبہ کرنے والے کی طرف سے رغبت اور طلب ہو یا بوقتِ ضرورت حالات کے تقاضے پر ظاہر کر دیا جائے۔

## لقمان حکیمؒ کا قول:

لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو یوں نصیحت کی ہے:

**قال لقمان لابنه يابني ! إذا استشهدت فاشهدو إذااستعنت فاعن وإذا استشرت فلاتعجل حتى تنظر .**

**قال بهيس الكلابيّ:**

**۱۔ من الناس من إن يستشرك فتجتهد ☆ له الرأي يستغششك مالاتُتَابِعُه**

**۲۔ فلا تمنحن الرأي من ليس أهله ☆ فلا أنت محمود ولا الرأي نافعه (۲)**

اے بیٹے! جب تم سے گواہی دینے کا مطالبہ کیا جائے، تو گواہی دو اور جب تم سے تعاون کا مطالبہ کیا جائے، تو تعاون کرو۔ اور جب تم سے مشورہ طلب کیا جائے تو جلدی نہ کرو؛ حتیٰ کہ تم

(۱) أدب الدنیا والدین ص ۲۸۲، نصائح في المشورة.

(۲) أدب الدنیا والدین ص ۲۸۳، نصائح في المشورة.

اچھی طرح غور وخوض کرلو۔

بہیس کلابیؒ نے کہا ہے:

۱۔اگرلوگوں میں سے کسی نے آپ سے مشورہ مانگا اور آپ اسے کسی رائے اور مشورہ دینے میں اچھی طرح کوشش کریں، تو یہ آپ کو ایسے کام پر بدگمان بنا دیتا ہے کہ آپ اس کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے اور نہ تسلیم کرتے ہیں۔

۲۔آپ نااہل لوگوں کو مشورہ دینے میں سخی نہ بنیں؛ کیوں کہ اگر آپ اس طرح کریں گے، تو نہ تو آپ محمود ٹھہریں گے اور نہ آپ کا مشورہ اس کے لیے سودمند ہوگا۔

## مصلحت کے وقت مشورہ دینا:

اگر کسی نے مشورہ نہ مانگا ہو لیکن مصلحت اس میں ہو کہ کسی ذی رائے شخص کی طرف سے مشورہ دیا جائے تو اس وقت مشورہ دینا چاہیے۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) نے الادب المفرد میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے:

**( باب من أشار على أخيه وإن لم يستشره).**

اوراس عنوان کے تحت حضرت عمرؓ کا اثر یوں نقل کیا ہے:

**إن عمر رأى راعياوغنمافي مكان نشج (الشرب القليل )ورأى مكاناً أمثل منه فقال له : ويحک يا راعي! حولهافإني سمعتُ رسولَ اللّٰه ﷺ يقول :**

**(( كل راعٍ مسؤول عن رعيته )) . (۱)**

حضرت عمرؓ نے تھوڑے پانی والی جگہ میں ایک چرواہے اور کچھ بھیڑ بکریوں کو دیکھا اور آپؓ

(۱) أدب المفرد ص۴۲۸ رقم : ۴۱۶.

کو ایک ایسی جگہ معلوم تھی جو اس جگہ سے بہتر تھی، تو فرمایا: تیرا ناس ہو اے چرواہے! اپنے مویشیوں کو یہاں سے فلاں جگہ پر لے جاؤ۔ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

''ہر ذمہ دار سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا''۔

## (۳۴) لوگوں کے کاموں کی فکر کرنا :

ادارے کا سربراہ اور حاکم دوسرے لوگوں کے کاموں کے بارے میں غور وفکر کرے گا۔امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**لیکن مع ذلک متصفحا لأفعال غيره فما أعجبه من جميلها ، واستحسنه من فضائلها بادر إلى فعله،و زين نفسه بالعمل به فإن السعيدمَن تصفح أفعال غيره فانتهى عن سيئها،واقتدى بحسنهافنال هنى المنافع ،وأمن خطر التجارب، ووصل إلى الصواب بغيرتكلف،وعمل بالحزم من غيرتعنف.قال النبي ﷺ:**

**(( السعيد من وعظ بغيره )) . (۱) – (۲)**

(جس طرح بادشاہ وحاکم اپنے کام کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے) اسی طرح چاہیے کہ وہ دوسرے لوگوں کے کاموں کے بارے میں بھی غور وفکر کرے اور لوگوں کے نیک کام جو اس کو پسند آئیں ان کو اپنائے اور اس پر عمل کے ساتھ اپنے آپ کو آراستہ کرے اس لیے کہ نیک بخت انسان وہی ہے جو دوسرے لوگوں کے کاموں کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے اور ان کے برے اعمال سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور ان کے نیک کاموں کو اپناتا ہے۔اس صورت میں اس کو خوب فائدہ پہنچے گا اور تجربات کے خطرات سے بھی مامون رہے گا۔رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے:

(۱) مسلم ج۲ ص۳۳۳ ، كتاب القدر باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه .

(۲) تسهيل النظر ص۱۲۵ ، الفصل السادس عشر تصفح الاعمال ، اعتياد تصفح الأعمال.

نیک بخت انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

علامہ ابن ربیعؒ متوفی ۲۷۲ھ لکھتے ہیں:

**مِن أنواع تدبير الملك : ترك حسن الظن بأحدٍ ، كتمان السر وصونه ومعالجة مايخشى فوته . (۱)**

بادشاہ کی تدبیر کی اقسام میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کے بارے میں بھی حسن ظن نہ رکھے (یعنی محتاط رہے)۔ وہ رازوں کو محفوظ رکھنے والا ہو اور جس چیز کے فوت ہونے کا اس کو ڈر ہو اس کی خبر گیری کیا کرے۔

## حاکم کی تدبیر کا وقت:

ادارے کا سربراہ اور حاکم رات کو تدبیر امور کیا کرے گا اس لیے کہ رات کے وقت فکر مجتمع ہوتی ہے اور بات کی حقیقت پر اطمینان سے غور وفکر کیا جا سکتا ہے۔ امام ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**اتصفح في ليله أعمال نهاره فإن الليل أحضر للخاطر أجمع للذكر ليكون ما فعله موقوفا على استضاح الرأي فيه فإن كان صوابا أبرمه وأمضاه ، واقتفى أثره فيما جانسه وضاهاه،وإن كان قدمال فيه عن سنن الصواب،وزل نهج الاقتصاد بادر إلى استداراكه فيما أمكن،وانتهى عن مثله في المستقبل ليكون بالماضي معتبرا، و بالمستأنف خبرا. (۲)**

خلیفہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ رات کے وقت دِن کے کاموں کے بارے میں غور وفکر کرے۔ اس لیے کہ رات کو غور وفکر کے وقت دل ودماغ اچھی طرح کام کرتے ہیں اور بات

(۱) سلوک المالک في تدبير الممالک ص ۱۰۲ ، سياسة الملک وأنواعها.

(۲) تسهيل النظر ص ۱۲۴ ، الفصل السادس عشر تصفح الأعمال .

اچھی طرح ذہن میں آجاتی ہے اس صورت میں وہ جو کام کرے گا تو فکر اور رائے کے خوب واضح ہو جانے کے بعد کرے گا اور جب اس کی فکر ونظر میں اس کام کا کرنا صحیح ہو تو پھر فیصلہ کرے۔ یہی طریقہ کاران کاموں میں بھی اپنائے جوان کے مشابہ ہوں اور اگر اس جاری کام میں راہِ حق سے اس کا ہٹاؤ ہو اور میانہ روی اور اعتدال کے راستہ کو چھوڑا ہو تو جہاں تک ممکن ہو اپنی اصلاح کرے اور آئندہ کے لیے پھر اس عمل سے بچے۔

## کاموں کے احوال :

ادارے کے سربراہ اور حاکم سے جو امور صادر ہوتے ہیں وہ مختلف حالات رکھتے ہیں۔ امام ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**لیعلم أن ماصدر من أفعاله لایخلوا من ثلاثة أحوال : إما أن یکون قد اقتصد فیها، ووقف منها علی حدها، وهو العدل المقصود، والغرض المطلوب. أو یکون قد افرط فیها فزادت، أو قصر فیها فنقصت، وکلاهما خروج عن العدل، و میل عن القصد فلیعرف ذلک بسبره، وتصفحه، ولیمضه بعد العلم بصوابه . (۱)**

جاننا چاہیے کہ ادارے کے سربراہ اور حاکم سے جو امور صادر ہوتے ہیں ان کے تین احوال ہیں:

۱۔ یا تو وہ اس کام کو اعتدال اور مناسب طریقے سے کرے گا؛ یہ تو عدل ہے جو کہ مطلوب ہے۔

۲۔ یا اس میں افراط سے کام لے گا اور اس سے ان کاموں میں زیادتی آئے گی۔

۳۔ اور یا اس کام میں کمی کی ہوگی تو ان میں نقصان واقع ہوگا یہ آخری دونوں صورتیں (کمی وبیشی کی) عدل کے خلاف ہیں اور یہ غور وفکر کے ساتھ معلوم ہو سکتی ہیں۔ تو جب غور وفکر کے بعد

---

(۱) تسهیل النظر ص ۱۲۴، الفصل السادس عشر تصفح الأعمال .

حق معلوم ہو جائے تب وہ کام کرے۔

## (۳۵) دینی و دنیوی ترقی کا جذبہ رکھنا اور اس کی تعلیم دینا :

ادارے کا سربراہ قوم کو دینی و دنیوی ترقی کا جذبہ دینے والا ہوگا۔وہ قوم کو جس طرح ان کی دینی ترقی کا شوق دلائے گا اسی طرح وہ ان کو دنیوی ترقی کا شوق بھی دلائے گا اور حلال مال کمانے کا شوق دلائے گا۔یعنی ادارے کے افراد کو دنیوی ترقی کا جذبہ رکھنے کی بھی تلقین کرے گا۔حضور (ﷺ) نے مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے؛ اگر چہ اس کے لیے لمبی مسافت طے کرنی پڑے۔

## رسول اللہ (ﷺ) کی سنت :

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے:

**(( اطلبوا العلم و لو بالصين )).(۱)**

علم حاصل کرو اگر چہ چین جانا پڑے۔

اسی طرح پیغمبر (ﷺ) نے مسلمانوں کو تجارت اور زراعت کی بھی ترغیب دی ہے۔

**(( ما أكل أحد طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يده )) .( ۲)**

اس کھانے سے کبھی بھی کسی نے بہترین کھانا نہیں کھایا جسے اپنے ہاتھ سے کمایا ہو۔

اسی طرح نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے:

**(( لو كان في الجنة تجارة لأمرت بتجارة البز )). (۳)**

(۱) مسند الربيع ج ۱ ص ۲۹ رقم: ۱۸، عن أنس بن مالک ؓ ، کنز العُمّال ج ۱۰ ص ۱۳۸ رقم: ۲۸۶۹۷.

(۲) بخاري ج ۲ ص ۲۷۸ ، كتاب البيوع باب كسب الرجل وعمله بيده .

(۳) کنز العُمّال ج ۴ ص ۳۳ رقم: ۹۳۶۰ .

اگر جنت میں تجارت ہوتی تو میں لوگوں کو کپڑے کی تجارت کا حکم دیتا۔

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

**(( التمسوا الرزق في خبايا الأرض )). ( ۱ )**

تم روزی کو زمین کی گہرائی میں تلاش کرو۔ یعنی زراعت کی وساطت سے۔

## حضرت عمرؓ کا قول :

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے فرمایا :

**غداً سيكون لكم أبناء وحفدة .فما ذايغني عنكم هو الذي بأيديكم .( ۲ )**

عنقریب مستقبل میں تمہارے بیٹے اور پوتے ہوں گے تو یہ مال جو تمھارے پاس فی الحال موجود ہے، تمھاری ضروریات کو کیسے پورا کرے گا (یعنی ضروریات کے لیے مال جمع کیا کرو)۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے :

**تعلموا المهنة فإنه يوشک أن يحتاج أحدكم إلى مهنته. (۳)**

تم لوگ ہنرمندی سیکھو قریب ہے کہ تم میں سے ہر ایک آدمی ہنر کا محتاج ہو۔

## (۳۶) تواضع اور خاکساری اختیار کرنا :

تواضع اختیار کرنا عام مسلمانوں کے لیے عموماً اور امیر ونگران کے لیے خصوصاً بہت بنیادی صفت ہے۔

(۱) المعجم الأوسط ج۶ ص ۸۶، من اسمه موسیٰ رقم: ۸۰۹۷، مسند أبي يعلیٰ ج۷ ص ۳۴۷، کنز العُمّال ج۴ ص ۲۱ رقم: ۹۳۰۲.

(۲) ابن جوزي. مناقب أمير المؤمنين ص ۲۱۴، الباب الستون في ذكر كلامه في فنون .

(۳) ابن جوزي. مناقب أمير المؤمنين ص ۱۵۲، الباب الستون في ذكر كلامه في فنون .

## تواضع کی تعریف:

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں:

التواضع :رضی الإنسان بمنزلة دون مایستحقه ومنزلته. (۱)

تواضع یہ ہے کہ بلند مرتبے کا مستحق انسان، کم درجے پر راضی ہو جائے۔

## تواضع قرآن کی روشنی میں :

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ . (۲)

ترجمہ: اور لوگوں کے ساتھ (مشفقانہ) فروتنی سے پیش آیئے، جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ چلیں۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِيۡ الۡأَرۡضِ مَرَحاً ﴾ (۳)

ترجمہ: اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحۡمَنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُونَ عَلَى الۡأَرۡضِ هَوۡناً ﴾ (۴)

ترجمہ: اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

(۱) الذریعة إلی مکارم الشریعة ص ۱۵۲، الباب السابع التواضع والکبر .

(۲) سورة شعراء آیت : ۲۱۵ .

(۳) سورة لقمان آیت :۱۸.

(۴) سورة فرقان آیت :۶۳.

علامہ قادری نے لکھا ہے:

**كل مَن يلي أمور المؤمنين داخل في هذا الأمر.** (۱)

مسلمانوں کا ہر امیر اس حکم میں داخل ہے۔

## تواضع احادیث کی روشنی میں :

نبی کریم (ﷺ) کا فرمان ہے :

**(۱) التواضع لايزيد العبدَ إلاّ رفعةً فتواضعوا يرفعكم الله.** (۲)

تواضع کرنے سے انسان کا درجہ بلند ہوتا ہے پس تم تواضع اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمھارے درجات بلند کرے گا۔

اسی طرح حضور (ﷺ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

**(۲) ياعائشة (رضى الله عنها)! تواضعي فإن الله – عز وجل – يحبّ المتواضعين، و يبغض المتكبرين.** (۳)

اے عائشہ! تم تواضع کو اپناؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور تکبر کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

**(۳) ماتواضع أحدٌ لله إلاّ رفعه الله.** (۴)

جس شخص نے بھی نے صرف اللہ کے لیے تواضع اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند کرے گا۔

---

(۱) الكفاءة الإدارية ص۴۶.

(۲) كنز العُمّال ج۳ ص۱۱۰ رقم: ۵۷۱۹.

(۳) كنزالعُمّال ج۳ ص۱۱۳ رقم: ۵۷۳۴.

(۴) مسلم ج۲ ص۳۲۱، كتاب البر والصلة والآداب باب استحباب العفو والتواضع.

## تواضع خلفاے راشدینؓ کے تعامل میں:

خلفاے راشدینؓ کی سیرت میں پوری تواضع موجود تھی اور وہ کسی حال میں بھی تواضع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے بھیجے ہوئے خطوط بھی تواضع پر مشتمل ہوتے تھے۔ ان کے مکاتیب کے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں :

**(۱)هذاما كتب عبدالله أبي بكر خليفة محمدالنبي (صلى الله عليه وسلم) لأهل نجران.(۱)**

یہ خط اللہ کے بندے خلیفۂ رسول اللہ (ﷺ) ابوبکرؓ کی طرف سے اہل نجران کے لیے ہے۔

**(۲) هذا ما كتب عبدالله عمر أمير المؤمنين لأهل نجران .(۲)**

یہ خط اللہ کے بندے امیرالمؤمنین عمرؓ کی طرف سے ہے، نجران کے لوگوں کی طرف۔

**(۳) من عبدالله: عثمان أمير المؤمنين إلى الوليد ابن عقبة سلام عليك .(۳)**

یہ خط اللہ کے بندے امیرالمؤمنین عثمانؓ کی طرف سے ہے ولید بن عقبہ کی طرف، سلام ہو تم پر۔

**(۴) هذا كتاب من عبدالله عليّ أمير المؤمنين لأهل النجران. (۴)**

یہ خط اللہ کے بندے امیرالمؤمنین علیؓ کی طرف سے ہے۔ اہل نجران کی طرف۔

چاروں خلفاے راشدینؓ کے خطوط عاجزی کے ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں کہ 'یہ خط اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف سے ہے'۔

(۱) أبويوسف . كتاب الخراج ص ۱٦۰ ، قصة نجران وأهلها عهد أبي بكر صديقؓ.

(۲) أبويوسف . كتاب الخراج ص ۱٦۰ ، قصة نجران وأهلها عهد عمرؓ.

(۳) أبويوسف . كتاب الخراج ص ۱٦۰ ، قصة نجران وأهلها عهد عثمانؓ.

(۴) أبويوسف . كتاب الخراج ص ۱٦۲ ، قصة نجران وأهلها عهد عليؓ.

**کان عمرؓ ربما یأخذ بیدالصبي فیقول: ادع لي فإنک لم تذنب بعد. (۱)**

حضرت عمرؓ کبھی کبھار نابالغ بچے کو ہاتھ سے پکڑ کر اس سے دعا کرواتے اور اس سے فرماتے کہ تم نے ابھی تک کوئی گناہ نہیں کیا، اس لیے تیری دعا میرے حق میں قبول ہوسکتی ہے۔

(۵) حضرت زرؒ فرماتے ہیں:

**رأیت عمربن الخطاب یمشي إلی العیدحافیا. (۲)**

میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ برہنہ پا عیدگاہ کی طرف نماز کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔

(۶) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں:

**رأیتُ عثمان نائمافي المسجدفي لجفة لیس حوله أحدوهوأمیرالمؤمنین، وفي روایة : رأیتُ عثمان یقیل في المسجدویقوم وأثرالحصا في جنبه فیقول الناس:هذاأمیر المؤمنین . (۳)**

میں نے حضرت عثمانؓ کو مسجد کے ایک حصے میں سوتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے اردگرد کوئی نہیں تھا، حالانکہ آپ امیرالمؤمنین تھے۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ مسجد میں دوپہر کے وقت آرام فرمارہے تھے، جب بیدار ہوئے تو کنکریوں کے نشانات ان کے پہلوؤں پر پڑے ہوئے تھے اور لوگ کہہ رہے تھے کہ دیکھو! یہ امیر المؤمنین ہیں!!!

(۱) مناقب أمیرالمؤمنین ص ۲۱۰.

(۲) کنزالعمال ج۱۲ ص۶۵ رقم:۳۵۹۹۳.

(۳) ازالة الخفاء ج۲ ص ۲۲۵ ، مآثرسیدناعثمانؓ ،الدر المنثور ج۶ ص ۴۴۴، ابن کثیر . البدایة والنهایة ج۸ ص۵.

**أخبرني الهمداني أنه رأى عثمان بن عفانؓ وهوعلى بغلة وخَلفه عليهاغلامه نائل وهو خليفة.(۱)**

حضرت ہمدانیؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کوان کی خلافت کے زمانے میں دیکھا کہ وہ ایک خچر پرسوار تھے اوران کے پیچھے ان کا غلام نائل بھی سوار تھا۔

(۷) حضرت علیؓ کا معمول یہ تھا کہ:

**كان يمشي في الأسواق وحده وهو وال . (۲)**

آپؓ بازاروں میں اکیلے تشریف لے جاتے تھے حالانکہ آپ خلیفہ تھے۔

**كان فينا كأحدنايجيبناإذا سألناه ويؤ نيناإذا استأنيناه . (۳)**

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ ہم میں ایک عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ جب ہم ان سے پوچھتے تو جواب دیتے اور جب ہم انتظار کا مطالبہ کرتے تو انتظار فرماتے۔

## حُکّام کے لیے تواضع بہت ضروری صفت ہے :

حکام کے لیے تواضع نہایت ضروری صفت ہے۔

## حضرت مقدادؓ کا واقعہ:

**استعمل النبي ﷺ المقداد على سرية فلمارجع قال النبي ﷺ: كيف رأيت الإمارة ؟ قال: خرجت يا رسول اللهﷺ ! ومأأرى أن لي فضلاًعلى أحدمن القوم فمارجعتُ إلاّوكلهم عبيدلي.فقال رسول اللهﷺ:**

(۱) أبونعيم . حلية الأولياء ج ۱ ص ٦٠.

(۲) كنزالعمال ج۱۳ ص ۱۸۰ رقم: ۳٦۵۳۸.

(۳) إزالة الخفاء ج ۲ ص ۲٦٦، فضائل عليؓ.

**(( وکذلک الإمارۃ أبامعبد !)) (۱)**

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کو ایک سریے کا امیر مقرر فرمایا جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے امارت کو کیسا خیال کیا؟ تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں ایسے حال میں جہاد کے لیے چلا گیا کہ میں نے اپنی قوم پر اپنے آپ کو کوئی ترجیح نہیں دی اور جب میں واپس آیا تو مجاہدین اس حال میں تھے؛ جیسے کہ وہ میرے غلام ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امارت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد:

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہے:

**إذا أردتَ شریف الناس کلھم ☆ فانظر إلی ملک في زيّ مسکین**

**ذاک الذي حسنت في الناس فاقته ☆ وذاک تصلح للدنیاوللدین (۲)**

اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں میں سب سے شریف انسان کو دیکھو تو اس بادشاہ کو دیکھو جس نے مسکین کا روپ اپنایا ہو۔

پس یہ وہ انسان ہے کہ لوگوں میں اس کی شان بڑی ہے اور اس صفت کے ساتھ اس کے دین ودنیا کی اصلاح ودرستگی ہوتی ہے۔

## حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تعامل:

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کی زندگیوں میں عملاً تواضع موجود تھی جس کا ایک نمونہ مندرجہ ذیل اثر میں مذکور ہے، حضرت مالکؒ اپنے چچا سے اور وہ اپنے والد صاحب سے روایت

(۱) حلیة الأولیآء ج ۱ ص ۱۷۴ . مستدرک ج۳ ص ۳۴۹، ۴۵۰. حسن السلوک ص ۱۸۵ .

(۲) کنزالعُمّال ج۵ ص ۷۶۴ رقم: ۱۴۳۱۲ . موسوعة آثارالصحابة ج ۱ ص۲۷ رقم:۲۸ .

کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہے:

**إنه رأى عمر وعثمان إذا قدما من مكة ينزلان بالمعرس، فإذا ركبوا ليدخلوا المدينة لم يبق منهم أحد إلَّا أردف غلاما فدخلوا المدينة على ذلك،قال:وكان عمر وعثمان يردفهان،فقلتُ له: إرادة التواضع؟ قال: نعم والتماس حمل الراجل لئلا يكونوا كغيرهم من الملوك ، ثم ذكر ما أحدث الناس من أن يمشوا غلمانهم خلفهم ، وهم ركبان ويعيب ذلك عليهم .(١)**

انھوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ جب دونوں مکہ سے آتے تو معرس مقام پر سواری سے اتر جاتے اور جب مدینہ منورہ داخل ہونے کے لیے سواری پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے اپنے غلاموں کو ساتھ سوار کرتے اور اسی حالت میں مدینہ منورہ داخل ہوتے ، میں نے پوچھا کہ یہ لوگ تواضع کی وجہ سے ایسا کرتے ؟ انھوں نے کہا جی ہاں! تاکہ وہ دوسرے بادشاہوں کی طرح نہ بنیں، پھر انھوں نے لوگوں کا تعامل بیان کیا کہ لوگ سواری پر اپنے پیچھے غلام سوار کرنے کو عیب سمجھتے ہیں۔

## امام ابویوسفؒ کا ارشاد:

امام ابو یوسفؒ (متوفی ۱۸۲ھ) نے لکھا ہے:

**كان يقال:مَن أحسن الله صورتَه،وجعله في منصب صالح ، ثم تواضع ، كان ممن خالص الله تعالى (٢)**

پہلے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ وہ شخص جسے اللہ تعالی نے خوبصورت شکل عطا فرمائی ہو اور پھر اُسے ایک اچھے عُہدے پر فائز کردے اور وہ تواضع اختیار کرے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا

---

(١) كنز العمال ج٢ ص٣٤٣ ١ رقم: ٨٥١٠.

(٢) كتاب الخراج ص ٢٣٦، فصل في تقبيل السواد وغير السواد واختيار الولاة لهم و...،.

جن کی تواضع خالص اللہ تعالی کی رضا کے لیے سمجھی جاتی ہے۔

## تواضع کی اقسام اور درجات:

تواضع کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ جو اچھی ہے دوسری وہ جو بُری ہے۔ علامہ ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں:

**التواضع تواضعان: أحدهما محمود، والآخر مذموم. فالتواضع المحمود: ترک التطاول علی عباد الله والازدراء بهم. والتواضع المذموم هو تواضع المرء لذي الدنيا رغبةً في دنياه. فالعاقل يلزم مفارقة التواضع المذموم على الأحوال كلها، ولا يفارق التواضع المحمود على الجهات كلها.**

تواضع دو قسم کی ہے: ایک قسم اچھی اور دوسری قسم بری۔ اول قسم کی تواضع کا مطلب ہے اللہ تعالی کی مخلوق پر ظلم نہ کرنا اور ان کو کمتر نہ سمجھنا ہے اور تواضع کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کسی دنیادار شخص کی دنیا پروری کی وجہ سے اس کے سامنے تواضع کرے۔ عقلمند انسان تواضع کی اول قسم کو اختیار کرتا ہے اور دوسری قسم کی تواضع سے ہر حال میں خود کو بچاتا ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حبانؒ لکھتے ہیں:

**التواضع لله على ضربين: أحدهما: تواضع العبد لربه عندما يأتي من الطاعات غير معجب بفعله ولا راءٍ له عنده حالة توجب له أسباب الولاية، إلاّ أن يكون المولى جل وعلى هو الذي يتفضل عليه بذلک، وهذا التواضع هو السبب الدافع لنفس العجب عن الطاعات.**

اللہ کے لیے تواضع دو قسم پر ہے: ایک وہ جو مسلمان عبادت کے وقت کرتا ہے؛ تا کہ اپنے عمل پر بڑائی نہ کرے اور نہ ریا و دکھلاوا کرے اور اس شخص کی ایسی حالت ہے جو موجبِ اسبابِ ولایت ہے اور یہ اللہ تعالی کی مہربانی سے عطا ہوتی ہے۔ اور تواضع کی یہی قسم عبادات میں عجب اور

بڑائی کے دور کرنے کا سبب ہے۔

**والتواضع الآخر: هو ازدراء المرء نفسه، واستحقاره إياها، عند ذكر ما قارف من المآثم حتى لا يرى أحداً من العالَم إلاّ ويرى نفسه دونه في الطاعات، وفوقه في الجنايات.** (۱)

اور دوسری قسم کی تواضع یہ ہے کہ انسان کو جب بھی اپنے گناہ یاد آجائیں تو اپنے نفس کو بہت ملامت کرے؛ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان اپنے آپ کو عبادت میں کم اور گناہ میں زیادہ سمجھنے لگے۔

## تواضع اور ذلت کے درمیان فرق:

علامہ زبیدیؒ (متوفی ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں: تواضع اور ذلت میں یہ فرق ہے کہ تواضع خدا کی ذات وصفات کی معرفت، اُس کے جلال وجبروت اور محبت کے علم اور اپنے نفس کے عیوب ونقائص کے علم سے پیدا ہوتی ہے جو درحقیقت اللہ تعالی کی بارگاہ میں انکسارِ قلب اور مخلوق کے حق میں رحم اور نیاز مندی کے ساتھ جُھک جانے کا نام ہے۔

اور جو پستی اور اہانت نفس کی خاطر، خودداری اور عزتِ نفس کو مٹا کر اختیار کی جاتی ہے اُس کا نام ذلت ہے۔ پہلی صفت فاضِلہ ہے اور دوسری رذیلہ ہے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

**(( طوبیٰ لمن تواضع في غير مَنْقَصَة .** (۳)

(۱) روضة العقلاء ص ۹۲/ ۹۳ ، ذكر الحث على لزوم التواضع ، ومجانبة الكبر.

~~(۲) اتحاف السادة المتقين شرح احياء علوم الدين ج۸ ص~~ ۲۵۰ .

(۳) الترغيب والترهيب ج۳ ص ۱۴۱ رقم: ۳۴۱۷ ، الترغيب فى الشفقة على خلق اللّٰه تعالىٰ من الرعية والأولاد .

کہ اس شخص کے لیے بشارت ہے جو کمی اور عیب کے بغیر تواضع کا اختیار کرے۔

## اپنے منصب کا ذکر کرنا تواضع کے خلاف نہیں :

کسی کا اپنے منصب اور وظیفے کو ذکر کرنا تواضع کے خلاف نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سنت اور خلفاے راشدینؓ کے آثار اس پر دلالت کرتے ہیں۔

## رسول اللہ (ﷺ) کی سنت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: جب مقامِ روحا میں حضور ﷺ سوار مسلمانوں سے ملے تو آپ ﷺ نے اُن سے پُوچھا:

منَ القوم ؟ آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا:

المسلمون! ہم مسلمان ہیں۔

پھر اُنہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

رسول اللّٰہ . (۱) میں اللہ تعالی کا پیغمبر ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

(( أناسيد ولد آدم يوم القيمة ولا فخر )) . (۲)

قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا لیکن میں اس کو فخر کی وجہ سے نہیں کہتا۔

کبھی منصب کے ذکر کرنے سے غرض معرفت اور پہچان ہوتی ہے، کبھی اجتماعی مصالح اور

---

(۱) مسلم ج۳ ص ۱۴۳۱، کتاب الحج باب صحة حج الصبي وأجر ... ،رياض الصالحين ص ۹۱ ، باب في التعاون على البر والتقوى.

(۲) ترمذي ج۲ ص ۱۴۷، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله باب ومن سورة بني اسرائيل ، باب فضل النبي ﷺ ، سنن دارمي ج ۱ ص ۱۴۱ ، باب ما اعطىٰ من النبى ﷺ.

کبھی منصب کا ذکر تحدیثِ نعمت کے طور پر ہوتا ہے یہ تمام صورتیں جائز ہیں اور تواضع کے خلاف نہیں۔

ملاعلی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں :

**فيه وجهان : أحدهما : إمتثالا لأمر الله تعالى: ﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ (۱)**

**وثانيهما: أنه من البيان الذي يجب عليه تبليغه إلى أمته ليعرفوه ،ويعقدوه ،ويعملو بمقتضاه في توقيره .**

**قال الراغبؒ: وقديحسن مدح الإنسان نفسه عندتنبيه المخاطب على ماخفى عليه من حاله. (۲)**

نبی کریم (ﷺ) کے اس فرمان کی دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجاآوری ہے:

ترجمہ: اللہ تعالی کی نعمتوں کو بیان کرو۔

دوسری یہ کہ یہ وہ بیان ہے جس کے ذریعے رسول اللہ (ﷺ) کی اُمت تک دین پہنچانا لازم ہے۔کہ لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی شان ومنزلت کو پہچان لیں اوران پر ایمان لے آئیں اور حضور (ﷺ) کی تعظیم کرنے میں ان کے مقتضی پر عمل کریں۔

امام راغبؒ (متوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں :

کبھی کبھی انسان کے لیے اپنی مدح وتعریف بیان کرنا اچھا ہوتا ہے؛ تاکہ مخاطب پر اپنی مخفی حالت کو واضح کردے۔

---

(۱) سورۃ ضحیٰ آیت : ۱۱.

(۲) مرقات ج۱۰ ص۳۰، کتاب الفضائل رقم: ۵۷۶۱.

## حضرت عمرؓ کا قول:

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے :

**أنتم المؤمنون وأنا أميركم . (۱)**

تم لوگ مؤمن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔

## حکام میں تواضع کے فائدے :

تواضع کے بہت سے فائدے ہیں۔علامہ قادری لکھتے ہیں :

**الأول:أن ولي الأمر الذي أصبح مسؤولا عن الأمة قد تأخذه العزة بالإثم.غيررسول الله (صلى الله عليه وسلم) فيتعالى على الناس.بخلاف مَن ليس له ولاية فإنه لايوجدلتعاليه على الناس الداعي الموجود عند ولي الأمر.**

تکبر کے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ سربراہ جس کو رعیت کا ذمہ دار ونگران بنایا گیا ہے کبھی کبھی اس کو ناجائز غیرت آتی ہے (سوائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ صفت نہیں تھی) اورلوگوں پر تکبر اور بڑائی جتاتا ہے؛ بخلاف اس شخص کے جس کا کوئی منصب اور وظیفہ نہ ہو کیوں کہ وہ لوگوں کے ساتھ تکبر کرنے میں کوئی باعث نہیں دیکھتا ؛ جیسا کہ سربراہ پر باعث ہوتا ہے۔

**الثاني: أن تواضع وليّ الأمر لرعيته مجلب لمحبتهم له ، و التفافهم حوله ، وطاعتهم إياه ،وإذا حصل ذلک عمّ الود والاطمينان،واستتب الأمن في البلاد. (۲)**

(۱) تاريخ طبري ج۴ص۲۰۸،تسمية عمرأميرالمؤمنين. مناقب أميرالمؤمنين ص۶۷،باب: ۲۹ ، في ذكراجتماعهم على تسميته ...،.

(۲) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص۴۶، المبحث الثاني التواضع.

دوسری بات یہ ہے کہ حاکم کا اپنی رعیت کے ساتھ تواضع کرنا حاکم کے ساتھ رعیت کی محبت، رعیت کے اس کے گرد جمع ہونے اور ان کی اطاعت کو کھینچتی ہے اور انھی باتوں کی بدولت محبت اور اطمینان عام ہوجاتا ہیں اور ملک میں امن قائم ہوجاتا ہے۔

## دیگر فوائد:

تواضع کے کچھ فوائد علامہ ملوحی نے بھی ذکر فرمائے ہیں:

**۱۔ التواضع خلق كريم من أخلاق المؤمن ،ودليل محبة رب العالمين .**

تواضع مؤمن کی خصلتوں میں سے ایک اچھی خصلت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی نشانی ہے۔

**۲۔ هو طريق موصل إلى مرضاة الله وإلى جنته .**

اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی طرف پہنچانے والا راستہ ہے۔

**۳۔ هو السبيل إلى قرب من الله ،ومن ثم القرب من الناس .**

تواضع اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا ذریعہ ہے اور اسی سے لوگوں کا قرب بھی نصیب ہوتا ہے۔

**۴۔ التواضع عنوان سعادة العبد في الدارين .**

تواضع دونوں جہانوں میں سعادت کی علامت ہے۔

**۵۔ يحب الله المتواضعين ،ويكلؤهم برعايته ،ويحيطهم بعنايته .**

اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور اپنی نگرانی سے ان کی حفاظت فرماتا ہے۔اور اپنی مہربانی سے ان کو بچاتا ہے۔

**۶۔ المتواضعون آمنون من عذاب الله يوم الفزع الأكبر .**

---

تواضع کرنے والا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں رہے گا۔

**۷۔ هو دليل على حسن الخاتمة ،وعلى حسن الخلق .**

تواضع خوش خلقی اور بہتر خاتمے کی دلیل ہے۔

**۸۔ التواضع يؤدي إلى حصول النصر ،والبركة في المال والعمر . (۱)**

تواضع اللہ تعالیٰ کی مدد، مال اور عمر میں برکت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

## (۳۷) ذاتی کام خود کرنا:

ادارے کا ذمہ دار اور حاکم اپنا کام خود کرے۔ اور یہ آنحضرت (ﷺ)، صحابۂ کرامؓ، تابعین اور سلفِ صالحینؒ کی سنت ہے۔ امام بخاریؒ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''**باب شرى الإمام الحوائج بنفسه**'' امام اور حاکم اپنی حاجت کی چیزیں خود لیں۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

**اشترىٰ النبي(ﷺ) جملاً مِن عمر ،واشترىٰ ابن عمر بنفسه،وقال عبدالرحمن بن أبي بكر: جاء مشركٌ بغنمٍ فاشترىٰ النبي ( ﷺ ) مِنه شاةً، واشترىٰ مِن جابرٍ بعيرا. (۲)**

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اونٹ خود خریدا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی خود خریدا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مشرک بکریاں لے آیا اور رسول اللہ (ﷺ) نے اس سے ایک بکری خریدی اسی طرح حضرت جابرؓ سے بھی اونٹ خریدا۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

**اشترىٰ رسول الله مِن يهوديّ طعاماً بنسية ورهنه درعه (۳)**

رسول اللہ ﷺ نے یہودی سے خود اُدھار گندم خریدی اور اپنی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

(۱) نضرة النعيم ج۴ ص ۱۲۶۸ .

~~(۲) بخاري ج۱ ص ۲۸۱ ، كتاب البيوع باب شرىٰ الإمام الحوائج بنفسه .~~

(۳) بخاري ج۱ ص ۲۸۱ ، كتاب البيوع باب شرى الإمام الحوائج بنفسه .

علامہ عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

**فائدتها: بيان جواز مباشرة الكبير و الشريف والحاكم شرى الحوائج بأنفسهم وإن كانَ لهم مَن يكفيهم لإظهار التواضع والاقتداء بالنبي (ﷺ) وبمن بعده من الصحابة والتابعين والصالحين . (١)**

اس کا فائدہ یہ ہے کہ کسی بڑے امیر، شریف اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ اپنی ضرورت کی چیزیں خود خرید لیا کرے، اگر چہ اس کے پاس ایسے آدمی ہوں جو اس کا یہ کام کریں؛ اور یہ کام تواضع کے اظہار اور نبی کریم ﷺ، صحابۂ کرام، تابعین اور سلف صالحین کی اقتدا کی خاطر کرے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا:

**فلما انصرفنا تناولت السراويل من رسول الله ﷺ لأحملها عنه فمنعني وقال: ((صاحب الشيء أحق بحمله إلَّا أن يكون ضعيفاًيعجز عنه فيعينه عليه أخوه المسلم)) (٢)**

جب ہم واپس ہونے لگے تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ زائد شلوار جوان کے پاس تھی، لے لی تا کہ ان کے ساتھ لے جاؤں تو آپ ﷺ نے مجھے منع کر دیا اور وہ شلوار مجھے نہیں دی اور فرمایا: ہر شخص اپنا سامان خود لے کر جائے گا مگر جو شخص ضعیف اور کمزور ہو اور اپنا سامان لے جانے سے عاجز ہو، تو دوسرا مسلمان بھائی اس کی مدد کرے۔

## حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

اسی طرح حضرت علیؓ نے کھجور خریدی اور چادر میں باندھ لی، اور خود گھر لے جا رہے تھے۔

---

(١) حاشيه ج ا ص ٢٨١، كتاب البيوع باب شرى الإمام الحوائج بنفسه .

(٢) بيهقي. شعب الإيمان ج۵ص ١٧٣ ،فصل فيما كان يلبسه رسول الله ﷺ من الثبات وما كان يختار ... ، رقم : ٦٢٤٤.

ایک شخص نے عرض کیا: یہ ہم آپ کے ساتھ لے جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا:

**أبو العيال أحق بحمله** (۱) کہ اہل وعیال کے مالک اس کے لے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

## (۳۸) معزز لوگوں کی قدر کرنا:

ادارے کا افسر وحاکم قوم کے معزز لوگوں کا ادب واحترام ضروری سمجھے۔

رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے:

**((إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه)).** (۲)

جب تمھارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آجائے تو تم اس کی قدر کرو۔

## حضرت عمرؓ کا ارشاد:

حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

**أما بعد! أنه لم يزل للناس وجوه يذكرون بحوائج الناس، فاكرم وجوه الناس قبلك.** (۳)

حمد وثنا، صلوۃ وسلام کے بعد یقیناً لوگوں کے لیے سرپرست ہوتے ہیں جو تم سے لوگوں کے مسائل وحوائج اور ضروریات بیان کریں گے تو تم ان بڑوں کی قدر واحترام اور عزت کرو۔

**فأرسل سعيد إلى وجوه الناس مِن أهل الأيام والقادسية، فقال: أنتم وجوه من ورائكم، والوجه ينبئ عن الجسد فابلغونا حاجة ذي الحاجة وخلة ذي الخلة** (۴)

---

(۱) كنزالعمال ج۱۳ ص ۱۸۰ رقم: ۳۶۵۳۷.

(۲) ابن ماجه ج۲ ص ۱۲۲۲ رقم: ۳۷۱۲ ،بيهقي ج۸ ص ۱۶۸ رقم: ۱۶۴۶۳ ،باب ماعلى السلطان من اكرام وجوه الناس.

(۳) كنزالعمال ج۵ ص ۷۶۷ ،ابن جوزي . مناقب أمير المؤمنين ص ۱۵۱ .

(۴) تاريخ طبري ج۴ ص ۲۷۹ ، ذكر السبب في عزل عثمان الوليد عن الكوفة وتوليته سعيداً...،.

سعیدؓ نے اہل قادسیہ کے سرداروں کو بلوایا اوران سے فرمایا: کہ تم اپنے پیچھے لوگوں کے سردار ہواور چہرہ اپنے بدن کے بارے میں خبر دیتا ہے تو تم ہمیں حاجتمند لوگوں کی حوائج پہنچایا کرو۔

حضرت عمرؓ نے اپنی آخری وصیت میں آنے والے خلیفہ کو اس طرح وصیت کی ہے:

**اجللتَ كبيرهم ، ورحمتَ صغيرهم ، وقربتَ عالمهم . (۱)**

بڑوں کا احترام کرو، چھوٹوں پر رحم کرو، اور علماء کے ساتھ قریبی تعلق رکھو۔

## حضرت علیؓ کا تعامل:

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ کا معمول تھا:

**يعظم أهل الدين،ويقربُ المساكين لايطمع القويّ في باطله،ولاييئس الضعيف مِن عدله . (۲)**

دیندار لوگوں کی قدر کرتے اور مساکین کو اپنے قریب لاتے،کوئی قوی شخص بھی اپنی غلط کام کی طمع نہیں رکھ سکتا تھا اور نہ ضعیف انسان ان کے عدل سے ناامید ہوسکتے تھے۔

**إن زيد بن ثابتؓ ركب يوماً،فأخذ ابن عباسؓ بركابه،فقال:تنح يا ابن عم رسول اللهﷺ فقال : هكذا أمرنا أن نفعل بعلمائناوكبرائنا،فقال زيد:أرني يدک ، فأخرج يده فقبلها فقال : هكذا أمرنا أن نفعل بأهل بيت نبينا.(۳)**

ایک دن حضرت زید بن ثابتؓ گھوڑے پر سوار ہوئے،حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کے گھوڑے کے رکاب کو پکڑا،آپ نے فرمایا: اے رسول اللہ (ﷺ) کے عم زاد! ہٹیے،ابن عباسؓ نے جواب دیا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے علماء اور بڑوں سے اس طرح پیش آئیں حضرت زیدؓ

---

(۱) شاه ولي الله . ازالة الخفاء ج۲ص ۱۹۱ ، كلمات سيدناعمرؓ.

(۲) إزالة الخفاء ج۲ص ۲۶۶ ، فضائل عليؓ.

(۳) كنزالعمال ج۷ ص ۳۷رقم:۳۷۰۶۱،الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ج۱ ص ۱۸۸.

نے کہا: مجھے اپنے ہاتھ دکھائیں۔آپ نے جب ہاتھ دکھائے تو حضرت زید نے انھیں چوما اور فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے اہل سے اس طرح پیش آئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت زید بن ثابت کی سواری کی لگام کو پکڑی اور فرمایا:

**قال : إنا أمرنا أن نأخذ بركاب معلمينا وذوي أسناننا .(۱)**

ہمیں یہ حکم کیا گیا ہے ہم اپنے استاتذہ اور بڑوں کی سواری کی لگام پکڑیں اوران کا احترام کریں اوراسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ تعامل حضرت ابی بن کعب سے بھی کیا اور فرمایا:

**إنه ينبغي للحبر أن يعظم ويشرف .(۲)**

عالم کے لیے مناسب ہے کہ اس کی تعظیم اور احترام کی جائے۔

## (۳۹) مجاہداوراس کے گھرانے کا خیال رکھنا:

ادارے کا افسر بذات خود مجاہدین اوران کے گھرانوں کا خیال اچھے طریقے سے رکھے۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

۱۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں لوگوں کو عطیات ان کی موجودگی میں تقسیم کیے جاتے تھے۔ایک مرتبہ اچانک دیکھا کہ ایک آدمی کے چہرے پر زخم کا اثر ہے۔آپؓ نے اُس سے اس زخم کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ ایک غزوہ میں مجھے یہ زخم ہوا ہے۔حضرت عمرؓ نے چار مرتبہ ہزار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔چار ہزار درہم اس کو دیے گیے۔وہ زخمی حیا کی وجہ سے باہر نکلا، حضرت عمرؓ نے پوچھا، تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ زیادہ دینے کی وجہ سے حیا سے چلا گیا۔

---

(۱) كنز العمال ج۷ ص۳۸ رقم: ۳۷۰۶۲.

(۲) خطيب . الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ج ۱ ص ۱۸۸.

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر یہ ٹھہرا جگہ رہتا تو اس وقت تک دیتا رہتا جب تک ایک د رہم بھی باقی رہتا۔اس کا چہرہ اللہ کی راہ میں زخمی ہوا ہے۔ (۱)

۲۔ حضرت عمرؓ مجاہدین کے گھرانوں کا بہت خیال رکھتے۔حضرت عمرؓ کے سامنے بازار میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے امیر المؤمنین! میرا شوہر مر گیا ہے اور اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ دیے ہیں۔ہم زندگی کے گذر بسر کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتے، اس لیے میں ڈرتی ہوں کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں، اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں جو حضور (ﷺ) کے ساتھ حدیبیہ میں شریک تھے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا:

مرحباًبنسبٍ قريب . قریبی تعلق والے کو خوش آمدید۔

گھر تشریف لائے اور گھر میں جو سب سے زیادہ مضبوط اور قوی اونٹ تھا۔اس پر دو بوری غلہ اور درمیان میں مزید نفقہ، کپڑے ڈال دیے اور عورت کو اونٹ کی رسی ہاتھ میں تھما دی اور فرمایا:

" اقتاديه فلن يفنى حتى يأتيكم الله بخير" . (۲).

یہ لے جاؤ اور یہ غلّہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں مزید دے گا۔

## (۴۰) سیاست اور رعب رکھنا:

ادارے کے سربراہ کو صاحب سیاست و صاحب رعب ہونا چاہیے اور زیادہ ہنسی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ رُعب کو مٹاتا ہے۔

## حکام کے لیے سیاست اور رعب کی ضرورت:

ادارے کے سربراہ اور حاکم کا ایک کام امن قائم کرنا ہے اور یہ اس وقت قائم ہوسکتا ہے

(۱) مناقب عمر ص ۸۳، الباب الثالث والثلاثون في ذكر اهتمامه برعيته وملاحظته لهم .

(۲) بخاري ج۲ ص ۵۹۹، كتاب المغازي باب غزوة الحديبية .

جب کہ وہ سیاست ورعب کا مالک ہو۔امام غزالیؒ نے اس بارے میں فرمایا ہے :

**الأمن إنما یکون من سیاسة السلطان ،فیجب علی السلطان أن یعمل بالسیاسة ،وأن یکونَ مع السیاسة عادلاً؛لأن السلطان خلیفة اللّٰه ،ویجب أن تکون هیبته بحیث إذا رأته الرعیة خافوا ولو کانوا بعیداً. (۱)**

امن بادشاہ کی سیاست سے قائم ہوتا ہے لہذا بادشاہ کے لیے سیاست کے تحت عمل کرنا ضروری ہے اوراس کے ساتھ عادل بھی ہو کیوں کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور واجب ہے کہ بادشاہ اور حاکم میں ایسی ہیبت ورعب ہو جس کو دیکھ کر رعایا پر رعب طاری ہو جائے اگر چہ وہ بادشاہ سے دور بھی رہتے ہوں۔

## دورِحاضر کے حُکّام کے لیے پوری سیاست ورعب کی ضرورت ہے :

اس شر القرون کے زمانے میں چونکہ لوگوں میں عموماً فساد کی کثرت ہے اور زیادہ تر لوگ خواص اور اپنے حکام کی عزت وقدر دانی نہیں کرتے ،تو اگر بادشاہِ وقت رعب وسیاست نہ رکھتا ہو تو یہ ملک کی تباہی اور دینی ودنیوی امور میں بڑے نقصان کا سبب بنتا ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے :

**سلطان هذا الزمان ینبغي أن یکون له أوفی سیاسة وأتم هیبة ؛لأن أناس هذا الزمان لیسوا کالمتقدمین فإن زمانناهذازمان ذوي الوقاحة والسفهاء ، وأهل القسوة والشحناء ،وإذاکان السلطان منهم ضعیفاً،أوکان غیرذي سیاسة وهیبة،فلاشک أن ذلک یکون سبب خراب البلاد ،وأن الخلل یعودإلی الدین**

(۱) التبرالمسبوک ص٦٧ ، الباب الأول في ذکرالعدل والسیاسة وذکرالملوک وسیرهم .

**والدنیا. (۱)**

اس زمانے کے بادشاہ کے لیے خصوصاً سیاست اور ہیبت میں کمال پیدا کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ اس زمانے کے لوگ گزشتہ زمانے کے لوگوں جیسے نہیں ہیں کیوں کہ یہ بے حیاؤں، بے وقوفوں، سنگدلوں اور بخیلوں کا زمانہ ہے۔ تو جب حاکمِ وقت ضعیف یا بے رعب وسیاست ہو تو بے شک یہ وطن کی بربادی اور دین ودنیا کے نقصان کا سبب بنتا ہے۔

## حضرت عمرؓ کا قول :

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے :

**لأنزعن فلاناً عن القضاء ،ولأستعملن على القضاء رجلاً إذا رآه الفاجر فَرِقه. (۲)**

میں ضرور فلاں شخص کو قضا سے معزول کروں گا اور اس کی جگہ دوسرا ایسا شخص قضاء کے لیے منتخب کروں گا کہ جسے کوئی برا شخص دیکھ لے تو دہشت زدہ ہو جائے۔

## حضرت علیؓ کا قول:

حضرت علیؓ نے اپنے ایک حاکم سے فرمایا:

**إیاک أن یروا منک ضعفا . (۳)**

اور تم بچو اس بات سے کہ تمھاری رعیت تم میں کوئی کمزوری محسوس کرے۔

(۱) التبر المسبوک ص ۲۷، الباب الأول في ذكر العدل والسیاسة وذكر الملوک وسیرهم .

(۲) کنز العُمّال ج۵ ص ۸۱۲ رقم: ۱۴۴۵۵ .

(۳) امام أبویوسف . کتاب الخراج ص ۵۲، أبویوسف یوصی الخلیفة .

## علامہ منصور ثعالبیؒ کا قول:

علامہ منصور ثعالبیؒ (متوفی ۴۲۹ھ) نے لکھا ہے :

**ینبغي للملک أن لایخلو بابه و دهلیزهٗ وماحوالي داره من حراس بالأسلحة الشاکة یتناوبون حراسته لیلاً ونهاراً. (۱)**

بادشاہ کے لیے مناسب ہے کہ اس کے دروازے، صحن اور رہائش گاہ پر ایسے محافظ موجود ہوں جن کے پاس بارعب اسلحہ ہو اور اس کی حفاظت نمبر وار طریقے پر دن رات کریں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے :

**خیر الملوک مَن أشرب قلوبَ رعیته محبته کماأشعرهاهیبته،ولن ینال ذلک منهاحتی یکون عاملاً بخمس خصال:إکرام شریفها ورحمة ضعیفها،وإغاثة لهیفهاوکف عدوان عادیها،وتأمین السبل لرائحها، وغادیهاومتی أعدم الرعیةُ شیئاًمِن ذلک فقد أحقدها بقدر ما أفقدها. (۲)**

بہترین حاکم وہ ہے جو اپنی رعیت کے دلوں میں اپنی محبت بٹھا دے جیسا کہ ان کے دلوں میں اپنا رعب جماتا ہے اور یہ مقصد تب حاصل ہوسکتا ہے جب وہ پانچ باتوں پر عمل کرے۔

۱۔شریف لوگوں کی تعظیم کرنا۔۲۔ضعیف لوگوں پر شفقت کرنا۔۳۔مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی کرنا۔۴۔ظالم کی زیادتی کو روکنا۔۵۔شاہراہوں کو اس پر سفر کرنے والے کے لیے امن والا بنانا۔اگر حاکم ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات بھی چھوڑ دے تو اس کی مناسبت سے رعیت اس کی دشمن اور مخالف بن جائے گی۔

(۱) آداب الملوک ص۲۰۵، فصل ضروب عن الحزم والاختیاریستعملها الملک .

(۲) المنهج المسلوک في سیاسة الملوک ص۳۰۸، الوصف الثامن الرأفة.

## (۴۱) استقامت اور اچھے اخلاق پر کار بند رہنا :

سربراہ کے لیے مضبوط استقامت ضروری ہے اور چاہیے کہ اچھے اخلاق کو ہاتھ سے جانے نہ دے

### حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول :

اس سے قبل لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے تحت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس میں ان کا یہ قول بھی منقول ہے کہ :

**وإني لأرجو أن لايغيرني مادخلتُ فيه عن خُلق كنتُ عليه.** (۱)

اور میں امید رکھتا ہوں کہ خلافت میرے سابقہ اخلاق میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے گی۔

### حضرت عمرؓ کا قول:

حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یوں فرمایا:

**لن يغير الذي وليتُ من خلافتكم من خُلقي شيئاً إن شاء الله ، وإنما العظمة لله عزوجل، وليس للعباد منها شيء .** (۲)

وہ خلافت جو مجھے سپرد کی گئی ہے ہرگز میرے اخلاق میں تبدیلی نہ لا سکے گی۔ عظمت اور بڑائی فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور بندوں کے لیے اس عظمت میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔

### حضرت احنف بن قیسؓ کا واقعہ:

حضرت معاویہؓ نے حضرت زیادؓ کو لکھا:

**انظر رجلاً يصلح لثغر الهند فوله . فكتب إليه زياد : أن الأحنف قد بلغ من**

(۱) كنز العُمّال ج۵ ص ۶۱۰ رقم: ۱۴۰۷۷ .

(۲) تاريخ طبري ج۴ ص ۲۱۵ ،ذكر بعض خطبهؓ حوادث سنة ۲۳ .

**الشرف والحلم والسودد مالا تنفعه الولاية ، ولايضره العزل . (۱)**

آپ ایسے شخص کو تلاش کریں کہ وہ سرحد ہند کے لیے کمانڈر کی حیثیت سے زیادہ موزوں ہواور اسکو اس منصب پر فائز کردیں۔حضرت زیادؓ نے لکھا کہ حضرت احنف بن قیسؒ شرافت، حلم اور رہنمائی میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ منصب اور قدرت اس کے لیے فائدہ اور عزل اس کے لیے کوئی نقصان دِہ نہیں۔(وہ ہر حال میں مکمل استقامت کا مالک ہے)۔

## امام قلعیؒ کا قول:

امام قلعیؒ (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

**من عمل عملاً فتاه فيه أخبرأن قدره دونه ومَن تواضع فيه دل على أن قدره فوقه.سكر السلطان أشد من سكر الشراب .**

جس نے ایسا کام کیا جس میں خودسری اختیار کی ،تو اس نے ثابت کیا کہ اس کا مرتبہ اس کے منصب سے کم ہے۔اور جس نے اپنے عمل میں تواضع اختیار کی، اس نے ثابت کیا کہ اس کا مرتبہ اس کے منصب سے بڑا ہے۔بادشاہت کا نشہ شراب سے تیز تر ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے ............ ؎

**۱. قل لنصرو الناس في زمن السلطان ☆ أعمى مادام يدعى أميراً**

**۲ . فإن زالت الولاية عنه ☆ واستوى بالرجال عاد بصيراً**

**۳. إذا عزل المرء واصُلتُهُ ☆ وعند الولاية استكبر**

**۴.لأن المولى له نخوة ☆ ونفسي على الذل لاتصبر (۲)**

۱۔ نصر سے کہہ دو کہ لوگ عام طور پر اپنے زمانۂ حکومت میں اندھے ہوتے ہیں۔

(۱) ابن قتيبه . عيون الأخبار ص ۱۶۲ .

(۲) قلعي . تهذيب الرياسة ص ۱۴۵/۱۴۷ ، باب في ذكر الولاية والعمل .

(یعنی شریف اور رذیل میں فرق نہیں کرتے) جب تک اس کو امیر اور حاکم کہا جاتا ہے۔

۲۔ اگر منصب سے ہٹایا جائے تو دوسرے عام لوگوں کی طرح دوبارہ بینا ہوجاتے ہیں۔

۳۔ جب انسان کا تعلق منصب سے ختم ہوجاتا ہے اور منصب کی حالت میں تکبر کرتا تھا۔

۴۔ اس لیے کہ صاحب منصب کے پاس بڑائی اور عظمت ہوتی ہے اور میر انفس ذلت پر صبر نہیں کرسکتا۔ رہی یہ بات کہ انسان کن اسباب کی وجہ سے اخلاق کھودیتا ہے، تو اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

## بداخلاقی کے اسباب:

بعض دفعہ انسان کے نیک اخلاق بُرے اخلاق میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور یہ چند عارضی اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان میں نرمی کے بجائے سختی پیدا ہوجاتی ہے، اُن میں سے عارضی اسباب درج ذیل ہیں:

### (۱) قدرت اور منصب:

کبھی انسان منصب کی وجہ سے بدل جاتا ہے، اپنوں کو بیگانہ لگتا ہے طبیعت میں بُخل پیدا ہوجاتا ہے اور حوصلے میں تنگی پیدا ہوجاتی ہے اور جو کوئی اپنے منصب پر مغرور ہو وہ معزولی کے وقت ذلیل ہوتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ منصب سے معزولی کی ذلت منصب کے غرور پر تعجب کرتی ہے۔

### (۲) منصب سے معزولی:

کبھی منصب سے ہٹ جانے کی وجہ سے حاکم کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں اور اس کا حوصلہ متاثر ہوجاتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس کو منصب سے دور ہونے پر بہت غم وافسوس ہوتا ہے یا اس کا صبر کم ہوتا ہے۔

## (۳) مالداری:

ایک غریب آدمی جب مالدار ہوجاتا ہے تو اس کی وجہ سے مالدار بخیل کے اخلاق تکبر کی وجہ سے بگڑ جاتے ہیں اور اس کی عادات غرور کی وجہ سے بُری ہوجاتی ہیں۔ مثلِ مشہور ہے کہ جو مالدار ہوا، بداخلاق ہوا۔

## (۴) غربت:

کبھی غربت کی وجہ سے اخلاق بدل جاتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یا تو وہ فقر کی ذلت کو ناپسند کرتا ہے یا پھر مالداری کے کھوجانے پر پریشان ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

**كاد الفقر أن يكون كفرا .**(۱) عنقریب غربت انسان کے لیے کفر کا سبب بنے۔

## (۵) غم:

کبھی غم اور پریشانی کی وجہ سے انسان بداخلاق ہوجاتا ہے ایسے غم جو عقل کو حیران کردیں اور دل کو پریشان کردیں کہ ان غموں میں برداشت کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کسی نے کہا ہے: غم اور پریشانی زہر کی طرح ہے۔ ایک ادیب کا مقولہ ہے: غم اُس بیماری کی طرح ہے جو غمزدہ انسان کے دل میں چھپا ہوتا ہے۔

## (۶) مرض اور بیماری:

بیماری جس طرح بدن کو متاثر کرتی ہے اسی طرح طبیعت واخلاق کو بھی متاثر کرتی ہے۔ مریض انسان کے اخلاق میں اعتدال نہیں رہتا اور نہ ہی اُس کے اندر برداشت کا مادہ ہوتا ہے۔

---

(۱) شعب الإیمان ج۵ ص ۲۶۷، باب ۴۳ رقم: ۶۳۳۶ .مسندشهاب ج ۱ ص ۳۴۳، باب کادالفرأن یکون...رقم: ۵۸۶.

## (۷) کبرسنی (عمر کا بڑھنا):

بداخلاقی کے اسباب میں ایک سبب بڑھاپا بھی ہے بڑھاپا جس طرح انسان کے جسم میں اثر کرتا ہے اسی طرح اس کے اخلاق میں بھی بڑھاپے کی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ پس جس طرح انسان کا جسم ان بھاری بوجھوں کو اٹھانے سے کمزور پڑ جاتا ہے اسی طرح انسانی جسم ان باتوں کے برداشت کرنے سے کمزور پڑ جاتا ہے جو اس کی طبیعت کے مخالف ہوں اور اسی طرح کے دیگر امور وغیرہ۔

مذکورہ سات (۷) اسباب کی وجہ سے اگر بداخلاقی پیدا ہو جائے تو یہ عام اور سب کو شامل ہوگی۔ البتہ یہاں بداخلاقی کا ایک خاص سبب کینہ اور بغض ہے جو صرف کینہ ور اور حاسد کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، کسی دوسرے آدمی کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔ یہ ایسی بُری صفت ہے کہ جس سے نفس انسانی نفرت کرتا ہے۔

**فاذا كان سوء الخلق حادثاً لسبب ، كان زواله مقروناً بزوال ذلك السبب ، ثم بالضد . (۱)**

اور جب بداخلاقی ایک خاص سبب کی وجہ سے پیدا ہو جائے تو تب ختم ہوگی جب یہ سبب ختم ہو اور پھر اس بداخلاقی کے مقابل اچھے اوصاف اس میں پیدا ہو جائیں۔

## (۴۲) لوگوں پر شفقت کرنا:

ادارے کا سربراہ لوگوں پر شفقت اور رحم کرنے والا ہو۔

## حکام میں شفقت کی ضرورت:

حکام میں شفقت کی صفت خاص طور پر بہت ضروری ہے۔ مکارمِ اخلاق کے نمایاں پہلوؤں میں سے رحمت وشفقت بھی ہے بلکہ یہ ایسا فطری ملکہ ہے جو نہ صرف انسان بلکہ ہر جاندار

(۱) ماوردي . أدب الدنيا والدين ص ٣٨٦–٣٨٩، الفصل الثاني حسن الخلق .

میں پایا جاتا ہے اور نظامِ کائنات کی ترتیب وتنظیم میں اس کو بہت بڑا عمل دخل ہے۔

والدین کی اولاد سے محبت ، بڑے کا چھوٹے پر رحم ، چھوٹے کا بڑے کے لیے احترام ، دوست کا دوست سے تعلق ، شوہر و بیوی باہمی اُنس ومحبت ، بھائی کا بھائی سے تعلقِ خاطر ، اہلِ قرابت کا باہم تعاون وتناصر ، انسان اورحیوان؛ بلکہ ہر جاندار کے مابین رجحانات خاطر ، اسی فطری ملکہ کے مظاہر ہیں۔(۱)

حکام میں شفقت کی صفت نہایت ضروری ہے۔امام شیزریؒ نے لکھا ہے:

**اعلم أن الرأفة حلية كريمة تقتضيها حال الملوك لأنها تبعثهم على حراسة الأمة،وكمال الشفقة على الرعية والتحنن على ضعفائهم ،واصطناع المعروف إليهم ،وكف الأذية عنهم. (۲)**

جان لو! کہ نرمی کرنا ایک اچھی خصلت ہے اور حکام کی حالت اس کی مقتضی ہے اس لیے کہ نرمی حکام پر اس بات کا باعث بن جاتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کریں اور ان پر خوب شفقت کریں اور ان کے کمزوروں پر مہربانی اور احسان کریں اور ان کی تکلیف دور کریں۔

## لوگوں پر شفقت کرنا احادیث کی روشنی میں :

۱۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے :

**(( مَن لايرحم مَن في الأرض لايرحمه مَن في السمآء )) . (۳)**

جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا آسمان والا اس پر رحم نہیں کرے گا۔

حضرت ابواسیدؓ نے بحرین کی ایک عورت کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا نبی کریم

(۱) حفظ الرحمن سيوهاروي . أخلاق اورفلسفه أخلاق ج۲ ص ۵۲۶/۵۲۷ .

(۲) المنهج المسلوك في سياسة الملوك ص ۳۰۰ ، الوصف الثامن : الرأفة .

(۳)المعجم الكبير ج ۲ ص ۳۵۵ رقم:۲۴۲۷ .الترغيب والترهيب ج۳ص ۳۵۲،كتاب القضاء .

ﷺ نے اس عورت کو دیکھا کہ رو رہی ہے تو اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابو اسید نے مجھ سے میرے بچے فروخت کردیے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو اسیدؓ سے فرمایا:

**أبعتَ ابنها ؟. قال: نعم . قال: في مَن ؟. قال: في بني عبس.فقال النبي ﷺ: اركب أنت بنفسک فأتِ به.(۱)**

کیا تم نے اس کا بیٹا فروخت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں میں نے فروخت کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا: بنوعبس کے ہاتھ۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا: تم خود جا کر اس کو واپس لاؤ۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے بنو اسد قبیلے کے ایک شخص کو حاکم بنایا۔ اس شخص نے آکر حضرت عمرؓ کو سلام کیا۔ عین اسی وقت حضرت عمرؓ کے پاس اُن کے بچے لائے گئے جن کو آپؓ نے چوما۔

اس اسدی شخص نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپؓ ان کا بوسہ لے رہے ہیں حالانکہ خدا کی قسم! میں نے ابھی تک اپنے بچوں کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**فانتَ واللّٰه بالناس أقل رحمة ، هاتِ عهدنا ، لاتعمل لي عملاً أبداً ، فرد عهده. (۲)**

خدا کی قسم! تم تو لوگوں پر اپنے بچوں سے بھی کم رحم کے مالک ہو۔ ہمارا عہدہ واپس کرو۔ میرے لیے کبھی کوئی کام نہ کرو۔ پس اس کا عہدہ واپس لیا اور فرمایا:

---

(۱) حیاة الصحابة ج۲ ص۲۵۷ ، رحمة الأمیر حدیث أبي أسیدؓ في ذلک .

(۲) کنز العُمّال ج۵ ص۷۶۷ رقم: ۱۴۳۲۶ .

**لایصلح وال ، لارحمة عنده لرعیته. (١)**

وہ شخص حاکم بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا جوقوم سے نرمی نہیں کرسکتا۔

اور پھر اس سے فرمایا:

**فماذنبي إن كان نزع من قلبک الرحمة إن اللّٰہ لا یرحم من عباده إلاّ الرحماء و نزعه من عمله فقال: أنت لاترحم ولدک فکیف ترحم الناس . (٢)**

اس میں میرا کوئی قصور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے اپنی رحمت نکال لی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں پھر اس کو معزول کر دیا اور اس سے فرمایا کہ جب تم اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتے تو دوسرے لوگوں پر کیسے رحم کرو گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کی شفقت رعیت پر اپنی اولاد سے بھی زیادہ ہونی چاہیے۔اب ان لوگوں کے حال پر افسوس ہے جو شفقت کی بجائے اپنی رعیت پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

## حضرت علیؓ کا اثر:

حضرت علیؓ نے مصر کے گورنر حضرت اشتر نخعیؒ کو لکھا:

**أشعر قلبک الرحمةَ للرعیة والمحبة لهم واللطف بهم،ولاتکونن علیهم سبُعاًضاریاًتغتنم أکلهم،فإنهم صنفان:إما أخ لک في الدین وإمانظیر لک في الخلق ، یفرط منهم الزلل، وتعترض لهم العلل، ویؤتی علی أیدیهم في العمدوالخطأفأعطهم مِن عفوک وصفحک مثل الذي تحب أن یعطیک اللّٰهُ من عفوه وصفحه ، فإنک فوقهم ، ووالي الأمرعلیک فوقک، واللّٰه**

(١) شیزري . المنهج المسلوک في سیاسة الملوک ص ٣٠٢ ، الوصف الثامن : الرأفة.

(٢) کاندهلوي . حیاة الصحابه ج٢ ص٢٥٨ ، رحمة الأمیرحدیث أبي عثمان النهدي في ذلک .

**فوق مَن ولاک،وقد استکفاک أمرھم وابتلاک بھم.** (۱)

اپنے دل میں اپنے رعایا کے لیے نرمی، محبت اور مہربانی کا جذبہ پیدا کرو کہ ان پر ایسے خونخوار درندے نہ بنو کہ ان کے کھانے اپنے لیے غنیمت سمجھو، کیونکہ یہ لوگ دوقسم کے ہوتے ہیں: یا تو آپ کے دینی بھائی ہوں گے یا مخلوق میں آپ کی طرح ہوں گے، ان سے بہت سی لغزشیں ہوں گی، ان کو بیماری لاحق ہوگی، ان سے کبھی قصداً اور کبھی خطأً غلطی ہوگی تو آپ ان کو معاف کریں گے اور ایسے درگزر کریں گے جس طرح کہ آپ کو پسند ہے کہ اللہ تعالی میرے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ فرمائے اور یہ اس لیے کہ آپ ان سے اوپر ہیں اور اللہ تعالی نے آپ سے ان کے معاملے کی کفایت کو طلب کیا ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو امت کے بارے میں آزمائش وامتحان میں ڈالا ہے اور آپ کا حاکم آپ سے اوپر ہے اور اللہ تعالی آپ کے حاکم سے اوپر ہے۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول:

امام شیزریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنائے گئے تو ان کے پاس محمد بن کعب قرظیؒ آئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سے فرمایا:

**دلني على النجاة في سياسة الرعية. فقال له: إن أردت النجاةَ من عذاب الله فليكن كبير المسلمين لک أبا، وأوسطهم عندک، أخا وأصغرهم ولدا، فوقرُ أباک، وارحمُ أخاک، وتحننُ على ولدک.** (۲)

رعایا پر سیاست میں مجھے نجات کا راستہ بتاؤ۔ انھوں نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب

---

(۱) نہج البلاغة ص ۴۲۱/۴۲۲، ومن عهد له (علیہ السلام) کتبه للأشتر النخعي لماولاه على مصر...،.

(۲) المنهج المسلوک في سياسة الملوک ص ۳۰۵، الوصف الثامن: الرأفة.

سے نجات چاہتے ہو تو چاہیے کہ مسلمانوں میں بڑی عمر والا آپ کے نزدیک بمنزلہٗ والد، درمیانی عمر والا بمنزلہٗ بھائی اور چھوٹی عمر والا بمنزلہٗ بیٹا ہو۔ پس تم اپنے والد کی قدر کرو اور اپنے بھائی پر رحم کرو اور اپنے بچے پر شفقت کرو۔

## علامہ طرطوشیؒ کا قول:

اسی طرح علامہ طرطوشیؒ (متوفی ۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

**ینبغي للسلطان أن لایتخذ الرعیةَ مالاً و قنیةً ، فیکون علیهم بلاء وفتنة ، ولکن یتخذهم أهلاً و إخواناً، فیکونون له جنداً وأعوانا.** (۱)

بادشاہ اور حاکم کے لیے مناسب ہے کہ رعیت کو مال اور غلام نہ بنائے؛ کیونکہ یہ لوگوں پر مصیبت اور فتنہ بنے گا۔ بلکہ رعیت کے ساتھ اپنی اولاد اور بھائیوں کی طرح سلوک کرے۔ نتیجہ میں یہ لوگ اس کی فوج اور معاون بنیں گے۔

## (۴۳) اپنے اہل وعیال کو اوامر ونواہی پر عامل بنائے:

جب ایک حاکم اپنی رعیت کو ایک کام کرنے کا حکم کرے یا غیر شرعی عمل سے منع کرے تو ضروری ہے کہ پہلے اپنے آپ اور اپنے متعلقین کو اس پر عامل بنائے۔ اور اسی طرح جب کسی غیر شرعی عمل سے منع کرے تو ضروری ہے کہ پہلے اپنے آپ اور اپنے متعلقین کو منع کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**﴿ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ ﴾** . (۲)

---

(۱) **سراج الملوک ج۲ ص ۴۵۹ ، الباب الثامن والثلاثون في بیان الخصال الموجبة لذم الرعیة للسلطان .**

(۲) **سورۃ بقرۃ آیت:۴۴.**

ترجمہ: کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بُھولتے ہو اپنے آپ کو۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں یہ ضروری ہے کہ اس پر خود بھی عمل کیا جائے۔

﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ . (۱)

ترجمہ: اور ڈر سُنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ خود عمل کرنے کے بعد اپنے قریبی متعلقین کی اصلاح ضروری ہے۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

حضرت عمرؓ جب لوگوں کو کسی چیز سے منع کرتے تو اپنے گھر کے اہل وعیال کو جمع فرماتے اور اُن سے فرماتے:

**إني قدنهيت الناسَ عن كذا و كذا،وإن الناس ينظرون إليكم كما ينظر الطيرإلى اللحم فإن وقعتم وقعوا، وإن هبتم هابوا وإني والله لاأوتي برجل منكم وقع ممانهيتُ الناسَ عنه إلاّ ضاعفتُ له العذاب لمكانه منّي فمَن شاءَ منكم فليتقدم، ومَن شاءَ فليتأخر . (۲)**

یقیناً میں نے لوگوں کو فلاں فلاں کام سے منع کیا ہے۔ دوسرے لوگ تمھیں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح باز گوشت کو دیکھتا ہے اگر تم نے یہ ممنوعہ کام کیے تو لوگ بھی یہ کام کریں گے اور اگر تم ڈرے تو لوگ بھی ڈریں گے اور خدا کی قسم اگر میرے پاس تم میں سے کسی کو ایسے حال میں لایا گیا جس نے یہ کام کیا ہو تو میں اس کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ سزا دوں گا؛ اس لیے کہ وہ میرا

(۱) سورۃ شعراء آیت : ۲۱۴.

(۲) مناقب عمرص ۲۶۶ ،الباب ۶۷في ذكرأزواجه، تاريخ طبري ج۴ ص۲۰۷ ،ذكربعض سيره .

قریبی ہوگا پس تم میں سے جو چاہے یہ کام کرنے کے لیے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے ہٹے۔

## ابوالاسود دوئلیؒ کا ارشاد:

معروف جلیل القدر تابعی ابوالاسود دوئلیؒ (متوفی ۶۹ھ) نے فرمایا ہے:

۱۔ ابدأ بنفسک فانهها عن غیّها ☆ فإذا انتهت عنه فأنت حکیم

۲۔ فناک یُسمع ماتقول ویُقتدی ☆ بالرأي منک وینفع التعلیم

۳۔ لا تنته عن خُلق و تأتي مثله ☆ عار علیک إذا فعلتَ عظیم (۱)

۱۔ آپ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کا آغاز کریں اور اس کو سرکشی سے روکیں۔اور اگر آپ نے یہ کام کیا تو آپ ہوشیار ہیں۔

۲۔ پھر لوگ آپ کی نظریے کی اقتدا کریں گے اور آپ کی تعلیم مفید ہوگی۔

۳۔ اور آپ لوگوں کو ان کاموں سے مت روکیں جو آپ خود کرتے ہیں۔اگر آپ ایسا کریں گے تو یہ آپ کے لیے باعثِ شرم ہوگا۔

## علامہ ابن ربیعؒ کا قول:

علامہ ابن ربیعؒ فرماتے ہیں:

إن المتولین لذلک ینبغي أن یکونوا أفاضلهم،فإن مَن نهی عن شيء أو أمر بشيء فالواجب أن یظهر ذلک في نفسه أولاً ثم في غیره . (۲)

نیک کاموں کے حکم کرنے والے حکما کے لیے مناسب ہے کہ وہ اور لوگوں سے عمل میں زیادہ ہوں کیوں کہ جب کوئی حاکم کسی کو برے عمل سے منع کرے یا کسی نیک کام کا حکم کرے تو

---

(۱) الموافقات ج۴ص ۱۴۸ ، الطرف الثاني فیمایتعلق بالمجتهد ، المسألة الثالثة .

(۲) سلوک المالک ص ۹۴ ،الفصل الرابع من أقسام السیاسات وأحکامها.

اس پر لازم ہے کہ عمل کا اظہار اول اپنے آپ سے شروع کرے اور پھر اور لوگوں سے عملاً کروائے۔

## (۴۴) سمجھ اور دانائی رکھنا:

ادارے کے سربراہ کو سمجھدار ہونا چاہیے اور چاہیے کہ وہ کسی سے دھوکہ نہ کھائے اور خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے:

**(( اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله )). (۱)**

مؤمن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے:

**(( لايلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين )). (۲)**

مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا (یعنی اس کو ایک جگہ سے دو بار تکلیف نہیں پہنچتی)۔

## شاہ ولی اللہؒ کا قول:

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے:

**لابد للملک من فراسة يتعرف بها ما أضمرت نفوسهم، ويكون المعيا يظن بک الظن كأن قد رأى وقد سمع.(۳)**

(۱) ترمذي ج۲ ص۱۴۵، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ، باب سورة الحجر.

(۲) بخاري ج۲ ص۹۰۵، كتاب الأدب باب لايلدغ المؤمن ...، مسلم ج۲ ص۴۱۳ كتاب الزهد والرقائق باب في أحاديث متفرقة.

(۳) حجة الله البالغة ج۱ ص۴۶، باب سيرة الملوك.

مسلمانوں کے سربراہ کے لیے ایسی دانائی ضروری ہے جس کے ذریعے لوگوں کے پوشیدہ منصوبے معلوم کر سکے اور ایسا سمجھدار ہو کہ گویا اس نے وہ منصوبہ بذات خود دیکھا ہے یا لوگوں سے سنا ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے:

**دیگر فراست المعیة ( که درفهم دقائق غلط نکند) یظن بک الظن کأن قدرأیٰ وقدسمعازیرا که بسیار است که امورمتعارضه بهم می آید اگرتأنی کندخلل واقع شودواگرعجلت راکارفرمایدخلل عظیم بظهور آید.**

دیگر وہ فراست جس کی وجہ سے دقیق مسائل معلوم کیے جاتے ہیں (اور تم یہ گمان کرو گے کہ اس نے یہ کام دیکھا ہے اور سنا ہے) اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ بسا اوقات ایک دوسرے سے متعارض امور جمع ہو جائیں، تو اگر وہ تاخیر کرے گا تو نقصان پیدا ہوگا اور اگر جلدی کرے گا تو بڑا نقصان پیدا ہوگا۔

شاعر نے کہا ہے............ ؎

**۱۔ إذا كنت ذا رأي ذاعزيمة ☆ فإن فسادالرأي أن تترددا**

**۲۔ إذاكنت ذارأي فكن ذا رويّة ☆ فإن فساد الرأي أن تتعجلا**

۱۔ جب تم صاحب رائے اور صاحب عزیمت، تو پھر اس کے کرنے کا پکا عزم کرو کیوں کہ تمھاری رائے کا فساد یہ ہے کہ تم فیصلہ میں متردّد ہو جاؤ۔

۲۔ جب تم کسی کام کرنے میں غور وفکر کرو تو پھر اچھی طرح سوچ لو کیوں کہ تمھاری رائے کا فساد یہ ہے کہ کام کرنے میں جلدی کرنے لگو۔

**و مخلص ازین اشتباه غیرفراست المعیة چیزی نیست واین معنی برکسی که به صحبت ملوک رسیده باشدیاتاریخ ایشان رادیده مخفی**

نخواهد بود. (۱)

اوراس اشتباہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے فراست کے علاوہ دوسرا مخلص کوئی نہیں اور یہی نکتہ ان لوگوں کو معلوم ہے جو حکام کے ساتھ بیٹھے ہوں یا ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہو۔

علامہ قادری نے لکھا ہے:

**يكون على حذرٍ ويقظة دائمين من مكر الأعداء وخداعهم ، بصيراً بتوقي الشر وردع أهله في الوقت المناسب. (۲)**

ادارے کا سربراہ ہمیشہ دشمنوں کی تدبیر اور دھوکہ دہی سے خوف و بیداری میں رہے گا اور شر سے بچنے اور اہلِ شر کی مناسب وقت میں گوش مالی کی بصیرت رکھتا ہوگا۔

## حکام کے لیے دانائی کی ضرورت:

حکامِ وقت چونکہ اپنی رعیت کی رہنمائی کرتے ہیں، تو اگر وہ سمجھدار نہ ہوں تو یہ ان کے لیے اوران کی رعیت کے لیے ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ لہذا عوام کی بہ نسبت حُکّام کا زیادہ سمجھدار ہونا لازمی ہے۔ علامہ ابن حبان بستیؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا ہے :

**إنما مثل الرئيس والرعية كمثل جماعة عميان ليس لهم إلاّ قائد واحد ، فإن لم يكن ذلك القائد أحدّ الناس بصرا، وألطفهم نظرا كان خليقا أن يوقعهم وإياه في وهدة تندق فيها أعناقهم وعنقه معهم. (۳)**

(۱) إزالة الخفاء ج ۱ ص ۲۶۴ ، مقصداول فصل هفتم .

(۲) الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية ص ۱۳۷ ، المبحث الثالث عشر الدهاء الذي يتوصل به ولي الأمر.

(۳) روضة العقلاء ص ۴۳۵ ، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

حاکم اور رعیت کی مثال اُس جماعت جیسی ہے جس میں سب لوگ نابینا ہوں صرف ایک فرد بینا ہو جو اپنی جماعت کو نشیب وفراز سے دور رکھنے کے لیے کوشاں ہو تو اگر یہی ایک شخص دوسرے لوگوں سے دیکھنے میں قوی نہ ہو، تو ہوسکتا ہے کہ اپنے آپ کو اور ان سب کو کسی ایسی کھائی میں گرادے جس میں ان سب کی گردنیں ٹوٹ جائیں اور اس رہنما سمیت سب ہلاک ہوجائیں۔

اسی طرح علامہ قادری نے لکھا ہے :

**لابدأن يكون عالمابحيل المحتالين الذين يريدون أن يخدعوه ، وبوسائل إبطال تلك الحيل،وهو في نفس الوقت لايخدع الناس بحيله للتوصل بهاإلى الباطل ، وإن كان قادرا على ذلك . (١)**

اور ضروری ہے کہ ادارے کا سربراہ ان حیلہ سازوں کے حیلوں سے باخبر ہو جو اس کو دھوکہ دینے کے درپے ہوتے ہیں اور ان وسائل سے بھی باخبر ہو جو ان حیلوں کو ختم کرسکیں ،خود کسی کو دھوکہ نہ دے اور نہ خود حیلوں سے کوئی باطل کام کرے؛ اگرچہ یہ کام وہ کرسکتا ہو۔

## حضرت عمرؓ کے ارشادات:

۱۔ حضرت عمرؓ نے حاکمِ وقت کی دانائی کے بارے میں فرمایا ہے :

**لستُ بالخب ، والخب لايخدعني . (٢)**

میں خود دھوکہ باز نہیں ہوں کیوں کہ یہ عیب ہے لیکن دھوکہ باز مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے:

**لاتنظروا إلى صيام أحدولاإلى صلاته، ولكن انظروا مَن إذاحدّث صدق،**

---

(١) الكفاءة الإدارية ص١٣٨ ، المبحث الثالث عشر الدهاء الذي يتوصل به ولي الأمر.

(٢) سراج الملوك ج١ ص ٢٨٤ ، الباب الثالث والعشرون في العقل والدهاء .

**وإذا أؤتمن أدى ، وإذا أشفى ورع ( أي إذا اشرف على معصية امتنع ). (۱)**

تم کسی کے روزے نماز کو مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھ دی جائے تو اس کو ادا کرتا ہے اور جب گناہ پر قادر ہو جائے تو اس سے بچتا ہے (پس یہی نیک انسان ہے)۔

۳۔ حضرت عمرؓ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی، تو حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ:

**أصحبته في السفر؟ .قال : لا . قال : فعاملته ؟ .قال : لا . قال :فأنت القائل بمالاتعلم . (۲)**

(آپ جو اس کی تعریف کر رہے ہیں) کیا تم نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی لین دین کا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ تم پھر بغیر کسی ثبوت کے اس شخص کی تعریف کرتے ہو۔

دوسری روایت میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**واللّٰه الذي لا اله إلاّ هو ماتعرفه . (۳)**

اس اللہ کی قسم! جس کے بغیر کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں ہے، تم حقیقت میں اس شخص کو نہیں جانتے۔

## حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ نے بغداد کے علاقے عکبرا کے حاکم کو نصیحت کے طور پر لکھا :

(۱) عين الأدب والسياسة ص ۱۸۶. طنطاوين . أخبار عمر ص ۲۶۷، مقياس الطراح والمكر.

(۲) ابن جوزي . مناقب أمير المؤمنين ص ۲۲۸ ، الباب الستون في ذكر كلامه في فنون .

(۳) ابن جوزي . مناقب أمير المؤمنين ص ۲۲۸، الباب الستون في ذكر كلامه في فنون

**إن أهل السواد قوم خدع فلايخدعنک فاستوف ما عليهم. (۱)**

میرے خیال میں اس علاقے کے لوگ دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔تو تم بیدار رہو کہ کہیں تمھیں دھوکہ نہ دیں اور جو حق ان کے ذمے ہے وہ ان سے پورا پورا وصول کرو۔

## فراست اور عقلمندی کے اسباب:

شاہ کرمانیؒ فرماتے ہیں:

**كان حاد الفراسة وقلما تخطئ فراسته مَن غض بصره عن الحرام، وأمسک نفسه عن الشهوات، و عمر باطنه بدوام المراقبة، وظاهره باتباع السنة، وعوض نفسه أكل الحلال، لم تخطئ فراسته. (۲)**

کہ وہ ایک انتہائی زیرک اور فراست والے انسان تھے اور ان کی فکر میں بہت کم خطا ہوتی تھی۔جو اپنی نگاہ کو حرام کی طرف دیکھنے سے بچائے، اپنے نفس کو حرام شہوات پوری کرنے سے باز رکھے، اپنے باطن کو مراقبے کی ہمیشگی سے آباد رکھے، اپنی ظاہری صورت سنت نبوی کے مطابق بنائے، اپنے نفس کی خواہش حلال مال کھانے سے پورا کرے تو ایسے شخص کی فراست کبھی بھی غلطی نہیں کرے گی۔

## حکام کے لیے بیدار اور چوکنا رہنے کی اہمیت :

حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنے کام میں بیدار اور سمجھدار ہو۔مفسدین اور خودغرض لوگوں کے ظاہری لباس سے دھوکہ نہ کھائے۔

---

(۱) كنزالعُمّال ج۵ص ۷۷۳ رقم :۱۴۳۴۶، كاندهلوي. حياة الصحابة ج۲ ص ۲۹۶، وصية عليؓ لعامل عكبرا.

(۲) أرموي. آداب الملوک بالعدل ص ۶۷۴، ۶۷۵.

علامہ قادری نے لکھا ہے:

**إن كثيراً من الناس قد يتصنعون التلبس لبعض الصفات ، ويتظاهرون بها ليخدعوا بها غيرهم ليصلوا إلى أعراضهم وهم في الحقيقة يتصفون بأضدادها،فقديوهمون الناس بالصلاح،والتقوى،والعدل،والورع، و الصدق، والقوة ،والأمانة،والعلم،والخبرة،وغيرهامن الصفات التي تجعل صاحبها كفوالإسنادبعض ولايات المسلمين إليه ، لهذا يجب على وليّ الأمرأن يثبت ويحذر من أمثال هؤلاء أن يتولواأمورالمسلمين فيعيثوا في الأرض فساداً. (١)**

بہت سے لوگ بتکلف اپنے آپ میں بعض اوصاف پیدا کرتے ہیں اور پھران کا اظہار کرتے ہیں تا کہ دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیں اوراپنے اغراض حاصل کریں حالانکہ ان میں اس کے برعکس قبیح صفات موجود ہوتی ہیں تو وہ لوگوں کو اپنی صلاحیت، تقویٰ، عدل، ورع، قوت، امانت، علم اور کام کے تجربے وغیرہ اُن اچھی صفات کا یقین دلاتے ہیں جن سے موصوف ہوکر کوئی شخص منصبِ حکومت کا اہل بنتا ہے لہذا سربراہ پر لازم ہے کہ خوب تحقیق کرے اور ایسے لوگوں سے بچے اور مسلمانوں کے امور پر ان کو نگران نہ بنائے اور اگر ان لوگوں کو عہدے حوالہ کیے تو پھر روے زمین پر فساد پھیلے گا۔

## (۴۵) ماتحت حکام کے خلاف شکایت سننا:

جب کسی امیر کو حاکم کے خلاف شکایت پہنچے تو امیر پر لازم ہے کہ وہ شکایت سنے اوراس کے لیے لازمی اقدام کرے۔

---

(١) الكفاءة الإدارية ص١٧٧ ، المبحث الثاني الحذر من تصنع المخادعين .

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

حضرت عمرؓ کے سامنے ایک آدمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی اس طرح شکایت کی:

**ضربني أبوموسیٰ عشرين سوطا وحلق رأسي وهو يریٰ أن لاُيقتص منه.**

مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیس (۲۰) کوڑے مارے ہیں اور میرا سر گنجا کر دیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس سے بدلہ نہیں لیا جاسکتا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

**أمّابعد! فإن فلاناً أخبرنابكذاو كذافإن فعلتَ ذلک في ملأمن الناس فعزمتُ عليک لماقعدت له في ملأ من الناس حتى يقتص منک . (۱)**

حمد وصلوٰۃ کے بعد فلاں نے میرے سامنے تیری شکایت کی ہے کہ تم نے اُسے لوگوں کے سامنے یہ تکلیف دی ہے تو میں تمہارے اوپر لازم کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے بیٹھ جاؤ تاکہ وہ تم سے اپنا قصاص اور بدلہ لے لے، (اور اگر تم نے اُسے یہ تکلیف لوگوں کے سامنے نہیں پہنچائی ہے تو پھر علیحدگی میں تم سے قصاص وبدلہ لے گا)۔

## (۴۶) ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر کرنا:

ادارے کا سربراہ چونکہ رعایا کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی اصلاح رعیت کی اصلاح کا سبب ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

## حکام کے لیے اصلاح کی ضرورت واہمیت:

حکام کے لیے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

مشہور تابعی ابومسلم خولانیؒ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا ہے:

(۱) ابن جوزي . مناقب أمير المؤمنين ص ۱۰۹، الباب الثامن والثلاثون في ذكرعدله في رعيته .

**لایصلح الناس إلاّ بالإمام ، ولایصلح الإمام إلاّ بالناس . (۱)**

لوگوں کی اصلاح حاکم کے بغیر اور حاکم کی اصلاح لوگوں کے بغیر نہیں ہوسکتی۔اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ہر ایک دوسرے کی اصلاح کا باعث ہوگا۔

علامہ ابن حبان بستیؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا ہے :

**الواجب علی مَن قلدأمور المسلمین الرجوع إلی اللّٰہ تعالی في کل لحظة وطرفة ، لئلایطغیه ماهو فیه من تسلطه ، بل یذکر عظمة اللّٰہ وقدرته وسلطانه، وأنه هو المنتقم ممن ظلم،والمجازي لمن أحسن . (۲)**

جس کو مسلمانوں کے کام سپرد ہوئے ہوں اس پر لازم ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کرے تا کہ اقتدار اور عہدہ اس کو سرکش نہ بنائے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی،قدرت اور غلبہ کو یادرکھے اور یہ بھی یادرکھے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے سے بدلہ لینے والا ہے اور نیکی کرنے والے کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔

۱۔ علامہ طرطوشیؒ لکھتے ہیں:

**اعلم ! أن أدعی خصال السلطان إلی إصلاح الرعیة ، وأقواهاأثرا في تمسکهم بأدیانهم وحفظهم لمروآتهم إصلاح السلطان نفسه ، وتنزهه عن سفساف الإخلاق ، وبُعده عن مواضع الریب ، وترفیعه نفسه عن استصحاب أهل البطالة والمجون واللعب واللهو والإعلان بالفسوق . (۳)**

---

(۱) مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۲۷ ، باب الإمام راعٍ .

(۲) روضة العقلاء ونزهة الفضلاء ص ۲۷۰ ، باب ذکر سیاسة الریاسة ورعایة الرعیة .

(۳) سراج الملوک ج ۲ ص ۴۷۰ ، الباب الثاني والأربعون في بیان الخصلة التي تصلح بهاالرعیة .

جان لو! کہ رعیت کی اصلاح اور دین پر مضبوطی سے عمل کرنے اور اپنی مروت کے تحفظ کے لیے حاکم کے اچھے خصائل میں سے اپنے آپ کی اصلاح اور اپنے آپ کو ردی اخلاق سے بچانا اور تہمت کی جگہوں سے دور رکھنا اور فضول لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا اور کھلم کھلا فسق کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔

۲۔ اسی طرح علامہ طرطوشیؒ لکھتے ہیں:

**فمحالٌ استصلاح رعيتک وأنت فاسد، وإرشادهم وأنتَ غاو، وهدايتهم وأنتَ ضال . (۱)**

پس یہ ناممکن ہے کہ آپ کی رعیت کی اس حال میں اصلاح ہوجائے کہ آپ میں خود خرابی ہو، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ آپ کی قوم اور رعیت ایسی حالت میں راہِ راست پر چلے کہ آپ خود گمراہ ہوں۔

علامہ حسنؒ نے لکھا ہے :

**ليعتبر بمَن كان قبله من أشكاله فإنه لامحالة مسؤول عن شكر ماهو فيه كماهو لامحالة مسؤول عن حسابه. إذا المصطفى (ﷺ) قال: (( يقول الله تبارک و تعالى يوم القيامة: ألم أحملک على الحيل والإبل وأزوجک النساء و أجعلک تربع و ترأس؟ فيقول : بلى أي رب . فيقول : فأين شكر ذلک ؟)) (۲) – (۳)**

---

(۱) سراج الملوک ج۲ ص ۴۷۳. الباب الثاني والأربعون في بيان الخصلة التي تصلح بهاالرعية .

(۲) كنز العُمّال ج۳ ص ۲٦۷ رقم: ٦۴۸٦ .

(۳) روضة العقلاء ص ۴۴۰ ، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

چاہیے کہ حاکم اپنے سے پہلے ہم منصب حکام سے عبرت حاصل کرے کیونکہ وہ اپنے منصب پر شکرادا کرنے پر مامور ہے جیسا کہ اس کے احتساب کے بارے میں ذمہ دار ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے:

کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسان سے پوچھے گا کہ کیا ہم نے تمھیں سواری کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دیے تھے؟ تمھیں بیوی نہیں دی تھی؟ اور مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں دیا تھا اور تمھیں سربراہ نہیں بنایا تھا! انسان کہے گا: کیوں نہیں! یہ نعمتیں آپ نے ہی دی تھیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان نعمتوں کا شکر کہاں ہے (یعنی تم نے ان کا شکرادا نہیں کیا ہے)۔

## حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد:

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کے بعد پہلے خطبہ میں لوگوں کو اس طرح خطاب فرمایا:

**أيهاالناس ! قدوليتُ عليكم ولستُ بخيركم فإن أحسنتُ فأعينوني وإن أسأتُ فقوّموني . (١)**

اے لوگو! میں تمھارا حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر کوئی بُرا کام کروں تو میری اصلاح کرو۔

## حضرت عمرؓ کے اقوال:

(۱) حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے :

**أحب الناس إليّ مَن رفع إليّ عيوبي. (٢)**

(١) كنز العُمّال ج۵ ص ۱۰۲ رقم: ۱۴۰۶۴ .تاريخ الأمم والملوك ج۲ ص ۴۵۰،حديث الثقيفة . البداية والنهاية ج۵ ص ۵ ، خلافة أبي بكر الصديقؓ .

(٢) كنز العُمّال ج۹ ص ۱۷۴ رقم: ۲۵۵۷۳ ، مناقب عمر ص ۱۷۱، طبقات ابن سعد ج۳ ص ۲۹۳ .

لوگوں میں مجھے محبوب وہ شخص ہے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرے۔

(۲) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

**لاخيرَ في قوم ليسوا بنا صحين ولا خير في قوم لا يحبون الناصحين .(۱)**

ان لوگوں میں کوئی خیر نہیں جو نصیحت نہیں کرتے اور اس قوم میں بھی کوئی بھلائی نہیں جو نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

(۳) حضرت عمرؓ سے کسی نے کہا:

**اتق اللّٰہ.قال :ومافيناخيراً إن لم يقل لنا،ومافيهم خيراً إن لم يقولوالنا.(۲)**

اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا اگر ہمارے سامنے حق بات نہ کہی جائے تو ہم میں کوئی خیر نہیں اور اگر لوگ ہمیں حق بات نہ کہیں تو پھر اِن لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔

(۴) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے چند صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

**إني سائلكم عن شيء فإياكم أن تكذبوني فتهلكوني وتهلكوا أنفسكم أنشدكم باللّٰه أخليفة أنا أم ملك.**

میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں لیکن تم جھوٹ نہیں بولو گے۔ ورنہ مجھے بھی ہلاک کردو گے اور اپنے آپ کو بھی۔ تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر جواب دو کہ (عمل کے لحاظ سے) میں خلیفہ ہوں، یا بادشاہ؟ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا:

آپ ہم سے ایسا سوال کیوں کرتے ہیں جس کا ہمیں علم نہیں؟ اور ہم نہیں جانتے کہ خلیفہ کون ہے، اور بادشاہ کون ہے؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں۔ اس لیے کہ آپ رعیت میں عدل کرتے ہیں، غنیمت کو عادلانہ طور پر بانٹتے ہیں، رعیت پر ایسی مہربانی

(۱) محاسبي . رسالة المسترشدين ص ۱۲۰.

(۲) موسوعة آثار الصحابة ج ۱ ص ۱ ۳۹ رقم: ۲۴۵۳.

کرتے ہیں جیسا کہ باپ اپنے بچوں پر کرتا ہے اور اللہ تعالی کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔(۱)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا:

**أنشدک باللّٰہ یا کعب ! أتجدني خلیفة أم ملکاً ؟ قال : بل خلیفة ... واللّٰہ من خیر الخلفاء و زمانک خیر زمان .(۲)**

میں تمھیں اللہ تعالی کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ آپ خلیفہ ہیں اور اللہ کی قسم! کہ آپ بہترین خلفا میں سے ہیں اور آپ کا زمانہ بہترین زمانہ ہے۔

(۵) اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا:

**نشدتک اللّٰہ وبحق الولایة علیک کیفَ تراني؟ قال : ماعلمتُ إلاّ خیرا. (۳)**

میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اور ولایت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ میرے متعلق تمھاری کیا سوچ ہے؟ یعنی تم نے مجھے کیسے پایا؟ انھوں نے فرمایا: میں آپ کو خیر پر عمل کرنے والا دیکھتا ہوں۔

۶۔ حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں:

**دخل فتیٰ شاب علی عمر فقال له عمر: ما رأیتَ مني؟ قال: رأیتُک**

(۱) کنز العمال ج ۱۲ ص ۵۸۰ رقم ۳۵۸۰۵.

(۲) کنز العمال ج ۱۲ ص ۵۷۴ رقم: ۳۵۷۹۴.

(۳) ابن جوزی . مناقب عمر بن الخطاب ص ۱۸۶، الباب الخمسون في ذکر خوفه من اللّٰہ – عزوجل – .

**ألقيتَ إزارك و فيه ملبس (۱)**

ایک جوان حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ تم نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: آپ نے سہولت کے کپڑے پہنے ہیں۔

## حضرت عثمانؓ کا قول:

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یوں فرمایا:

**أيها الناس! فوالله ماعابَ من عاب منكم شيئاً أجهله ، وما جئت شيئاً إلاَّ وأنا أعرفه ، ولكن منتني نفسي وكذبتني ، وضل عني رشدي ؛ ولقد سمعتُ رسول اللهﷺ يقول:من زل فليتب ، ومن أخطأ فليتب ؛ ولايتماد في الهلكة ؛ إن من تمادى في الجور كان أبعد من الطريق ، فأنا أول مَن اتعظ ؛ أستغفر الله مما فعلتُ وأتوب إليه .....فإذا نزلت فليأتني أشرافكم فليروني رأيهم ؛ فوالله لئن ردني الحق عبداً لأستنّ بسنة العبد ت، ولأذِلَّن ذلّ العبد،ولأكوننّ كالمرفوق ؛ إن مُلك صبر، وإن عُتِق شكر؛ وما عن الله مذهب إلاَّ إليه. (۲)**

اے لوگو! تم میں سے جو شخص بھی میری شخصیت پر اعتراض کرتا ہے مجھے سب معلوم ہیں اور میں نے جو کام بھی کیا وہ علم کی روشنی اور سمجھ کی بنیاد پر کیا ہے۔ لیکن مجھے اپنے نفس نے لمبی لمبی امیدیں دی ہیں اور مجھ سے اپنے نفس نے جھوٹ کہا ہے اور مجھ سے فراست، درستگی اور حقانیت گم ہوگئی، اور یقیناً میں نے رسول اللہﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص پھسل گیا اس کو توبہ کرنی چاہیے، جس نے خطا کی وہ توبہ کرے اور اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں مزید گرنے سے بچائے اور جو

---

(۱) ابن جوزي . مناقب عمر ص ۱۸۷ ، الباب الخمسون في ذكر خوفه من الله – عزوجل – .

(۲) تاريخ طبري ج ۴ ص ۳۶۱ ، حوادث سنة ۳۵ ، ذكر مسير من سار إلى ذي خشب من ....

جو شخص ظلم میں آگے بڑھتا ہے اور حق کی طرف رجوع نہیں کرتا تو یہ شخص اسی طرح سیدھے راستے سے دور ہوتا جاتا ہے تو میں وہ پہلا شخص ہوں جو اس نبوی نصیحت سے سبق حاصل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام گناہوں، خطاؤں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں، جب میں تمھارے علاقے میں آؤں تو تمھارے سردار اور اہل نظر لوگ میرے پاس آجائیں اور اپنی رائے اور نظریہ مجھے پیش کریں۔

اللہ کی قسم! میں حق بات کو ماننے میں غلام بننے کو تیار ہوں یعنی اگر حق مجھے غلام بنادے تو میں غلام آدمی کی طرح زندگی گزاروں گا اور غلامی کی طرح ذلت قبول کروں گا میں اس غلام کی طرح ہو جاؤں گا جس کو کوئی غلام بنادے اور اس کو غلامی میں رکھے تو صبر کرے، اور اگر کوئی آزاد کردے تو شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے بھاگنے اور چھپنے کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کے پاس ہے، اگر کوئی اللہ سے بھاگتا ہے تو چاہیے کہ وہ اسی کی طرف چلا جائے۔

## حکام کی اصلاح کی ضرورت اور فوائد :

حکام کی اصلاح بڑی ضروری ہے۔ جب تک ان کی اصلاح نہیں ہوتی، عوام کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ یعنی ان کی اصلاح عوام الناس کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

## حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے اقوال:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت عمرو بن العاص ؓ کو وصیّت کرتے ہوئے فرمایا:

**أصلح نفسک تصلح لک رعیتک .** (۱)

تم اپنی اصلاح کرو، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمھاری رعیت کی اصلاح فرمائے گا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی وصیت میں حضرت عمر ؓ کو اس طرح فرمایا:

---

(۱) کنز العمال ج۵ ص ۶۲۲ رقم: ۱۴۰۹۵.

**اعلم ! أنهم لن يزالوا منک خائفين ما خفت الله،ولک مستقيمين ما استقامت طريقتک . (۱)**

جان لو! کہ آپ کی رعیت آپ سے اس وقت تک خائف ہوگی جب تک آپ اللہ تعالی سے خائف ہوں گے۔اور یہ اس وقت تک استقامت پر ہوں گے، جب تک آپ کا طریقِ کار صحیح ہو گا۔

۳۔ احمس قبیلہ کی ایک عورت نے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا:

**ما بقاؤنا على هذا الأمر الصالح الذين جاء الله به بعدالجاهلية .**

جاہلیت کے بعد جب اللہ تعالی نے ہمیں خلافت کا یہ اچھا نظام دیا ہے تو یہ ہمارے پاس کب تک باقی رہے گا۔

تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں فرمایا:

**بقاؤکم عليه مااستقامت بکم أئمتکم.قالت:وما الأئمة ؟قال: أما کان لقومک رؤوس وأشراف يأمرونهم فيطيعونهم . قالت: بلى . قال : فهم أولئک على الناس . (۲)**

آپ کی بقا اس وقت تک ہوگی جب آپ کے حکام صحیح ہوں۔اس عورت نے پوچھا کہ ہمارے ائمہ اور بزرگ کون ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

کیا آپ کی قوم میں ایسے معزز بزرگ نہیں ہیں جو کہ لوگوں کو حکم دیتے ہوں اور لوگ ان کی اطاعت کرتے ہوں؟ اس نے کہا کہ ضرور ہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ بس یہی لوگوں پر حاکم ہیں۔

---

(۱) كتاب الخراج ص ۴۶ ، أبويوسف يوصي الخليفة . شاه ولي الله . قرة العينين ص ۸۳ .

(۲) بخاري ج ۱ ص ۵۴۱ ،کتاب بنيان الکعبة باب أيام الجاهلية .

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ یہ استقامت، علم، عدالت، کفایت، شجاعت وغیرہ پر مشتمل ہے۔(۱)

## حضرت عمرؓ کے اقوال:

۱۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وصیت میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے اس طرح فرمایا ہے:

**إني لاأخاف عليكم الناس إن استقمتم . (۲)**

**إن الناس لم يزالوا مستقيمين مااستقامت لهم أئمتهم وهداتهم . (۳)**

اگر آپ درستگی پر قائم رہیں تو پھر مجھے عوام کی فکر نہیں۔ اور لوگ ہمیشہ درستگی پر رہیں گے، جب تک کہ ان کے بزرگ اور رہنما درستگی پر ہوں۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے آخری وقت میں شوریٰ کے چھ(۶) افراد کو اس طرح فرمایا:

**أني نظرتُ لكم في أمر الناس. فلم أجدعندالناس شقاقاإلاّ أن يكون فيكم فإن كان شقاق فهومنكم (۴)**

میں نے عوام الناس کے بارے میں سوچا ہے، تو میں نے ان میں کوئی اختلاف یا بدبختی نہیں پائی مگر اس صورت میں جبکہ وہ بدبختی آپ میں رونما ہو جائے۔ اگر لوگوں میں کوئی بدبختی اور اختلاف رونما ہو جائے، تو یہ آپ کی بدبختی اور اختلاف کی وجہ ہوگی۔

۳۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**فإذا رتع الإمام رتعوا . (۵)**

(۱) إزالة الخفاء ج ۱ ص ۵۶/۵۷ ، مسند أبي بكر صديقؓ.

(۲) تاريخ طبري ج۴ص ۲۸۸ ، قصة الشوریٰ .

~~(۳) طبقات ابن سعد ج۳ ص ۲۹۲، كنز العمال ج۵ ص۷۶۵ رقم ۱۴۳۱۷.~~

(۴) كنزالعمال ج۵ ص ۷۴۵ رقم: ۱۴۲۷۸ ، طبقات ابن سعد ج۳ ص ۳۴۴.

(۵) كنزالعمال ج۵ص ۷۴۵ رقم: ۱۴۳۱۸ ،مصنف عبدالرزاق ج۵ ص ۴۸۰، حديث الشوریٰ .

جب حاکم خواہشات نفسانی کا تابع ہوجائے تو رعیت بھی ایسا ہی کرے گی۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

**واعلم!أن العامل إذازاغ زاغتُ رعيته وأشقى الناس مَن شقيت به رعيته.(۱)**

جان لو! کہ جب عامل اور حاکم صراط مستقیم پر چلنا ترک کردے تو رعیت بھی ایسا ہی کرے گی ۔اور تمام لوگوں میں بدبخت وہ حاکم ہے جس کی بدبختی کی وجہ سے رعیت بدبخت بن جائے۔

## (۴۷) ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا:

ادارے کے سربراہ کو اپنے کاموں میں کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرنا چاہیے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

**﴿ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ﴾ . (۲)**

ترجمہ:اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے۔

حضور (ﷺ) نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا:

**(( لاتخف في الله لومة لائم )). (۳)**

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

**(( وعلى أن نقول بالحق أينما كنالانخاف في الله لومة لائم )) . (۴)**

(۱) کنزالعمال ج۵ص ۶۹۲رقم ۱۴۲۰۹.

(۲) سورة مائدة آيت:۵۴.

(۳) المعجم الكبير ج۲ ص۱۵۷ رقم: ۱۶۵۱، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۴۹، باب الأمراء ، شعب الإيمان ج۴ ص۲۴۳ رقم: ۴۹۴۲، باب في حفظ اللسان .

(۴) مسلم ج۲ص۱۲۵، كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية .

ہم نے رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ اس بات پر بیعت کی کہ ہم ہر جگہ سچ بولیں گے۔ اوراللہ تعالی کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔امام نوویؒ نے اس حدیث شریف کی تشریح میں لکھا ہے:

**معناه : نأمر بالمعروف وننهى عن المنكر في كل زمان ومكان الكبار والصغار لانداهن فيه أحداً ولانخاف ولانلتفت إلى الأئمة .(۱)**

مطلب یہ ہے کہ ہم نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔ ہر وقت اور ہر جگہ میں ہم چھوٹے بڑے لوگوں میں سے کسی کے ساتھ بھی خوشامد اور مداھنت نہیں کریں گے نہ تو کسی سے ڈریں گے اور نہ حکام سے کچھ التفات کریں گے۔

## حضرت عمرؓ کا قول:

۱۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے:

**مَن ولي من أمر المسلمين شيئاً فلايخف في الله لومة لائم . (۲)**

جوکوئی مسلمانوں کے امور کا سربراہ مقرر ہوا تو اسے کسی کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیے.

۲۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا :

**لأن أخاف في الله لومة لائم خير لي أم أقبل على نفسي؟.فقال:أمّامَن ولي أمر المسلمين شيئاًفلايخاف في الله لومة لائم،ومَن كان خِلواً فليقبل على نفسه،ولينصح لولي أمره. (۳)**

(۱) شرح نووي ج۲ص ۱۲۵، كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية .

(۲) ~~كتاب الخراج ص ۱۵، أبويوسف يوصي الخليفة، كنزالعمال~~ ج۵ ص ۷۶۵ رقم: ۱۴۳۱۶ .

(۳) كنزالعُمّال ج۵ ص ۷۶۵ رقم: ۱۴۳۱۶، حياة الصحابة ج ۲ ص ۲۸۰،هل يخاف الأمير لومة لائم .

میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈروں تو میرے لیے یہ بہتر ہوگا یا یہ کہ میں اپنے نفس کی اصلاح کروں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا جسے مسلمانوں کے امور میں سے کوئی امر سپرد کیا گیا ہو (یعنی حاکم ہو) تو اسے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیے اور جو شخص یہ ذمہ داری نہیں رکھتا یعنی تنہا زندگی گزارتا ہے تو اسے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اپنے حکام کا خیر خواہ رہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے اپنی آخری وصیت میں آنے والے خلیفہ کو اس طرح فرمایا:

**”واجعل الناس عندک سواء لا تبالی علی مَن وجبَ الحق لاتأخذک في الله لومة لائم. (۱)**

تمام لوگوں کو ایک جیسا سمجھو اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ کس کے ذمہ حق بنتا ہے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت مانع نہ بنے۔

۴۔ ایک وصیت میں اسی طرح فرمایا ہے:

**أوصیک أن تخشی اللهَ في الناس ، ولاتخشی الناسَ في الله (۲)**

میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں بندوں کی ملامت سے نہ ڈرو۔

## حضرت علیؓ کا قول:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

**ما أمرتکم به من طاعة الله فحق علیکم طاعتي فیما احببتم وما کرهتم، وما أمرتکم به من معصیة الله أوغیره فلاطاعة لأحدفي معصیة الطاعة في المعروف**

---

(۱) ازالة الخفاء ج۲ ص ۱۹۱، کلمات سیدناعمرؓ.

(۲) کنزالعمال ج۵ ص ۷۸۰ رقم ۱۴۳۶۹. ازالة الخفاء ج۲ ص ۱۹۱، کلمات سیدناعمرؓ.

**الطاعة في المعروف ،الطاعة في المعروف . (۱)**

جب تک میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کا حکم کروں، تو تم پر میری اطاعت ان امور میں واجب ہے جو تمھیں پسند ہوں اور ان امور میں بھی جو تمھیں پسند نہ ہوں اور جب میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کروں تو پھر کسی کی بھی اللہ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں کی جاتی؛ بلکہ اطاعت نیک کاموں میں ہے اور یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔

## (۴۸) اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا:

ادارے کے سربراہ اور حاکم کو ہمیشہ اپنے فرائضِ منصبی پورا کرنے کا احساس ہونا چاہیے۔

## ذمہ داری کی تعریف :

دارالعلوم دیوبند کے استاذِ حدیث وادب مولانا وحید الزماںؒ (متوفی ۱۹۹۵ء) نے لکھا ہے:

المسئولية: ذمہ داری، جواب دہی۔

المسئول: جواب دہ، ذمہ دار، المسئولون: ذمہ داران، منتظمین ۔(۲)

علمائے کرام نے ذمہ داری کے مختلف معانی بیان کیے ہیں۔

**ا لف: كون الفردمكلفاًبأن يقوم ببعض الأشياء بأن يقدم عنهاحساباًإلى غيره.**

کسی شخص کا اس طرح مکلّف ہونا کہ بعض کاموں کو اس طور پر انجام دے کہ اس کا حساب کسی اور کو دینا پڑے۔

**ب: الشعور بأداء الواجب والإخلاص في العمل .**

یہ ادائے واجبات (ذمہ داریوں) کا شعور اور عمل میں اخلاص کو کہتے ہیں۔

---

(۱) كنزالعمال ج۵ ص ۷۸۰ رقم: ۱۴۳۶۹.

(۲) قاموس الوحید ص ۷۳۵.

**ج: حالة يكون فيها الإنسان صالحا للمواخذة على أعماله وملزما بتبعاتها المختلفة. (۱)**

یہ وہ حالت ہے جس میں انسان اس قابل ہو کہ اس کے کاموں پر یا ان کاموں کے مختلف نتائج پر اس کی گرفت کی جا سکے۔

## ذمہ داری کی اقسام :

ذمہ داری کی بہت سے دینی، اجتماعی اور اخلاقی اقسام ہیں۔ علامہ صالح ملوحی نے اس کی تفصیل یوں فرمائی ہے:

**(۱) المسؤولية الدينية: هي الزام المرأ بأوامر اللّٰه ونواهيه وقبوله في حال المخالفة لعقوبتها، ومصدرها الدين .**

پہلی قسم دینی ذمہ داری ہے یہ عبارت ہے اس سے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا التزام کرے اور جب وہ مخالفت کرے تو سزا کے لیے تیار رہو اور اس ذمہ داری کی اساس دین ہی ہے۔

**(۲) المسؤولية الاجتماعية : هي التزام المرء بقوانين المجتمع ، ونظمه ، وتقاليده.**

دوسری قسم اجتماعی ذمہ داری ہے اور یہ انسان کے معاشرتی قوانین، نظم اور رسم ورواج کے التزام سے عبارت ہے۔

**وقيل : هي المسؤولية الذاتية عن الجماعة ، وتكون من عناصر ثلاثة هي: الاهتمام ، والفهم، والمشاركة (۲)**

---

(۱) نضرة النعيم ج۸ ص ۴۴۰۳ ، أنواع المسؤولية .

(۲) أحمد سيد عثمان . المسؤولية الإجتماعية والشخصية المسلمة ص ۲۶۹ .

اور کسی نے کہا ہے کہ اجتماعی ذمہ داری دراصل ذاتی ذمہ داری ہے اور معاشرے یا ادارے کی اساس ان تین عناصر پر موقوف ہے :۱۔کام کو اہتمام کے ساتھ سرانجام دینا۔۲۔ باہمی مفاہمت۔ ۳۔اور کام کرنے میں کام کرنے والوں کے ساتھ شرکت ہے۔

**(۳) المسؤولية الأخلاقية: هي حالة تمنع المرء القدرة على تحمل تبعات أعماله،وآثارها،ومصدرها الضمير. (۱)**

تیسری قسم اخلاقی ذمہ داری ہے۔ یہ وہ حالت ہے جو انسان کو آثار و اعمال کے نتائج برداشت کرنے پر قدرت رکھنے سے روکتی ہے اور اس قسم کی ذمہ داری کی اساس انسان کی نفسیاتی وذہنی استعداد ہے۔

## ذمہ داری کا احساس قرآن کی روشنی میں:

قرآن مجید کی بہت سی آیات اس حوالے سے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

**(۱) ﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴾ . (۲)**

ترجمہ: سو کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس پھر کر نہیں آؤ گے۔

**(۲) ﴿ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴾ . (۳)**

ترجمہ: کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔

**(۳) ﴿ هَذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ ﴾ . (۴) ۔ (۵)**

(۱) نضرة النعيم ج۸ ص۳۴۰۳، أنواع المسؤولية .

(۲) سورة مؤمنون آيت : ۱۱۵ .

(۳) سورة قيامة آيت : ۲٦ .

(۴) سورة جاثيه آيت : ۲۹ .

(۵) نضرة النعيم ج۸ ص۳۴۰۳، أنواع المسؤولية .

ترجمہ: یہ (نامہ اعمال) ہمارا دفتر ہے، جو تمھارے معاملہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے۔

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

۱۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کسی غریب عورت کے بچوں کے لیے کھانے، پینے اور لباس کا سامان مہیا کر دیا تو اپنے غلام اسلم سے فرمایا:

**احمل عليّ .فقلتُ: ياأمير المؤمنين ! أنا أحمله عنک؟ فقال لي لأأم لک يا أسلم!أنا أحمله ؛ لأني أنا المسؤول عنهم في الآخرة فحمله حتى أتى به منزل المرأة . (١)**

یہ میرے کندھوں پر لاد دو۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین ! یہ آپ کی جگہ میں لے جاؤں گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اسلم ! میں یہ خود لے کر جاتا ہوں؛ کیوں کہ بروزِ قیامت مجھ سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ پھر وہ سامان خود اٹھالیا اور اس نادار عورت کے گھر لے گئے.

۲۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**لوماتتُ شاة على شط الفرات ضائعة لظننت أن اللّٰه تعالى سائلي عنهايوم القيامة. (٢)**

اگر دریاے فرات کے کنارے ایک بکری بھی بھوک سے مرگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہیں اس کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھ لے۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے :

**لئن نمتُ النهارلأضيعن الرعية،ولئن نمتُ الليل لأضيعن نفسي.فكيف**

(١) كنزالعمال ج١٢ ص ٦٤٩ رقم : ٣٥٩٧٨.

(٢) مناقب عمرص ١٨٠ ،باب: ٥٠في ذكرخوفه من اللّٰه ،حلية الأولياء ج ١ ص٥٦، عمرؓ.

بالنوم مع هذين يامعاوية ! (۱)

اگر میں دن کے وقت سو جاؤں تو رعیت کو ضائع کروں گا اور اگر رات کے وقت سو جاؤں تو اپنی ذات کو ضائع کروں گا۔ ان دو وجوہات کی بنا پر اے معاویہؓ! میں کیسے سو جاؤں۔

۴۔ كانؓ إذا وقع بالمسلمين أمر يكاد يهلك اِهتماما بأمرهم . (۲)

جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو حضرت عمرؓ مسلمانوں کے معاملے کے اہتمام کی وجہ سے اتنے غمزدہ ہوتے تھے کہ غم کی وجہ سے قریب الموت ہو جاتے تھے۔

ان آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر اور حاکم کی مسئولیت صرف انسان تک محدود نہیں بلکہ حیوانات تک بھی ہے۔

۶۔ اسلمؓ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قحط نہ اٹھاتے

لظننا أن عمر يموت همّاً بأمر المسلمين . (۳)

تو ہمیں گمان تھا کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کی تکلیف کے غم کی وجہ سے مر جاتے۔

## احساسِ ذمہ داری کے فوائد:

احساسِ ذمہ داری کے بہت سے فوائد ہیں۔ کچھ فوائد علامہ صالح ملوحی نے بیان فرمائے ہیں:

(۱) تشعر بوجوب أداء الأمانة أمام الله، وأمام الناس.

احساس ذمہ داری اللہ اور اس کی مخلوق کے سامنے وجوبِ ادائے امانت کا شعور بخشتا ہے۔

(۲) الإخلاص في العمل والثبات عليها.

احساسِ ذمہ داری عمل میں اخلاص اور اس پر دوام بخشتا ہے۔

(۱) سيوطي. تبويب جمع الجوامع ج٦ ص ۲۵۹. كنز العمال ج۱۲ ص ۵۷۹ رقم: ۳۵۸۰۴.

(۲) طبقات شعراني ص ۳۰.

(۳) كنز العمال ج ۱۲ ص ٦۱۱ رقم: ۳۵۸۹۵.

**(۳) کسب ثقة الناس ،واعتزازهم به.**

اس سے انسان کو لوگوں کا اعتماد اور عزت حاصل ہوتی ہے۔

**(۴) یعرض الشخص المسؤول بالسعادة تغمره كلما قام بتنفيذ عمل نافع.**

ذمہ دار انسان کو مفید عمل کے انجام دینے سے سعادت بخشتا ہے۔

**(۵) كل مسؤول بقدر استطاعة تحمله ولايخلو أحد من المسؤولية مهما قلّت منزلته في المجتمع.**

ہر انسان معاشرے میں اپنی استطاعت کے مطابق ذمہ دار ہے اور کوئی بھی اس سے مبرا نہیں۔ اگر چہ معاشرے میں اس کا مرتبہ بہت ہی چھوٹا ہو۔

**(٦) تجعل بنيان الدولة قوياغير قابل للتصدع عندالتعرض للمحن والحروب**

اس سے حکومت کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور جب سختیاں اور لڑائیاں پیش آجائیں تو اس وقت یہ حکومت اختلاف وانتشار سے بچ جاتی ہے۔

**(۷) المسؤولية تجعل الإنسان قيمة في مجتمعه. (۱)**

یہ معاشرے میں انسان کی قیمت بڑھاتی ہے۔

## (۴۹) لوگوں میں امتیازی حیثیت اور شان رکھنا :

ادارے کے سربراہ کو اپنی قوم میں امتیازی شان رکھنی چاہیے۔

### حضرت عمرؓ کا ارشاد:

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا :

**دلّوني على رجل استعمله على أمر قدأهّمني من أمر المسلمين .قالوا:**

(۱) نضرة النعيم ج۸ ص۱۴۱۷.

**عبدالرحمن بن عوف.قال : ضعيف. قالوا: فلان.قال : لاحاجة لي فيه. قالوا: مَن تريد؟ قال : رجل إذا كان أميرهم كان كأنه رجل منهم، وإذا لم يكن أميرهم كأنه أميرهم.قالوا: مانعلم إلاّ الربيع بن زياد الحارثي . قال : صدقتم . (۱)**

مجھے وہ شخص دکھاؤ جسے میں مسلمانوں کے کسی معاملے میں اہم منصب پر مقرر کروں۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ ضعیف یعنی بوڑھے ہو چکے ہیں پھر صحابہ کرامؓ نے ایک اور شخص کے بارے میں بتایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ آپ کو کس قسم کے آدمی کی ضرورت ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ایسا شخص چاہیے جو مقرر ہونے سے پہلے اپنی قوم میں خداداد اخلاق، تواضع ،خدمتِ خلق اور فطری صلاحیتوں میں ان کے امیر جیسی حیثیت رکھتا ہو۔ (یعنی لوگوں میں اس کی قدر و منزلت امیر جیسی ہو) اور جب وہ ان کا امیر بن جائے تو پھر قوم میں اس کی حیثیت ایک عام آدمی کی طرح رہے۔ (اور امتیازی شان نہ چاہتا ہو)۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ان صفات سے موصوف شخص صرف ربیع بن زیاد حارثیؒ کی ذات ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا اور ربیعؒ ہی کو حاکم مقرر فرمایا۔

علامہ ثعالبیؒ (متوفی ۴۲۹ھ) نے لکھا ہے کہ یحیی بن خالدؒ اپنے بیٹوں سے فرماتے تھے :

**إنـه لابدلكم من ولاة وأعوان فاستعملوا أهل الشرف وذوي البيوتات فإن النعمة بهم أليق،وهم بالجميل أعرف والناس إليهم أميل. (۲)**

کہ تمھارے لیے حکام اور معاونین بہت ضروری ہیں۔ پس تم شریف اور نیک خاندان سے متعلقہ اشخاص کو مقرر کرو کیوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ نعمت کی موجودگی بہت مناسب ہے۔ وہ

(۱) کنزالعُمّال ج۵ ص ۷۶۳ رقم: ۱۴۳۱۱ ،موسوعة ج ۱ ص ۲۹۰ رقم: ۱۶۸۸ .

(۲) آداب الملوک ص ۱۳۵ ، فصل في اخبار الملوک والولاة والصنائع والعمال .

نیک عمل کے زیادہ ساتھ مشہور ہوتے ہیں اور لوگ ان کی طرف زیادہ متوجہ اور مائل ہوتے ہیں۔

## (۵۰) بیت المال کا اہتمام اور اس میں کسی کا لحاظ نہ کرنا:

ادارے کے سربراہ کو بیت المال کا پورا اہتمام کرنا چاہیے؛ تاکہ بیت المال میں حرام مال نہ آئے اور نہ حرام طریقوں سے مال اس سے خرچ ہو۔ علامہ ابن حبان بستیؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے لکھا ہے :

**ثم يتفقد أمر بيت المال بأن لا يدخله حبة فما فوقها من قهر أو جور أو سلب أو نهب أو رشوة ، فإنه مسؤول عن كل ذرة منه، ومحاسب على كل حبة فيه، ثم لا يخرجه إلاّ في المواضع التي أمر الله –عزوجل– في سورة الأنفال.** (۱)

پھر حاکمِ وقت بیت المال کے بارے میں غور کرے کہ اس میں کوئی ایک دانہ یا اس سے زیادہ بزورِ طاقت، ظلم، غصب، لوٹ مار اور رشوت کے ذریعے داخل نہ ہو اور حاکم اسے ان مصارف میں استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ نے ''سورۂ انفال'' میں بیان فرمائے ہیں؛ کیوں کہ اس سے ہر ذرہ اور ہر دانہ کا حساب لیا جائے گا۔

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول:

علامہ ابن اثیرؒ (متوفی ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

**فلما حضرته الوفاة أوصى : أ تباع أرض له ويصرف ثمنها عوض ما أخذه من مال المسلمين .** (۲)

(۱) روضة العقلاء ص ۱۶۶/۱۶۷ ، وص ۴۳۴، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية.

(۲) الكامل في التاريخ ج ۲ ص ۳۹۳، ذكر بعض أخباره ومناقبه .

حضرت ابوبکرؓ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ بیت المال کے اس مال کے عوض جس سے میں نے استفادہ کیا ہے، میری ذاتی ملکیت کی زمین فروخت کی جائے اور رقم بیت المال میں جمع کردی۔

## حضرت عمرؓ کے ارشادات:

حضرت عمرؓ سے بیت المال میں احتیاط کے متعلق بہت سے آثار منقول ہیں۔ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے:

**ألاوإني أنزلتُ من مال الله بمنزلة ولي اليتيم إن استغنيتُ عففتُ، وإن افتقرتُ أكلتُ بالمعروف. (۱)**

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں بیت المال کے بارے میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہوں جیسے کسی یتیم کا سرپرست۔یعنی اگر مجھے کوئی ضرورت نہ ہوتو اس سے بچتا ہوں اور اگر اس کی ضرورت پڑ جائے تو پھر اس کو جائز طریقے سے استعمال کرتا ہوں۔

۲۔ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا اور اس کی اطلاع آپؓ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی۔اس نے آکر عرض کیا :اے امیر المؤمنینؓ! اس مال میں آپؓ کے رشتہ داروں کا بھی حق بنتا ہے اور اللہ تعالی نے اپنے رشتہ داروں کے حقوق پورا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**يا بنية ! حق أقربائي في مالي فأما هذا ففيء المسلمين ، غششتِ أباكِ، قومي .فقامت والله تجر ذيلها. (۲)**

---

(۱) کنزالعمال ج۱۶ ص۱۶۷ رقم: ۴۴۲۱۴، طبقات ابن سعد ج۳ ص۲۷۶، ذکر استخلاف عمر

(۲) کنزالعُمّال ج۱۲ ص۶۴۱ رقم: ۳۵۹۶۰،حياة الصحابة ج۲ ص۴۰۱،موسوعة ج۱ ص۳۹۳.

اے بیٹی! میرے رشتہ داروں کا حق میرے ذاتی مال میں ہے اور یہ مال تو دوسرے مسلمانوں کا ہے، تم اپنے باپ کو دھوکہ دیتی ہو۔ اٹھو! حضرت حفصہؓ اٹھ گئی اس حال میں کہ اپنے کپڑوں کا کچھ حصہ اپنے پیچھے کھینچ رہی تھی۔

۳۔ حضرت ابوموسی اشعریؓ بیت المال کی صفائی کررہے تھے کہ ان کو ایک درہم ملا۔ انھوں نے وہ درہم حضرت عمرؓ کے بیٹے کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب اپنے بیٹے کے پاس درہم دیکھا تو اس سے پوچھا کہ یہ درہم کہاں سے آیا؟ اس نے کہا کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ نے دیا۔ حضرت عمرؓ نے ابوموسی اشعریؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

**أما كان لک في المدينة أهل البيت أهون عليک من آل عمر ؟ . أردتَّ أن لاتبقى أحد من أمة محمد(ﷺ) إلاّ طالبنابظلمة في هذا الدرهم فأخذ الدرهم فالقاه في بيت المال . (۱)**

کہ تمھیں مدینہ منورہ کے شہر میں عمر کے اہل وعیال سے کوئی دوسرا گھرانہ کمزور نظر نہ آیا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ نبی کریم (ﷺ) کی امت اس درہم کے بارے میں ہم سے مطالبہ کرے۔ یہ کہہ کر اس درہم کو دوبارہ بیت المال میں ڈال دیا۔

۴۔ حضرت عمرؓ کے پاس ان کے سسر آئے اور بیت المال میں سے کچھ مال طلب کیا، تو حضرت عمرؓ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا:

**أردتَ أن ألقى الله ملكاخائنا ؟ فلماكان بعدذلک أعطاه من صلب ماله عشرة ألآف درهم. (۲)**

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خائن بن کر جاؤں؟ پھر بعد میں اپنے ذاتی

---

(۱) کنزالعمال ج۱۲ ص ۶۷۰ رقم: ۳۶۰۲۴.

(۲) کنزالعُمّال ج۴ ص ۵۷۰ رقم: ۱۱۶۷۳. موسوعة ج۱ ص۱۴۸ رقم: ۷۵۳.

مال میں سے ان کو دس ہزار درہم دے دیے۔ موجودہ دور کے حاکموں کے لیے ان واقعات میں کافی درس عبرت ہے۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے اسی ہزار (۸۰۰۰۰) درہم ادھار لیے تھے۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو بلا کر فرمایا:

**بع فيهاأموالَ عمر فإن وفت وإلاّفاسئلُ بني عدي وإلاّفاسئلُ قريش ولاتعدهم.**

اس ادھار کی خلاصی کے لیے میری ذاتی ملکیت فروخت کر دینا۔ اگر اس سے کام نہ بنا تو بنی عدی قوم سے مطالبہ کرنا۔ اور اگر بنی عدی قوم سے پورا نہ ہوا تو قریش سے مطالبہ کرنا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا:

**اَلاَ تستقرض من بيت المال حتى تؤديها ؟ .**

کیا آپ بیت المال سے ادھار نہیں لیتے کہ بعد میں ادا کریں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**معاذالله أن تقول أنت وأصحابک بعدي: أمانحن فقدتر كنانصيبناالعمر.**

میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ میرے بعد آپ اور آپ کے ساتھی یہ کہیں کہ ہم نے اپنا حصہ حضرت عمرؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ ان کو اس رقم کی ضمانت دے دو، پس وہ ضامن بن گئے۔

حضرت عمرؓ کو ابھی تک دفنایا نہیں گیا تھا کہ حضرت عبداللہؓ نے شوریٰ کے چھ افراد اور انصار کی ایک جماعت کو اپنا گواہ بنا لیا کہ میں بیت المال کا مقروض ہوں۔ حضرت عمرؓ کے مدفون ہونے کو ابھی ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے وہی رقم حضرت عثمانؓ کے حوالے کر دی اور اسی وقت گواہوں کو حاضر کر دیا۔(۱)

موجودہ حکام وقت کے لیے یہ واقعات عبرت کا بڑا ذریعہ ہیں۔

---

(۱) كنزالعُمّال ج۱۲ ص۶۷۹ رقم: ۳۶۰۷۵.

## حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل:

بیت المال کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ سے بھی احتیاط منقول ہے:

**إن عثمان كان يطعم الناس طعام الإمارة،ويدخل بيته فيأكل الخل والزيت(۱)**

حضرت عثمانؓ لوگوں کو امارت کا کھانا کھلاتے تھے اور خود گھر چلے جاتے تھے اور سرکہ یا زیتون کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت حسنؓ فرماتے ہیں:

**رأيت عثمان نائماً في المسجد في لِجفة ليس حوله أحد وهو أمير المؤمنين.**

میں نے حضرت عثمانؓ کو ان کے دور خلافت میں دیکھا کہ وہ مسجد میں دروازہ کی چوکھٹ (دہلیز) میں لیٹے ہوئے تھے اور ان کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے:

**رأيتُ عثمان يقيل في المسجد ويقوم وأثر الحصا في جنبه فيقول الناس: هذا أمير المؤمنين.(۲)**

میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ مسجد میں قیلولہ فرمارہے تھے جب اٹھے تو ان کے بدن پر کنکریوں کے نشانات تھے اور لوگ کہہ رہے تھے: یہ امیر المؤمنین ہیں۔

## حضرت علیؓ کا طرزِ عمل:

حضرت علیؓ کے پاس ان کا غلام قمبر آیا اور کہا:

**ياأمير المؤمنين ! إنک رجل لاتليق شيئاً وأن لأهل بيتک في هذا المال نصيباً.**

اے امیر المؤمنین! آپ کے اہل وعیال کا بھی اس بیت المال میں حصہ ہے۔لیکن آپ ان

(۱) أبونعيم أصفهاني . حلية الأولياء ج ۱ص ۶۳ ، عثمان بن عفان .

(۲) إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء ج۲ص ۲۲۵ ، حياة الصحابة ج۲ص ۴۴۸.

کے لیے کچھ نہیں لیتے اور سارا لوگوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ آج میں نے آپ کے لیے کچھ حصہ الگ کردیا ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا وہ حصہ کیا ہے؟ قمبر نے کہا: کچھ سونا اور چاندی ہے۔ حضرت علیؓ اس بات پر ناراض ہو گئے اور فرمایا۔

**ثکلتک أمک لقدأردتَ أن تدخل بيتي نارا عظيمة ثم جعل يزنها، ويعطي كل عريف بحصته. (۱)**

ارے تمہاری ماں تم کو روئے! تم چاہتے ہو کہ: میرے گھر میں ایک بڑی آگ داخل کردو۔ پھر انھوں نے لوگوں کو بلایا، اور سونے چاندی کو تول کر ہر منتظم کے درمیان اس کے حصے کے مطابق تقسیم کردیا۔

## حکومت کی حیثیت نائب اور امین کی ہے:

ہر اقدام میں حکومت کے پیشِ نظر یہ اصول رہنا ضروری ہے کہ خود اس کی حیثیت بھی مالک کی نہیں ہے بلکہ نائب اور امین کی ہے۔

**ليس لوُلاة الأموال أن يقسموهابحسب أهوائهم كمايقسم المالك ملكه فإنماهم أمناء ونُوّاب. (۲)**

اموال کے منتظمین کے لیے جائز نہیں کہ مالک کی طرح اپنی خواہشات کے مطابق اموال کو تقسیم کریں۔ بلکہ وہ نائب اور امین ہیں وہ اپنی اس حیثیت کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔

## (۵۱) عالی ہمت ہونا:

ادارے کے سربراہ کو چاہیے کہ عالی ہمت ہو، مقصود کے حصول کے لیے یہ بہت اہم شرط ہے۔

(۱) كنزالعمال ج۱۳ص ۱۸۱ رقم: ۳۶۵۴۴، مآثرعلي بن أبي طالبؓ.

(۲) الجوامع في السياسة الإلهية ص ۶۱.

## ہمت کے معنی:

امام غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) نے ہمت کے معنی اس طرح کیے ہیں :

**اعلم! أن الهمة هي إجماع قلب المهتم،وجمعه لنيل مقصده بالتوجه إليه دون غيره من غيرقلب قاصده لسواه. (۱)**

جان لو! کہ ہمت، ارادہ کرنے والے کا اپنے مقصد کے حصول کی طرف دل کے پھیرنے کا نام ہے، اس طور پر کہ مقصد کے علاوہ کسی اور کی طرف میلان نہ ہو۔

**تفسير معنى الهمة:أن يرفع نفسه فإن أنفة القلب من همم الأكابر،لأنهم يعرفون قدرأنفسهم فيعزونها، ولايرفع أحدقدرأحدحتى يكون هوالرافع لقدرنفسه.وإعزازالمرء نفسه،أن لايختلط بالأرذال،ولايشرع في عمل مالايجوزلمثله أن يعمله،ولايقول مايعاب به والهمة والأنفة للملوك لأن اللّٰه ركب فيهم هذه الخصلة ليتعلمها منهم الوزراء والندماء. (۲)**

ہمت کے معنی کی وضاحت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو بلند رکھے؛ اس لیے کہ عالی دِل ہونا بڑے لوگوں کی ہمتوں کا تقاضا ہے کیوں کہ وہ اپنی قدر پہچانتے ہیں اس لیے وہ اپنے نفس کی عزت کرتے ہیں اور اپنے نفس کی قدر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رذیل لوگوں سے اختلاط نہ رکھے اور نہ کوئی ایسا کام کرے کہ ان جیسے لوگوں کے لیے جائز نہ ہو اور نہ ایسی بات کہے جو اس کے لیے عیب ہو۔ ہمت اور خود اعتمادی بادشاہوں کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ خُوبی ڈالی ہے تا کہ ان سے ان کے وزیر اور ہم نشین بھی یہ خصلت سیکھیں۔

---

(۱) سرّ العالمين وكشف ما في الدارين ص ۱۰۱.

(۲) التبر المسبوك في نصيحة الملوك ص۹۷ ، الباب الرابع في سمّوهمم الملوك .

اسی طرح امام غزالیؒ نے لکھا ہے :

**الهمم هي فروع من فروع النفس على قدر وضع النفس وارتفاعها. (۱)**

ہمتیں نفس کی شاخوں میں سے ہیں اور یہ نفس کی کمزوری، قوت اور بلندی کے مطابق ہوتی ہیں۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ حالت کے لحاظ سے کون سے لوگ بلند ہیں تو انھوں نے کہا کہ:

**أعلاهم همة . (۲)** وہ لوگ جن کی ہمتیں بلند ہوں۔

## بلند ہمتی کے معنی:

علو الہمۃ، کبر الہمۃ، اور عظم الہمۃ ایک ہی چیز ہے مگر کبھی کبھی اس کے اعتبارات جدا جدا ہوتے ہیں۔ امام راغب اصفہانیؒ متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے :

**كبر الهمة على الإطلاق: هو مَن لا يرضى بالهمم الحيوانية قدر وسعه . فلا يصير عبد بطنه وفرجه . بل يجتهد أن يتخصص بمكارم الشريعة فيصير من أولياء اللّٰه وخلفائه في الدنيا، ومن مجاوريه في الآخرة ، والصغير الهمة : مَن كان على الضد من ذلک. (۳)**

مطلقاً بلند ہمت شخص وہ ہے جو اپنی بساط کے مطابق حیوانی ہمتوں پر راضی نہ ہوتا ہو اور اپنی پیٹ اور شرمگاہ کا غلام اور تابع نہیں ہوتا؛ بلکہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ شریعت کے اخلاق سے اپنے آپ کو مزیّن کرے اور اسی توسط سے اللہ تعالیٰ کا دوست اور دنیا میں اس کا خلیفہ بن

(۱) سر العالمين وكشف ما في الدارين ص ۱۰۱ .

(۲) التبر المسبوک في نصيحة الملوک ص ۱۰۰ ، الباب الرابع في سمّو همم الملوک .

(۳) الذريعة إلى مكارم الشريعة ص ۱۴۸ ، الباب الثاني كبر الهمة .

جائے۔اور آخرت میں اس کا مقرب ہو جائے اور پست ہمت شخص اس کے برعکس ہوتا ہے( وہ صرف پیٹ اور شرمگاہ کا غلام ہوتا ہے)۔

علامہ مناویؒ (متوفی ۱۰۳۱ھ) نے لکھا ہے :

**عدم المبالات بسعادة الدنيا وشقاوتها. (۱)**

(بلند ہمتی یہ ہے کہ انسان) دنیاوی سعادت وبدبختی دونوں کی پرواہ نہ کرے۔

## لوگوں کی اقسام :

انسانی معاشرے میں لوگ مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔بعض عقلمند ہوتے ہیں جن میں بڑے بڑے کاموں کی استعداد ہوتی ہے اوران کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔اور بعض لوگوں میں بڑے کاموں کی استعداد ہوتی ہے لیکن اپنے آپ کو ضائع کرتے ہیں یعنی چھوٹے کاموں میں اپنی استعداد کو صرف کرتے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جو بڑے کاموں کی استعداد نہیں رکھتے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم بڑے کاموں کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض وہ لوگ ہیں جو بڑے کاموں کی استعداد تو نہیں رکھتے لیکن یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اس پر قادر ہیں۔

## حضرت عمرؓ کے اقوال:

۱۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :

**اجتهد أن لاتكون دنيء الهمة ؛فإني مارأيتُ أسقط لقدم الإنسان مِن تدني همته. (۲)**

جہاں تک ہو سکے کمزور ہمت نہ بنو؛ کیوں کہ میں نے کم ہمتی سے زیادہ انسان کے قدموں کو گرانے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

---

(۱) التوقيف على مهمات التعاريف ص۷۱۵ ، باب العين فصل الظاء .

(۲) غزالي . التبرالمسبوك في نصيحة الملوك ص۹۷ ،الباب الرابع في سمّوهمم الملوك .

۲۔ اسی طرح حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :

**لاتصغرن هممكم فإني لم أر أقعد عن المكرمات مِن صغر الهمم. (۱)**

کم ہمت نہ بنو؛ کیونکہ میں نے نہیں دیکھا ہے کہ انسان کو معزز بننے سے اور بڑی نعمتوں سے کوئی چیز محروم نہیں کرسکتی ہے سوائے کم ہمتی کے۔

امام ابو منصور ثعالبیؒ (متوفی ۴۲۹ھ) لکھتے ہیں :

**أولى الناس بكبر الهمة وارتفاعها الملوك، وماشيء أقعد لملك مِن صغر همّته. (۲)**

تمام لوگوں میں بلند ہمتی کے قابل ولائق بادشاہ اور حکما ہیں اور کم ہمتی سے زیادہ کوئی چیز کسی بادشاہ یا حاکم کو اپنے مرتبے سے نہیں گراتی ہے۔

## بلند ہمتی کے حصول کے طریقے :

کچھ اسباب ایسے ہیں جن کو اپنانے سے انسان میں بلند ہمتی پیدا ہوسکتی ہے۔

ہمارے اکابرین اس صفت سے متصف تھے ان کی سیرت وکردار کا مطالعہ کیا جائے اور ان فوائد کا استحضار کیا جائے جو ان کو اس صفت کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں اور اسی سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کی جائے، تو اس سے ہمتیں پروان چڑھتی ہیں۔

علامہ صالح ملوحی نے لکھا ہے :

**يتربى عظم الهمة من طريق الاقتداء، أومن طريق تلقين الحكمة، وبيان عظم الهمة ومايكسبه صاحبه، ومن سؤدد، وكمال، أومن طريق درس التاريخ، والنظر في سير أعاظم الرجال؛ فأنالو أخذنا نبحث عن مفاخر أولئك الذين يلهج**

(۱) أدب الدنيا والدين ص ۵۰۳، علو الهمة. إزالة الخفاء ج ۲ ص ۲۰۴، كلمات سيدنا عمرؓ.

(۲) آداب الملوك ص ۱۰۱، فصل في كبر الهمة.

**التاریخ بأسمائهم لو جدنا معظم مفاخرهم قائمة على هذا الخلق الذي نسميه عظم الهمة.**

بلند ہمتی اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ یا تو بلند ہمت لوگوں کی پیروی کی جائے یا کسی انسان کو حکمت کی تعلیم دی جائے اور اس کے سامنے بلند ہمتی اور اس پر عمل کرنے والوں کی عظمت اور کمال بیان کیا جائے اور یا پھر تاریخ اور بڑے لوگوں کی سوانحِ حیات پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

یقیناً اگر ہم اسلاف کے ان فخریہ کارناموں کو یاد کریں جن سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ان کا فخریہ مقام بلند ہمتی ہی کی وجہ سے ان کو ملا ہے۔

**والقرآن يملأ النفوس بعظم الهمة، وهذا العظم هو الذي قذف بأوليائه ذات اليمين وذات الشمال .فأتوا على عروش كانت ظالمة ، ونسفوها من وجه البسيطة نسفا، ثم رفعوا لواء العدل والحرية ، وفجروا أنهار العلوم تفجيرا.**

قرآن کریم نفسِ انسانی کو بلند ہمتی کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ وہ وصف ہے جس کی بدولت انسان ترقی کرسکتا ہے۔ خواہ وہ ہر طرح سے ہو اور پھر اس کے نتیجے میں وہ ظالم حکمرانوں پر حملہ کرتے ہیں اور اس ظالمانہ حکومت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ پھر بلند ہمت لوگ قابض بن جاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ عدل وانصاف کا جھنڈا بلند کر دیتے ہیں اور علم کے چشمے خوب جاری کر دیتے ہیں۔

**وإذا رأينا من بعض قرائه هم ماخئيلة، ونفوسا خاملة فلأنهم لم يتدبروا بآياته، ولم يتفقهوا في حكمه . (۱)**

---

(۱) نضرة النعيم ج۷ ص۲۹۸۶.

اور جب ہم قرآن پڑھنے والوں کی طرف دیکھیں کہ ان کی ہمتیں کمزور اور پست ہیں ان کے نفوس سست اور کمزور ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کیا اور نہ قرآن حکیم کی حکمت کو سمجھ چکے ہیں (ورنہ وہ عالی ہمّت ہوتے)۔

## بلند ہمتی کے مراتب :

بلند ہمتی کے پانچ مراتب ہیں۔ جو علامہ صلاح ملوحی نے بیان فرمائے ہیں :

**إن لهذاالعلو مجالات خمس: طلب العلم، العبادة ، والاستقامة، البحث عن الحق، الدعوة إلى الله تعالى، والجهاد في سبيل الله.** (۱)

اس بلند ہمتی کے پانچ مراتب ہیں۔ ۱۔علم کی طلب۔ ۲۔عبادت۔ ۳۔استقامت۔ ۴۔حق کی تحقیق۔ ۵۔اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور جہاد فی سبیل اللہ۔

## حکام کے لیے بلند ہمتی کی اہمیت اور ضرورت :

خصوصاً حکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ بلند ہمت ہوں۔ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے :

**(( إن الله يحب معالي الأمور وأشرافها ويكره سفسافها )).** (۲)

اللہ تعالیٰ کو اونچے اور اعلیٰ کام پسند ہیں اور بے فائدہ کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) لکھتے ہیں :

**السفساف مايذل المرء بخسّته .** (۳)

سفساف ہر وہ گھٹیا چیز ہے جس کی وجہ سے انسان ذلیل ہوتا ہو۔

(۱) نضرة النعيم ج۷ ص ۳۰۰۹.

(۲) كنز العُمّال ج۱۵ ص ۷۷۰ رقم: ۴۳۰۲۱.

(۳) كتاب الكسب ص۱۳۷ .

حسان بن ثابتؓ نے نبی کریم (ﷺ) کی شان میں فرمایا ہے :

**له همم لامنتهى لكبارها ☆ وهمته الصغرى أجل من الدهر (۱)**

رسول اللہ ﷺ کی ایسی ہمتیں ہیں کہ بلند ہمتوں کی کوئی انتہاء نہیں اور ان کی چھوٹی سے چھوٹی بلند ہمتی تمام زمانہ سے بلند و برتر ہے۔

## (۵۲) مقرر کردہ حکّام کی حمایت اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ وہ مقرر کردہ عاملوں کی مناسب حمایت کرے اور ان کے حقوق کا خیال رکھے۔علامہ گیلانیؒ فرماتے ہیں :

**ممايبنبغي أن يشعربه المؤظف العام ليتمكن من أداء وظيفته، هو استقراره، وحمايته ،وحفظ حقوقه، وإلاّ صار مهادناعلى حساب مصلحة الوظيفة . (۲)**

**حق الوزيرعلى الملك أن لايسمع كلام الوُشاة والمتعرضين،فإنه مقصودمحسود،والحسودلايبقى ولا يذر،بل يجب أن يعرض له بمابلغه عنه ممايكرهه أولايستصوبه،فان كان صحيحاًاعتذره ولم يعده،و إن كان كذباً وتمويها،برهن على نفسه ليزول الشك فيه. (۳)**

امیر کے لیے جن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ان میں سے ایک اپنے ماتحت حکام کا خیال رکھنا بھی ہے یعنی ان کو برقرار رکھنا، ان کی حمایت کرنا اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا؛ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ماتحت لوگ اپنے کام انجام دینے میں بے وفا ثابت ہوں گے۔

---

(۱) آداب الملوک ص ۱۰۱، فصل في كبرالهمة .

(۲) القيود الوارة ص ۲۱۸ ، المبحث الثاني محاسبة رئيس الدولة بأعوانه من الموظفين .

(۳) تحفة الوزراء ص ۷۲. القيود الواردة ص۲۱۸ .

بادشاہ پر وزیر کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنے وزیر کے خلاف معترضین کی باتوں پر کان نہ دھرے کیوں کہ زیادہ تر لوگ وزیر کے ساتھ حسد رکھتے ہیں اور اسے اپنی حالت پر برقرار رکھنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے وزیر سے مناسب استفسار کرے۔ اعتراض درست ثابت ہونے کی صورت میں اس کی نامعقول ونامشروع معذرت بھی تسلیم نہ کرے اور اگر اعتراض غلط ثابت ہوا تو بادشاہ کو چاہیے کہ وہ وزیر کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہ رکھے۔

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**مما ینبغي للملک أن یحذره قبول السعایة في أصحابه، فذلک یوحش الناصحَ، ویؤمن الخائن، ویفتح للسُّعَاةِ أبوابَ الرشا.** (۱)

بادشاہ اور حاکم کے لیے لازم ہے کہ وہ سنی سنائی شکایات پر عمل نہ کرے اس لیے کہ ایسا کرنے سے خیر خواہ انسان بھی متنفر ہوتا ہے۔ دوسری طرف خیانت کرنے والے کو اطمینان ملتا ہے اور جھوٹی شکایت کرنے والوں کے لیے رشوت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

## (۵۳) لوگوں کی مناسب راہنمائی کی طاقت رکھنا:

ادارے کے سربراہ کے لیے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے کی کوشش کرے، اُن کی ذہن سازی کرے اور مطلوبہ ترقی واہداف حاصل کرنے تک قوم کی رہنمائی کرے۔ علامہ قادری لکھتے ہیں:

**إن من صفات کفاء ة وليّ الأمر المهمة: أن یکون قادرا علی توجیه رعیته توجیها مفیدا، وتعلیمهم واجباتهم، ونقل آرائه النابعة من علمه وخبرته وتجاربه و ممارسته إلیهم ، حتی یکونوا دائما في ارتقاء و تکون مدارکهم في اتساع**

---

(۱) تسهیل النظر وتعجیل الظفر ص ۲۵۲ ، حذر الملک قبول السعایة في أصحابه .

**لینجحوا في أعمالهم ویزدادوهم وأتباعهم بتلک التوجیهات والتعلیمات المفیدة خبرة وتجربة،وهذه الصفة بدهیة في الإسلام . فالقرآن الکریم إنما نزل للتعلیم،والتوجیه،والتزکیة والرسول علیه الصلاة والسلام إنمابعث لذلک وأصحابه الکرام والتابعین لهم باحسان رضي اللّٰه عنهم تلک هي سبیلهم کماقال تعالی :﴿ هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِيْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾ . (۱) – (۲)**

حاکم کو اپنی رعایا کی راہنمائی کے لیے مفید توجہ کرنے اوران کو اپنے فرائض کی تعلیم دلوانے اورعلم سے روشناس کرانے پر قادر ہونا چاہیے تاکہ رعایا ترقی کی راہ پر گامزن ہوں ،اور کامیاب ہوں۔اوران کے ماتحت لوگ فائدہ مند کاموں اور تعلیمات میں ان کی معلومات اور تجربوں سے مستفید ہوں۔یہ وصف اسلام کی تعلیمات میں بالکل ظاہر ہے۔

قرآن کریم تعلیم،تزکیہ نفس اور رہنمائی کی خاطر انسانوں کے واسطے نازل کیا گیا ہے۔اسی بات کے لیے نبی کریم (ﷺ) کی بعثت بھی ہوئی ہے اوریہی مذکورہ نیک راستہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان ہی میں سے پیغمبر بھیجا؛ تاکہ انھیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے اور انھیں پاک وصاف بنادے اورانھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے؛ حالانکہ پہلے وہ لوگ (عرب) صریح گمراہی میں تھے۔

(۱) سورة جمعة آیت : ۲.

(۲) الکفاء ة الإداریة ص۸۷ ، المبحث السابع القدرة علی التوجیه والتعلیم .

## رسول اللہ (ﷺ) کی سنت:

آپ (ﷺ) کی سنت یہ تھی کہ لوگوں کو اپنے اقوال اور طرزِ عمل سے سیدھی راہ دکھاتے۔

علامہ قادری رقمطراز ہیں:

**كان عليه الصلوة والسلام يوجه أصحابه و يعلمهم القرآن و السنة و كلما وُجِد أمرٌيحتاج إلى توجيه قام به (ﷺ) . (۱)**

نبی کریم (ﷺ) اپنے صحابہؓ کرامؓ کی رہنمائی فرماتے اور انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتے اور جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آجاتا جس میں رہنمائی کی ضرورت ہوتی تو نبی کریم (ﷺ) اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کی پوری رہنمائی فرماتے۔

**فمن توجيهات الرسول عليه الصلاة والسلام لوُلاته ماروااه أبوبردةؓ قال: بعث النبي(ﷺ) أبي وهو أبو موسىٰ الأشعريؓ ومعاذبن جبلؓ إلى اليمن فقال: يسرا ولاتعسرابشرا ولاتنفرا ،وتطاوعاولاتخلفها.(۲)**

نبی کریمﷺ کی رہنمائی کے بارے میں حضرت ابو بردہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریمﷺ نے میرے والد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو ان کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

یادرکھوتم دونوں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو اور سختی سے گریز کرو، لوگوں کو خوش خبری سناؤ، انھیں متنفر نہ کرو اور فرمان بردار بن کر رہو اور اس نصیحت کے خلاف مت کرو۔

**فقدأمرهماالنبي(ﷺ) بأمرين : الأمرالأول يتعلق بالرعية وهو الرفق بهم و**

(۱) الكفاءة الإدارية ص۸۷ ، المبحث السابع القدرة على التوجيه والتعليم .

(۲) بخاري ج ۱ ص ۴۲۶ ، كتاب الجهاد باب مايكره من التنازع والإختلاف في الحرب .

**التيسر عليهم وعدم الشدة في معاملتهم وتعليمهم ما ينفعهم في دينهم ودنياهم.**

نبی کریم (ﷺ) نے دونوں حضرات کو دو ہی چیزوں کا حکم دیا پہلی چیز رعیت کے متعلق تھی یعنی یہ کہ رعایا کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ نہ کہ سختی سے اور انھیں وہ تعلیم دلاؤ جوان کے لیے دین و دنیا میں فائدہ مند ہو۔

**والأمر الثاني: يتعلق بهما أنفسهما وهو أن يتطاوعا ولا يختلفا لما في ذلک من استمرار الإخوة و المحبة بينهما، ولما يترتب على ذلک من اجتماع الرعية باجتماعهما ؛لأنهما إذا اختلفا اختلفت رعيتهما، إذالغالب أن يتبع كل واحد من الواليين المختلفين أتباعٌ، وفي ذلک فشل لولاة الأمر ورعيتهم. (۱)**

دوسرا حکم ان کی ذات کے متعلق تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ تابعدار رہیں اور ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں اور ہمیشہ بھائیوں کی طرح رہیں اس وجہ سے کہ جب ان کے درمیان دائمی اخوت اور محبت پیدا ہوگی تو ان کے اتفاق کی وجہ سے نتیجتاً رعایا میں بھی اتفاق قائم رہے گا کیونکہ جب ان دونوں کا آپس میں اختلاف ہوگا ،تو نتیجتاً رعایا میں بھی اختلاف پیدا ہوگا؛ اس لیے کہ ہر حاکم کے اپنے اپنے معتقدین ہوتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں اولوالامر اور ان کی رعیت کمزور ہو جائیں گے۔

## خلفاے راشدینؓ کی سنت :

چاروں خلفاے راشدینؓ کا کام لوگوں کو سیدھی راہ دکھلانا بھی تھا اور وہ لوگ اجتماعی امور میں اپنے حاکموں کی رہنمائی بھی فرماتے تھے۔

چنانچہ علامہ قادری لکھتے ہیں:

(۱) عبداللہ قادري . الكفاءة الإدارية ص ۸۸ ، المبحث السابع القدرة على التوجيه والتعليم .

**هكذا كان خلفاء ه الراشدونؓ وأتباعهم كذلك. (۱)**

اوراسی طرح کاتعامل خلفائے راشدینؓ اوران کے تابعینؒ کا بھی تھا۔

## حضرت ابوبکرصدیقؓ کاارشاد:

خلیفۂ اول حضرت ابوبکرصدیقؓ کی رہنمائی کے بارے میں مختصراً عرض کیاجاتا ہے کہ آپؓ جب خلیفہ بنے تو سب سے پہلے اپنی رعیت کوحکومت اورسیاست کے بارے میں معلومات فراہم کیں اورفرمایا:

**أيهاالنـاس ! قد وليت عليكم ولستُ بخيركم فإن أحسنتُ فأعينوني وإن اسأتُ فقوّموني .(۲)**

اے لوگو! میں تم پرحاکم مقررکیا گیا ہوں اورمیں تم سے بہترنہیں ہوں۔اگرمیں نیک کام کروں تومیرے ساتھ تعاون کرواوراگرمیں نامناسب کام کروں توتم میری اصلاح کرو۔

## حضرت عمرؓ کاارشاد:

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کے بحثیت رہنما دومکتوب بہت مشہور ہیں جوآپؓ نے اپنے قاضی حضرت ابوموسی اشعریؓ کولکھ بھیجے تھے:

**أمابعد ! فإن القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة . (۳)**

حمدوثنا کے بعدعرض ہے کہ عہدۂ قضاایک مضبوط اوراہم فریضہ ہےاوریہ وہ سنت ہےجس کی اتباع ضروری ہوتی ہے۔

---

(۱) الكفاءة الإدارية ص۸۷ ، المبحث السابع القدرة على التوجيه والتعليم .

(۲) كنزالعُمّال ج۵ ص ۶۰۱ رقم: ۱۴۰۶۴ .

(۳) ابن قيم . إعلام الموقعين ج۲ص ۱۸۵ ، خطاب عمر إلى أبي موسىٰ.

## حضرت عثمانؓ کا ارشاد:

حضرت عثمانؓ کی لوگوں کی رہنمائی پر وہ اقوال ثبوت ہیں، جس کو آپؓ نے پہلے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا :

حافظ ابن کثیرؒ (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

**إنكم في دارٍ قلعةٍ، وفي بقية أعمار، فبادروا آجالكم بخير ما تقدرون عليه.(۱)**

تم ویران ہونے والے گھر (دنیا) میں رہ رہے ہو اور ابھی تمھاری عُمریں باقی ہیں تو اپنی موت کے آنے سے پہلے جتنے خیر کے کام تم کر سکتے ہو جلدی جلدی اس کو کرو۔

## حضرت علیؓ کا ارشاد:

حضرت علیؓ بحیثیتِ راہنما اور رہبر کے، لوگوں کی راہنمائی پر وہ تمام باتیں دال ہیں جن کا ذکر خطبۂ خلافت میں کیا گیا ہے: حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

**إن الله تعالى أنزل كتاباً هادياً بيّن فيه الخيرَ والشر. فخذوا بالخير، ودعوا الشر.(۲)**

اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف ایک ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے۔ اس کتاب (قرآن) میں خیر وشر کے بارے میں واضح بیان کیا گیا ہے۔ پس چاہیے کہ خیر کی باتوں پر عمل کرو اور شر کی باتوں سے دور رہو۔

---

(۱) ابن كثير . البداية والنهاية ج۵ ص ۳۲۹ ، خلافة أمير المؤمنين عثمان بن عفانؓ ثم استهلت سنة أربع وعشرون .

(۲) البداية والنهاية ج۵ ص ۲۲۱ ، ذكر بيعت علي بالخلافة ،تاريخ طبري ج۴ ص ۳۴۶، اتساق الأمر في البيعة لعلي بن أبي طالبؓ .

اسی طرح منصوبہ بندی اور اچھے لائحہ عمل پر قدرت رکھنا وہ معیار اور اساس ہے جو ایک حاکم کو دوسرے حاکم سے ممتاز کرتا ہے اور مذکورہ صلاحیت اور استعداد اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہر کام کے انجام دینے کے لیے واضح پلان اور منصوبے ترتیب دیے جائیں اور حکومت کو سنبھالنے کی سیاست واضح ہو جائے اور ہر اہل شخص کو اس کی مہارت کے مطابق مادی اور بشری امکانات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذمہ داریاں سپرد کی جائیں۔(۱)

## (۵۴) رعیت اور ماتحت حکام کے ساتھ بچوں جیسا سلوک کرنا:

ادارے کے سربراہ پر لازم ہے کہ وہ ماتحت حاکموں کے ساتھ بچوں جیسے پیار کا برتاؤ کرے اور ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرے۔ ان کی ضروریات پوری کرے اور ان کی اصلاح کا بندوبست بھی کیا کرے ان کے ساتھ درگزر سے پیش آئے۔ ان کو سزا کے ساتھ جزا بھی دے۔

### رسول اللہ (ﷺ) کی سنت:

جب رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو یمن کے عوام کے بارے میں ان کو ایک تعلیمی خط دیا جس میں ارشاد تھا:

**أن يكون لهم أبا رحيما يتفقد صلاح أمورهم يجزئ المحسن بإحسانه ويأخذ على يد المسيء بالمعروف ، وإني لم أبعث عليكم معاذاً رباً وإنما بعثته أخاً ومعلماً ومنفذاً لأمر الله تعالى ومعطياً الذي عليه من الحق مما فعل .(۲)**

معاذ بن جبلؓ یمن کے عوام کے لیے مہربان باپ جیسے رہیں گے، لوگوں کے کاموں کی اصلاح میں غور کریں گے اور نیک لوگوں کو نیکی کرنے کا اچھا معاوضہ دیں گے اور میں نے

---

(۱) فوزي كمال أدهم . الإدارة الإسلامية ص ۲۶۴ ، القدرة على التخطيط والتنظيم .

(۲) حميد الله . الوثائق السياسية ص ۲۱۳ ، التعليمات إلى معاذبن جبلؓ.

تمھارے لیے معاذؓ کورب کی حیثیت سے نہیں بھیجا بلکہ میں نے اس کو بھائی اور معلم کی حیثیت سے بھیجاہےاور وہ تم پراللہ تعالی کے احکام نافذکریں گےاورآپ کواپنے حقوق دیں گے۔

## حضرت ابوبکرصدیقؓ کاارشاد:

جب حضرت ابوبکرصدیقؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کوشام کی طرف بھیجاتو اُن کو دیگر نصائح کے ساتھ یہ بات بھی بیان فرمائی تھی کہ:

**كن والدا لمن معك . (۱)**

تم اپنے ساتھیوں کے لیے باپ جیسے رہو۔

## حضرت علیؓ کاارشاد:

حضرت علیؓ نے اپنے ماتحت حاکم حضرت مالک بن اشترؒ کومندرجہ ذیل ارشادفرمایا :

**ثم لتفقد من أمورهم ما يتفقد الوالدان من ولدهما. (۲)**

پس تم اپنی رعایا کے معاملات کی ایسی جانچ پڑتال کروجس طرح والدین اپنے بچوں کے بارے میں کرتے ہیں۔

## ماتحت حاکم کے ساتھ اپنے سربراہ کا تعاون اور حمایت کی ضرورت :

حاکم معاشرے کاایک فرد ہوتا ہے،وہ اکیلا کچھ نہیں کرسکتا۔ہاں اگراسے اپنے سربراہ کا تعاون اورحمایت حاصل ہوتو پھروہ اطمینان کے ساتھ بڑے بڑے امور بھی انجام دے سکتا ہے پس سربراہ کے لیےلازم ہے کہ وہ ہروقت اپنے ماتحت حاکم کے ساتھ تعاون جاری رکھے۔

---

(۱) كنزالعُمّال ج۵ ص ۲۶ ۱۲رقم: ۱۴۰۹۵ .

(۲) نهج البلاغة ص ۴۲۱-۴۲۷،ومن عهدكتبه للأشترالنخعي لما ولاه على مصر وأعمالها .

## حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل:

حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ آپؓ باوجود سختی کے اپنے ماتحت حاکموں کی حیثیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔علامہ عمریؒ لکھتے ہیں :

**كان عمرؓ حريصا على هذا المعنى كل الحرص حيث كان يولى عناية خاصة لاحترام الناس لوُلاتهم، و تقديرهم لهم ، ويبذل في ذلك مختلف الأسباب .فكان عمر على شدة مافيه مع عماله إذا أحس باعتداء أو شبه اعتداء وقع على أحدهم يشتد على المعتدين في تلك الناحية ليبقى للعامل هيبة توقره في الصدور، و مهابة يلجم بها العامة والخاصه. (۱)**

حضرت عمرؓ اس بارے میں بہت حریص تھے کہ لوگ اپنے حاکموں کی قدر ومنزلت کا خیال رکھیں اور اس کے لیے مختلف قسم کی تدابیر اختیار کرتے تھے۔آپؓ اپنے حاکموں پر سختی فرماتے لیکن جب معلوم ہو جاتا کہ کسی نے حاکم پر ظلم کیا ہے تو وہ پھر ظالم کو سخت سے سخت سزا دیتے تا کہ عام لوگوں کے دلوں میں حُکّام کا خوف قائم رہے اور عام وخاص کو لگام دی جا سکے۔

## (۵۵) رعب اور وقار رکھنا:

ادارے کے سر براہ کو بارعب اور باوقار ہونا چاہیے۔

## وقار کے معنی:

دیوبند کے استادِ ادب وحدیث علامہ وحید الزمانؒ (متوفی ۱۹۹۵ء) لکھتے ہیں :

**الوقار:** سنجیدگی، متانت ، بردباری۔۲۔عظمت، شان وشوکت۔ (۲)

---

(۱) الولاية على البلدان ج ۱ ص ۱۵۲ ، فصل الخطاب ج ۴ ص ۴۱۱ .

(۲) القاموس الوحيد ص ۱۸۸۲ .

علامہ سید شریف جرجانیؒ (متوفی ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

**الوقار هو التأني في التوجه نحو المطالب . (۱)**

وقار کے معنی ہیں کسی مقصد کے حصول میں تدبر کرنا اور جلدی نہ کرنا۔

## حاکم کے لیے وقار کی اہمیت:

حاکمِ وقت کے لیے وقار بہت اہم وصف ہے۔علامہ شیزریؒ (متوفی ۵۸۹ھ) لکھتے ہیں:

**اعلم ! أن وقار الملک وسکینته من أعظم سیاسة المملکة بمایتعلق به من إظهار الهیبة،وتعظیم الحرمة،وقیام الأبهة ،وإرهاب العدوّ وأهل الدعارة. (۲)**

جان لو! کہ بادشاہ کا وقار اور سنجیدگی مملکت کی سیاست کا بڑا حصہ ہے۔اس لیے کہ اس منصب کے ساتھ ہیبت کا اظہار، منصب کی تعظیم،شان وشوکت کا وجود اور دشمنوں اور مفسدوں کو ڈرانا دھمکانا ضروری ہے۔

## وقار کی فضیلت:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے:

**(( لیس البر حسن اللباس والزي ،ولکن البر في السکینة والوقار )). (۳)**

نیکی،اچھی وضع قطع یا لباس نہیں ہے بلکہ نیکی سکون، سنجیدگی اور وقار کی صفت کو اپنانا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے:

**(( علیکم بالسکینة والوقار )) . (۴)**

(۱) التعریفات ص ۱۷۲.

(۲) المنهج المسلوک ص۳۵۷، الوصف الخامس عشر الوقار.

(۳) کنز العُمّال ج۳ ص ۲۵۲ رقم : ۶۴۰۱.

(۴) نسائي ج۲ ص ۶۳۳، کتاب مناسک الحج باب فرض الوقوف بعرفة .

تم پر لازم ہے کہ سنجیدگی اور بردباری کے ساتھ کام کرو۔

## وقار کے فوائد:

وقار کے بہت سے فوائد ہیں۔ کچھ ان میں سے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الوقار من آثار الحياء والحشمة .

وقار حیا اور دبدبے کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

۲۔ الوقار يبعد صاحبه عن الرذائل ويجافيه عنها.

وقار انسان کو اخلاق رذیلہ سے دور رکھتا ہے۔

۳. حبّ الناس للشخص الوقور .

لوگ سنجیدہ اور معزز انسان سے محبت کرتے ہیں۔

۴. الوقور يدركه مالا يدركه غيره من معالي العز والشرف والرئاسة .

سنجیدہ اور باوقار انسان کو وہ بلند مرتبہ، شرافت اور قیادت ملتی ہے جو اور کسی کو نہیں ملتی۔

۵. الوقار عز لصاحبه فى الدنيا والآخرة ، ويكسبه المهابة بين الناس.(۱)

سنجیدگی اور عظمت انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں عزت کا باعث ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے عوام میں بارعب رہتا ہے۔

## (۵۶) سادگی اور بے تکلفی:

ادارے کا سربراہ اور حاکم وقت زندگی کے سارے حالات میں بے تکلف رہے گا۔ نبی کریم (ﷺ) اور خلفاے راشدینؓ کی مبارک زندگیاں بہت ہی سادہ اور تکلف سے خالی تھیں اور یہی وہ بنیادی صفت ہے جس سے اسلامی حکام اور اغیار کے مابین امتیاز ہوجاتا ہے۔

---

(۱) نضرة النعيم ج۸ ص ۳۶۲۴.

## رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقہ:

رسول اللہ ﷺ سادہ اور بے تکلف زندگی گزارتے تھے۔

حضرت ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سہل بن سعدؓ سے دریافت کیا:

**هل أكل رسول الله ﷺ النقي ؟ فقال سهل مارأى رسول الله ﷺ النقي من حين ابتعثه الله حتى قبضه الله . قال فقلت هل كانت لكم في عهد رسول الله ﷺ مناخل ؟ قال مارأى رسول الله ﷺ منخلا من حين ابتعثه الله حتى قبضه . قال قلت كيف كنت تأكلون الشعير غير منخول ؟ قال كنا نطحنه وننفخه فيطير ماطار ومابقي ثريناه فأكلناه . (١)**

کیا رسول اللہ ﷺ نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا: سول اللہ ﷺ نے رسالت کے پہلے دن سے وفات تک چھنے ہوئے آٹے کی روٹی دیکھی بھی نہیں تھی۔ حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چھاننی تھی تو انھوں نے جواب دیا: کہ رسول اللہ ﷺ نے رسالت کے پہلے دن سے وفات تک چھاننی دیکھی بھی نہ تھی تو پھر میں نے پوچھا: آپ لوگ جو کے بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کس طرح کھاتے تھے؟ تو سعدؓ نے جواب دیا: ہم جو کو پیستے اور اس کا آٹا بناتے پھر ہم پھونک مارتے تو اس سے تنکے اڑ جاتے اور باقی آٹے کو ہم گوندلیتے اور روٹی پکا کر کھالیتے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

**كان رسول الله يبيت الليالي المتتابعة طاويا وأهله لايجدون عشاء وكان أكثرهم خبزهم خبز الشعير . (٢)**

(١) بخاري ج ٢ ص ٨١٤، ٨١٥ ، كتاب الأطعمة باب ماكان النبي وأصحابه يأكلون .

(٢) ترمذي ج ٢ ص ٦١ ، باب ماجاء في معيشة النبي ﷺ وأهله .

کہ رسول اللہ ﷺ پر کئی راتیں مسلسل بھوک کی حالت میں گزرتی اوران کے گھر والوں کو شام کا کھانا میسر نہ ہوتا اوران کی روٹی اکثر جو کی روٹی ہوتی ۔

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں:

**أخرجت إلينا عائشة كساءً وإزاراً غليظاً فقالت قبض روح النبي ﷺ فی هذين .(۱)**

حضرت عائشہؓ نے ایک دن ہمارے سامنے ایک چادر اور ایک موٹی لُنگی (تہبند) نکالی اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ان دو چادروں میں وفات ہوئی تھی (کہ ایک تہبند اور دوسری قمیص تھی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

**كان فراش رسول اللّٰه ﷺ من أدم ( جلد مدبوغ ) وحشوه من ليف ( قشر النخيل ) . (۲)**

رسول اللہ ﷺ کا بستر دباغت دی گئی کھال سے بنا تھا اور روئی کے بجائے اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (کھجور کی شاخوں کے چھلکے کے اندر باریک باریک تار ہوتے ہیں جو روئی کا کام دے سکتے ہیں)۔

## خلفاے راشدینؓ کی سنت:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سادہ زندگی کا جو نمونہ چھوڑا اسی روش پر خلفاے راشدینؓ کی بھی زندگی گزری۔ آنحضرت ﷺ کے خلفاءؓ کی زندگی آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کا پرتو تھی۔

(۱) بخاري ج۲ ص ۸٦۵ ، كتاب اللباس باب الأكسية والخمائص .

(۲) بخاري ج۲ ص ۹۵٦ ، كتاب الرقاق باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه وتخليهم من الدنيا .

اُن کے سامنے آنحضرت ﷺ کا اسوۂ مبارکہ موجود تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تخت نشینی مسجد کی چٹائی پر، حضرت عمر فاروقؓ کی ایک پھٹے پرانے کمبل پر اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک معمولی بوریے پر ہوئی۔

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنت:

### الف: غذا میں سادگی:

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زوجہ محترمہ نے کسی میٹھی چیز کے کھانے کی خواہش ظاہر کی تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا: میرے پاس کسی میٹھی چیز کے پکانے کی رقم نہیں ہے۔ مجبوری ہے۔ اس جواب کے بعد روزانہ زوجہ محترمہ روزمرہ خرچ میں سے تھوڑا تھوڑا بچایا کرتی تھی اور اس سے گھی اور شکر کے لیے تھوڑی سی رقم جمع کی۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے وہ رقم پیش کی گئی تو فرمایا یہ پیسہ کہاں سے آیا؟ انھوں نے اپنی روزمرہ ایک چٹکی روزانہ کی بچت کا ذکر فرمایا۔ آپ نے وہ رقم ان سے لے کر بیت المال کے خزانچی کو حوالہ کر کے فرمایا کہ:

**هذا يفضل عن قُوتنا وأسقط من نفقته بمقدار مانقصت كل يوم وغرمه لبيت المال من ملك كان له.** (۱)

اتنی رقم ہمارے خرچہ سے زائد ہے اور اسے بیت المال میں داخل کرو اور آئندہ ایک چٹکی کی مقدار ہمارے وظیفہ سے کم کردو۔ اور اپنے ذاتی مال سے بیت المال کو تاوان دیا۔

مسعودیؒ (متوفی ۳۴۶ھ) نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کھانے میں بہت خشونت تھی اور بہت روکھا سوکھا کھاتے تھے۔

(۱) أشهر مشاهير الإسلام ج ۱ ص ۹۳ ، زهده وورعه.

## ب: لباس میں سادگی اور بے تکلفی:

حضرت ابوبکر صدیقؓ قیمتی لباس نہ پہنتے تھے بلکہ سادہ، مختصر اور تنگ لباس پہنتے تھے باوجود اس کے کہ وہ خود ایک مال دار تاجر تھے اس لیے کہ وہ سادگی، تواضع، عاجزی اور بے تکلفی کو پسند کرتے تھے۔ مسعودیؒ فرماتے ہیں:

**كان لبسهؓ فى خلافته الشملة والعباء ة ، وقدم إليه زعماء العرب وأرافهم وملوک اليمن وعليهم الحُلل والحبرُ وبرود الوَشي المثقل بالذهب والتيجان ، فلما شاهدوا ماعليه من اللباس والزهد والتواضع والنسک ، وما هو عليه من الوقار والهيبة ، ذهبوا مذهبه ونزعوا ماکان عليهم . (۱)**

کہ خلافت کے زمانے حضرت ابوبکرؓ روئی سے بنی ہوئی چادر اور سادہ عباء (چوغہ) پہنتے تھے ، ایک مرتبہ ان کے پاس عرب قبائل کے سردار، عمر رسیدہ، سفید ریش اور یمن کے قبائل کے بادشاہ آئے جنھوں نے خوبصورت اور اعلیٰ کتان کے جوڑے اور عبائیں جو کہ سونے سے منقش کی گئی تھیں، پہنے ہوئی تھیں اور ان کے سر پر تاج تھے، جب انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کے لباس اور ان کی تواضع، عاجزی، زہد اور تقوی کو دیکھا اور ان کے وقار اور ہیبت کو بھی دیکھا تو انھوں نے اپنے حلیے اور لباس تبدیل کر دیے اور اپنے آپ کو حضرت ابوبکرؓ کی طرح کر دیا اور اپنے تمام لباس اور عبائیں اتار دیں، یمن کے صوبے سے جو بادشاہ حضرت ابوبکرؓ کی زیارت اور ملاقات کے لیے آئے تھے ان میں ذوالکلاع نامی حمیر قبیلے کا سردار اور بادشاہ تھا اس کے ساتھ ایک ہزار غلام اور اپنے قبیلے کے بے شمار لوگ آئے تھے سر پر تاج رکھا ہوا تھا اور زرق برق خوبصورت لباس اور زیورات پہنے ہوئے تھے جب اس نے حضرت ابوبکرؓ کو مذکورہ حالت پر دیکھا تو اپنا تمام لباس پھینک دیا اور

---

(۱) أشهر مشاهير الإسلام ج۱ ص ۹۳ ، زهده وورعه.

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح لباس پہن لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کو مدینہ منورہ کے بازار میں دیکھا گیا کہ بکرے کی کھال سے بنا لباس ان کے کندھوں پر پڑا ہوا تھا تو ان کا پورا قبیلہ ہیبت اور افسوس کی حالت میں ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ نے تو ہمیں مہاجرین اور انصار کے درمیان شرمندہ وذلیل کردیا تو انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا:

**أفأردتم مني أن أكون ملكاً جباراً في الجاهلية، جباراً في الإسلام، لا هالله، لا تكون طاعة الرب إلا بالتواضع لله والزهد في هذه الدنيا، وتواضعت الملوك ومَن ورد عليه من الوفود بعد التكبر وتذللوا بعد التجبر .(۱)**

کہ تم لوگ مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ میں زمانہ جاہلیت کی طرح ایک ظالم اور جابر بادشاہ بن جاؤں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت تواضع اور زہد کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتی تو وہ بادشاہ اور وفود جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آتے تو سارے عاجزی اور تواضع اپناتے، تکبر اور غرور کو ترک کردیتے۔ (جزاه الله خير الجزاء)

## حضرت عمرؓ کی سنت:

### الف: غذا میں سادگی:

۱۔ خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ ایک صاحب حضرت عمرؓ کے دسترخوان بچھنے کے وقت عموماً رہا کرتے لیکن حضرت عمرؓ کے کھانے میں شریک نہ ہوتے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے ان سے سوال کیا کہ تم کبھی ہمارے کھانے میں شریک نہیں ہوئے اس کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا:

---

(۱) مسعودي . مروج الذهب ج۲ ص ۲۹۹ ، باب ذكر خلافة أبي بكر الصديقؓ.

**إن طعامک خشن غلیظ . (۱)**

آپ کا کھانا بہت روکھا سوکھا ہے (جبکہ میں نرم غذا کا عادی ہوں)۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا : میں چاہوں تو روزانہ آرام وراحت کا کھانا 'لذیذ و پر تکلف غذا کھا سکتا ہوں۔ میرے لیے یہ چنداں مشکل نہیں کہ بکری کا گوشت پکاؤں اور باریک میدہ کی پتلی روٹیاں تیار کروں اور منقی اور گھی کا مزیدار مشروب تیار کروں۔ یہ سن کر حفصؓ نے کہا کہ آپ لذیذ اور نفیس کھانوں سے پوری طرح واقف ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بے شک خوب جانتا ہوں لیکن میں عیش وعشرت کی زندگی گذارنا نہیں چاہتا۔

اسی طرح ایک اور شخص نے حضرت عمرؓ کے معمولی اور موٹے کھانے کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اگرچہ بیت المال کا مالک ہوں مگر اس کی ملکیت میری اپنی ذات کے لیے نہیں ۔میری اور قوم کی مثال ان چند مسافر ساتھیوں کی سی ہے جنھوں نے اپنے اپنے زادِراہ کو ایک معتمد ساتھی کے سپرد کیا ہو کہ ان سب پر حسبِ ضرورت خرچ کرے تو کیا یہ جائز ہوگا کہ ان کے خرچ میں سے کچھ اپنے لیے بچا کر مخصوص کر لے؟ اس نے کہا: نہیں اے امیر المومنین!

**قال: کذلک مثلي ومثلهم. (۲)**

فرمایا بس میری اور امتِ مسلمہ کی مثال یہی ہے۔

۲۔ اسی طرح کھانے پینے میں بھی کفایت شعاری کا حکم دیتے۔

(۱) کنز العُمّال ج۱۲ ص ۲۲ ۶ رقم: ۳۵۹۲۴، شعراني. طبقات کبریٰ ص ۲۹، تذکرۂ عمر، حیاۃ الصحابة ص ۴۴۴، زهد عمر.

(۲) کنز العُمّال ج۱۲ ص۶۲۴ رقم: ۳۵۹۲۵، مناقب أمیر المؤمنین ص ۱۱۷، الباب التاسع والثلاثون في ذکر قوله وفعله في ... .

علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

**فكل مَن رأه يشتري لحماً يومين متتابعين يضربه بالدرة ويقول له: هلاطويت بطنك لجارک وابن عمک (۱)**

آپؓ جس کو مسلسل دو دن گوشت خریدتا ہوا دیکھتے اسے درے مارتے اور فرماتے:

اپنے پیٹ کی لذتوں پر اپنے ہمسایوں اور عزیز واقارب کی خدمت کو مقدم کیوں نہیں رکھتے (یعنی کچھ پیسے بچا کر اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں پر خرچ کرنا چاہیے)۔

۳۔ حضرت عمرؓ اپنے سالار لشکر کو لکھا کرتے تھے کہ سادہ زندگی اختیار کرو موٹا پہنو، موٹا کھاؤ، سخت کوشی کی عادت ڈالو دھوپ میں بیٹھے رہو، گھوڑے کی پیٹھ پر کود کر سوار ہو۔ (۲)

اسی طرح حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے:

**لولامخافة الحساب غدا لأمرتُ بكش يُشوي لنافي التنور . (۳)**

اگر میرے ساتھ قیامت کے دن حسان کتاب کا ڈر نہ ہوتا، تو میں یہ حکم دیتا کہ میرے لیے تندور میں بکرا بھون لیا جائے۔

۴۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو گوشت کھاتے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آج گوشت کھانے کو طبیعت چاہ رہی تھی۔ پہلے تو تنبیہ فرمائی، پھر ارشاد فرمایا:

**كفى بالمرء سرفاً أن يأكل كل ما اشتهاه (۴)**

(۱) شعراني . طبقات الكبرىٰ ص ۳۰ ، عمربن الخطابؓ.

(۲) بلاذري. أنساب الأشراف ص ۲۳۳ .

(۳) شعراني.طبقات كبرىٰ ص ۳۰، ۳۱ عمربن الخطاب، مناقب عمربن الخطابؓ ص ۱۶۰ ، الباب السادس والأربعون في ذكرزهده .

(۴) كنزالعُمّال ج۱۲ ص ۶۲۱ رقم: ۳۵۹۱۹.

یعنی آدمی کے اسراف اور فضول خرچی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر وہ چیز کھائے جو اس کا جی چاہے۔

۵۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ حضرت فاروق اعظمؓ کی سیرت میں لکھتے ہیں:

**كانؓ لايجمع في سماطه بين إدامين . (۱)**

آپؓ کبھی اپنے دسترخوان پر دو قسم کا سالن جمع نہیں ہونے دیتے۔

۶۔ ایک بار آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ نے آپ کے پاس بطور تحفہ کچھ گوشت کا سالن بھیجا اس میں روغنِ زیتون بھی ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ دو طرح کا سالن میں نہیں کھایا کرتا، مطلب یہ کہ روغن زیتون بھی مستقل سالن ہے اور گوشت بھی ایک سالن ہے تو دو قسم کے سالن کی کیا ضرورت ہے؟ ایک بار کسی نے آپ کے پاس تازہ وفربہ گوشت اور دودھ کھانے کے لیے پیش کیا فرمایا: ان میں سے ہر ایک مستقل سالن ہے۔ میں دو سالن ایک وقت میں نہیں کھا سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا۔(۲)

۷۔ حضرت عمرؓ نے معمولی خرچ کے ساتھ سفر حج بھی کیا۔ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک آنے جانے میں آپ نے کل سولہ دینار خرچ کیے اور پھر بھی احساس یہی تھا کہ ہم نے اس سفر میں بہت خرچ کیا۔(۳)

**إن عمر أنفق فی حجته ستة عشر دينارا، فقال ياعبدالله بن عمر اسرفنا في هذا المال . (۴)**

---

(۱) طبقات الكبرىٰ ص ۳۰، عمربن الخطابؓ.

(۲) اخبارعمر ص ۲۸۱، عمرالرجل ، طعامه .

(۳) مروج الذهب ج۲ ص ۴۳۲.

(۴) كنزالعُمّال ج۱۲ص ۵۶۹ رقم: ۳۵۷۴۸.

آپؓ نے سولہ (۱۶) دینار خرچ کیے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا: ہم نے اس مال میں اسراف کیا ہے۔

## تنبیہ:

یہ ساری سخت کوشی، زہد، پرہیزگاری اور قناعت صرف اپنی ذات تک محدود تھی یا پھر اپنے اہل وعیال تک۔ لیکن اپنے عاملوں کے لیے آپ اچھی خوراک کا انتظام کراتے تھے۔ علامہ شاطبیؒ اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

**إن الحالة التي هو عليها لو كان غيره عليها لهانَ في نفوس الناس ولم يحترموه**

جس حالت پر حضرت عمرؓ رہتے تھے اگر ان کے علاوہ کوئی اور اس کے حالت وکیفیت پر رہتا تو لوگوں میں حقیر اور کم تر ہوتا اور لوگ اس کا احترام نہ کرتے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک طرف تو خود نمک روٹی پر گزارہ کیا لیکن دوسری طرف عمال کے لیے روزانہ نصف بکری کا راشن مقرر کیا اور کنز العمال کے روایت کی مطابق دو بکریاں مقرر کیا تھا۔(۱)

تاکہ عمال اور حکام کی عزت افزائی ہو اور لوگوں کے قلوب میں ان کی عظمت جاگزیں ہو جائے اور ان کے ذریعے انتظامِ مملکت درست اور محفوظ رہے۔(۲)

## ب: لباس میں سادگی:

ا۔ خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کے کپڑوں کے استعمال میں بھی یہی حال تھا کہ دو کپڑے تن ڈھانکنے کے لیے برابر میسر نہ تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ جمعہ میں دیر سے تشریف لائے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا:

---

(۱) كنز العمال ج ۱۲ ۲۲۳ رقم: ۳۵۹۲۲.

(۲) كتاب الإعتصام ج ۱ ص ۲۴۸.

**حبسني غسل ثوبي هذاولم يكن لي ثوب غيره . (۱)**

یعنی مجھے دیر اس لیے ہوئی کہ میں ان کپڑوں کو دھو رہا تھا اور اس کے علاوہ میرے پاس کوئی جوڑا نہیں ہے۔

۲۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں:

**خطب عمر الناس وعليه إزار وفيه اثنتاعشرة رقعة منهاادم . قال عليؓ : رأيتُ عمرَ يطوف بالكعبة وعليه ازار فيه أحدوعشرين رقعة فيهامن أدم . (۲)**

حضرت عمرؓ ایسے حال میں خطبہ دے رہے تھے کہ ان کے کپڑوں میں بارہ پیوند لگے ہوتے تھے، جن میں بعض پیوند چمڑے کے تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ جب وہ طواف کررہے تھے، تو اُن کے کپڑوں میں اکیس (۲۱) پیوند لگے ہوئے تھے اور بعض پیوند چمڑے کے تھے۔

۳۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

**رأيتُ بين كتفي عمرأربع رقاع في قميصه . (۳)**

میں نے حضرت عمرؓ کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے دیکھے۔

۴۔ جب سفر شام میں حضرت عمرؓ تشریف لے گئے تو اس وقت بھی آپ کے جسم پر جو کپڑے تھے اس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ اس سفر کے لیے بھی آپ نے کوئی تکلف اختیار نہیں کیا حالانکہ یہ انتہائی اہم سفر تھا اور ایک ایسے حکمران کا سفر تھا جس کی سطوت وعظمت کی دھاک دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اسلام کے سچے خادم اور اللہ کے پاک باز بندے حضرت

---

(۱) مناقب عمر ص۱۵۷ . طبقات شعراني ص ۳۰ ، عمربن خطاب .

(۲) سيوطي . تاريخ الخلفاء ج۳ ص ۴۹ ، فصل في نبذ من سيرته .

(۳) كنزالعمال ج۱۲ص ۶۲۵ رقم:۳۵۹۲۷.

عمر فاروقؓ نے اس میں بھی وہی لباس زیب تن کیا جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

لوگوں کے بہت اصرار کے بعد آپ نے سفید ریشمی کپڑے پہنے اور ایک رومی گھوڑے پر سوار ہوئے لیکن پھر فوراً اتر پڑے اور فرمانے لگے کہ اس کے استعمال سے مجھے تکبر اور تفاخر کی بو آتی ہے خدا میری لغزش معاف فرمائے۔ لاؤ میرے وہی پیوند لگے کپڑے۔ چنانچہ وہی سابقہ کپڑے پہن کر پادری کے پاس تشریف لے گئے۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اہلِ قلعہ کو پکارا کہ امیر المومنین آ گئے تو:

**فمدالبطرك عنقه ونظر إليه فزعق زعقة وقال: هذاهو الذي صفته ونعته في كتبنا**

بڑے پادری نے اپنی گردن اُٹھا کر آپؓ کو دیکھا تو ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا کہ ہماری کتابوں میں فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ مذکور ہے وہ اسی خلیفہ ہی کا ہے اب بیت المقدس کا دروازہ کھول دو۔ (۱)

۵۔ قیصر وکسریٰ کے ممالک مفتوح ہو جانے اور مشرق ومغرب اور عرب وعجم کے مطیع ہو جانے کے بعد بھی آپ پیوند والا لباس پہنتے تھے۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ نے اکابر صحابہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ وغیرہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اس بارے میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کریں۔ ان حضرات نے فرمایا کہ ہماری کیا مجال؟ ہاں حضرت علیؓ ان کے ساتھ اس بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا:

**لستُ بفاعلٍ ذلك ولكن عليكم أزواج رسول الله ﷺ فإنهن أمهات المؤمنين يجترأن عليه قال الأحنف بن قيس : فسألوا عائشة وحفصة رضي الله عنهما وكانتا مجتمعتين .**

---

(۱) ثمرات الأوراق على المستطرف ج۲ ص۱۸. عبدالرؤف رحماني . ایامِ خلافت راشدہ ص ۸۲ .

میں یہ کام نہیں کرسکتا البتہ اس بارے میں آپ ازواج مطہرات کی طرف رجوع کریں وہ امہات المؤمنین ہیں اور اُن پر دلیر ہیں، حضرت احنف بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں کے ساتھ یہی بات کی انھوں حضرت عمرؓ سے فرمایا:

**قدفتح اللّٰہُ علی یدیک کنوز کسریٰ وقیصر ودیارھم وحمل إلیک أموالھم .**

اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے خزانے اور ممالک فتح کروائے اور خزانوں کے اموال آپ کے سپرد کردیے۔

بہرحال جب یہ امہات ہمت کر کے پہنچیں اور فتوحات اسلام اور بیت المال کی ترقی کی تعریف کرتے ہوئے امہات المومنین یہ بھی کہنے لگیں کہ:

**ورسل العجم یأتونک ووفودالعرب والعجم یردون علیک وعلیک ھذہ الجبة رقعتھااثنتی عشرة رقعة .**

عرب وعجم کے وفود آتے رہتے ہیں اور آپ اس جبہ کو پہن کران سے ملتے رہتے ہیں، جس میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ آپؓ نرم اور خوبصورت کپڑے پہنیں اور اچھی طرح کھائیں پئیں اور آنے والوں کو بھی کھلائیں۔

حضرت عمر فاروقؓ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا: آپ ام المومنین ہیں۔ آنحضرت (ﷺ) کے کھانے اور کپڑوں کی سادگی کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہے پھر بھی آپ عمرؓ کو دنیا کی لذتوں کی رغبت دلاتی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپؓ کے چہرے پر رنج وتأسف کے ایسے پرسوز آثار نمایاں ہوئے کہ امہات المومنینؓ خود بھی رونے لگیں۔ (۱)

(۱) غزالی . إحیاء علوم الدین ج۴ ص ۲۲۶، کنزالعُمّال ج۱۲ ص ۶۳۹ رقم: ۳۵۹۵۹، اشھر مشاھیر الإسلام ج ۱ ص ۲۲۷.

۶۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**قوت لایموت .**

بقدر کفایت روزی (یعنی قریش کے ایک عام آدمی کے برابر کا روزانہ کا غلہ اور حج وغیرہ کا خرچ اور سردی گرمی کے لیے دو حلے (دو جوڑے) ہمارے لیے کافی ہیں)۔(۱)

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

**رأیتُ عمر بن الخطاب وھو یومئذ أمیر المؤمنین وقد رقّع بین کتفیه برقاع ثلاث لبدّ بعضھا علی بعض.(۲)**

میں نے حضرت عمرؓ کو امارت کے وقت دیکھا کہ قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیانی حصّے میں متواتر تین پیوند لگے ہوئے تھے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔

## سادگی کی تعلیم:

حضرت عمرؓ کفایت شعاری اور سادہ زندگی گذارنے کی تعلیم وتلقین دوسروں کو بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عمدہ قمیص پہنے ہوئے تھا تو اس سے پوچھا:

**بکم أخذت قمیصک ؟**

تو نے یہ قمیص کتنے میں خریدی؟

اس نے جواب دیا کہ بارہ درہم میں خریدی ہے۔ فرمایا اگر تم چھ درہم والا کپڑا خرید لیتے تو کیا حرج ہوتا باقی چھ درہم تمھارے دوسرے کام آجاتے۔ (۳)

(۱) طبقات ابن سعد ج۳ ص۹۸، تاریخ الخلفاء ص ۱۸، مناقب عمر بن الخطابؓ ص ۱۱۶–۱۱۷، الباب التاسع والثلاثون.

(۲) کنز العمال ج۱۲ ص ۶۲۵ رقم: ۳۵۹۲۷. حیاۃ الصحابة ج ۲ ص ۴۴۷.

(۳) منتخب کنز العُمّال ج ا ص ۴۲۶.

## حضرت عثمانؓ کی سنت:

### غذا ولباس میں سادگی:

کھانے اور کپڑوں میں حضرت عثمانؓ بھی کفایت شعاری اور سادگی کا بہت اہتمام رکھتے تھے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ ملک عدن کا بنا ہوا ایک موٹا تہبند آپ کے استعمال میں رہتا تھا جس کی قیمت چار پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ خلیفہ تھے اور یہی حال کھانے کا بھی ہوتا تھا:

**كان يطعم الناس طعام الإمارة ويدخل بيته فيأكل الخل والزيت . (١)**

لوگوں کو بہترین کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر روزمرہ کا عام کھانا یعنی روٹی سرکہ یا روغن زیتون کے ساتھ کھاتے۔

مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ جمعہ کے روز منبر پر حضرت عثمانؓ ایسے حال میں خطبہ دیتے تھے کہ ان کے بدن پر ایسا کپڑا تھا جس کی قیمت چار پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی۔ (۲)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں:

**رأيتُ عثمان نائماً في المسجدفي لجفة ليس حوله أحدوهوأمير المؤمنين وفي رواية : رأيتُ عثمان يقيل في المسجدويقوم وأثر الحصافي جنبه فيقول الناس:هذاأمير المؤمنين . (۳)**

(١) أبونعيم أصفهاني .حلية الأولياء ج١ ص٩٨ . طبقات شعراني ص ٣١.

(٢) شعراني. طبقات كبرىٰ ص ٣١. حياة الصحابة ج ٢ ص٧٤٧.

(٣) ~~شاه ولي اللّٰه .ازالة الخفاء ج٢ص ٢٢٥ ، مآثر~~ سيدناعثمان غنيؓ .حياة الصحابة ج٢ ص٧٤٨ ، زهدعثمان بن عفانؓ.

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو میں نے ان کو مسجد کی چوکھٹ (دہلیز) میں آرام فرماتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے آس پاس کوئی نہ تھا۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ مسجد میں دوپہر کے وقت آرام فرمارہے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو کنکریوں کے نشانات ان کے پہلو مبارک پر ظاہر ہورہے تھےاور لوگ کہہ رہے تھے کہ دیکھو! یہ امیر المؤمنین ہیں۔

## حضرت علیؓ کی سنت:

### الف۔ غذا میں سادگی:

حضرت علیؓ نے اپنے ایک عامل عثمان بن حنیفؓ کو رنگ برنگ اور طرح طرح کے سالن استعمال کرنے سے منع فرمایا اوراس سے فرمایا کہ تم ان محتاجوں اور غریبوں پر نظر رکھو جو ایک طرح کے سالن کے بھی محتاج ہیں۔(۱)

حضرت علیؓ کھانے میں موٹا کھانا استعمال فرماتے تھے۔

علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں:

**كان يعجبه مِن اللباس ماقصر ومِن الطعام ماخشن . (۲)**

آپ لباس میں سے مختصر لباس اور کھانے میں روکھا سوکھا کھانا پسند فرماتے تھے۔

**وكان فيناكأحدنايجيبناإذا سألناه ويؤ نينا إذا استأنيناه . (۳)**

(۱) شريف رضي . نهج البلاغة ص۴۱۲، ومن كتاب له إلى عثمان بن حنيف الأنصاري وهو عامله على البصرة .

(۲) ~~ابن عبدالبر . الإستيعاب ج۳ ص ۲۰۹~~ ،باب علي. ابو نعيم أصفهاني . حلية الأولياء ج۱ ص ۸۴، علي بن أبي طالبؓ .

(۳) ازالة الخفاء ج ۲ ص ۲۶۶ ، مآثر سيدنا عثمان غنيؓ .

خلیفہ چہارم حضرت علیؓ ہم میں ایک عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے۔ جب ہم ان سے کوئی بات پوچھتے تو جواب دیتے اور جب ہم انتظار کا مطالبہ کرتے تو انتظار فرماتے۔

## ب۔ لباس میں سادگی:

حضرت علیؓ کی سادہ زندگی تو مشہور ہی ہے۔ ایک واقعہ علامہ ابو عبید قاسم بن سلامؒ نقل فرماتے ہیں کہ موسمِ سرما میں آپؓ ایک بہت پرانی چادر اوڑھے ہوئے کانپ رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت! دوسری کوئی چادر نہیں ہے؟ فرمایا بس یہی موٹی اور پُرانی چادر مجھے میسر ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چادر میرے گھر میں نہیں۔ (۱)

حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور ان کی تعریف کی اور اس سے پہلے حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تھا کہ موصوف اس سے مطمئن نہیں (اپنے دل کے خلاف اظہار کیا) تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

**ليس كماتقول وأنافوق مافي نفسك. (۲)**

میں اس مدح اور تعریف کا قابل نہیں ہوں جیسا کہ آپ نے بیان کیا، بلکہ میں اس سے بھی بدتر ہوں جو آپ کے دل میں ہے۔

اسی طرح حضرت علیؓ نے فرمایا ہے:

**هذا (الإزار المرقع) خير لي في صلاح وأصلح لقلبي وأشبه بسنة الصالحين قبلي وأجدر أن يقتدى بي مَن أتىٰ من بعدي. (۳)**

میرا یہ پیوند لگا ہوا تہ بند میرے دل کی اصلاح کے لیے بہتر ہے اور مجھ سے پہلے نیک لوگوں

(۱) إزالة الخفاء ج۲ ص۲۹۶، أبوعبيد. كتاب الأموال ص ۲۷۰.

(۲) كنز العمال ج۱۳ ص۱۸۰ رقم: ۳۶۵۳۹.

(۳) طرطوشي. سراج الملوك ج۲ ص۵۲۷، الباب التاسع والأربعون في سير السلطان في الأخفاق مِن بيت المال.

کی اتباع کے بہت مناسب ہے۔اور میرے بعد آنے والی امت کے لیے میری اقتدا کے بہت لائق ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کی ایسی تہ بند تھی کہ اس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔کسی نے اس کے بارے میں آپ سے کہا تو آپ نے فرمایا:

**يقتدى به المؤمن ويخشع به القلب . (۱)**

کہ مسلمانوں کی اقتدا کے لیے یہ موزون ہے اور اس کے ساتھ دل میں خشوع وخضوع آتا ہے۔

۲۔ اور اسی طرح ان کے جسم پر ایک سخت تہ بند تھا اور فرمایا کرتے تھے۔

**اشتريته بخمسة دراهم فمن أربحني فيه درهم بعته إياه . (۲)**

میں نے یہ پانچ روپے میں خریدا ہے اور جو کوئی مجھے ایک روپیہ منافع دیتا ہے، اس کو اسی کے ہاتھ فروخت کروں گا۔

علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی ہذیلؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علیؓ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک موٹا کُرتا تھا جو پرانا ہونے کے ساتھ اس قدر تنگ اور چھوٹا ہو چکا تھا کہ آستین کھینچ لیتے تو ناخن تک پہنچ جاتا اور جب چھوڑتے تو آدھے بازو تک جا پہنچتا۔

اسی طرح مدائن کے گورنر حضرت سلمان فارسیؓ کی تواضع مشہور تھی۔

**كان يلبس الصوف ، ويركب الحمار ببرذغته بغير إكاف ، ويأكل خبز الشعير.**

---

(۱) کنزالعمال ج۱۳ص ۱۸۱رقم ۳۶۵۴۲.

(۲) کنزالعمال ج۱۳ص ۱۸۴رقم:۳۶۵۴۸.

آپؓ اُون کا لباس پہنتے، بغیر پالان کے گدھے پر سواری کرتے اور جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔

اسی طرح شام کے گورنر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ بھی انتہائی متواضع انسان تھے۔ لوگوں کے ساتھ ایسی حالت میں ملتے کہ جسم پر سخت اون کے کپڑے ہوتے۔ ایک دفعہ کسی نے ایسے کپڑے پہننے پر ملامت کی اور کہا:

**إنک بالشام ووالي أمير المؤمنين وحولنا الأعداء، فغيّر من زيّک، وأصلح من شارتک، فقال: ما كنتُ بالذي أترک ما كنتُ عليه، في عصر رسول الله ﷺ (۱)**

کہ آپ شام میں رہتے ہیں اور شام کے گورنر ہیں۔ ہمارے اردگرد دشمن رہتے ہیں لہٰذا اپنا لباس تبدیل کریں اور اپنی ہیئت درست کرلیں، آپؓ نے فرمایا: حضور ﷺ کے زمانے میں میرا زندگی گزارنے کا جو طریقہ تھا، اُسے تبدیل نہیں کرسکتا۔

## حکومت کے نظام اور حیثیت کا خیال رکھنا:

حضرت عمرؓ جَو کی روٹی اور نمک کھایا کرتے تھے، جبکہ اپنے رعایا کے حاکم کے لیے روزانہ آدھا دنبہ گوشت مقرر فرماتے؛ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ جس حالت پر وہ خود ہیں اگر اسی حالت پر کوئی دوسرا خلیفہ ہو تو وہ لوگوں کے ہاں میں ذلیل ہوگا اور لوگ اس کا احترام نہیں کریں گے اور اس کی مخالفت پر جرأت مند ہو جائیں گے؛ اس لیے آپ نے ضرورت محسوس کی کہ ماتحت حکام کی حالت آپ کی حالت سے الگ ہو؛ تاکہ نظامِ حکومت کی حفاظت ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب امیر المؤمنین عمر فاروقؓ شام میں داخل ہوئے اور امیر معاویہؓ کے حالات قریب سے دیکھے تو فرمایا:

(۱) مسعودي . مروج الذهب ومعادن الجوهر ج۲ ص۳۰۶، ذكر خلافة عمر بن الخطابؓ، سلمان الفارسي وأبو عبيدةؓ.

یہ تو عرب کے بادشاہ اور کسریٰ ہیں اور جب امیر معاویہؓ کے ساتھ ملاقات کے دوران لوگوں کی ایک بڑی تعداد دیکھی لی تو فرمایا:

**أنت صاحب الموكب العظيم ؟ قال:نعم ياأمير المؤمنين. قال : مع ما يبلغني عنك مِن وقوف ذوي الحاجات ببابك؟ قال : مع مايبلغك من ذلك.قال: ولِمَ تفعل هذا ؟ قال:نحن بأرضٍ جواسيس العدوّ بها كثير فنحب أن نُظهر مِن عزّ السلطان مانرهبهم به فإن أمرتني فعلتُ وإن نهيتني انتهيتُ . فقال عمر: يا معاوية ! مانسئلك عن شيء إلاّ تركتني في مثل رواحب الضرس إن كان حقا ماقلتَ إنه لرأي أريب ، وإن كان باطلاً إنها لخُدعة أديب . قال : فمرني ياأمير المؤمنين قال : لا آمرك ولا أنهاك .(۱)**

یہ اتنے زیادہ لوگ آپ کے ساتھ؟ فرمایا: ہاں امیر المؤمنین! فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ضرورت مند لوگ آپ کے دروازے پر انتظار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ فرمایا ہاں یہ بات سچ ہے جو آپ کو پہنچی ہے فرمایا: یہ سب کچھ کیوں کرتے ہو؟ امیر معاویہؓ نے جواباً فرمایا: امیر المؤمنین! ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں دشمن کے جاسوس کثرت سے موجود ہیں اس لیے ہم نے حاکم کا رعب بٹھانے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہے تو اسی طرح کریں گے ورنہ اگر آپ منع کرتے ہیں تو نہیں کریں گے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: اے معاویہؓ! ہم نے آپ سے ایک سوال کیا آپ نے اس کا ایسا جواب دیا کہ ہمیں خاموش کر دیا۔ اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو جو آپ نے کیا تب تو یقیناً یہ ایک عقلمند انسان کی سوچ ہے اور اگر غلط ہے تو یہ ایک ہوشیار انسان کا دھوکا ہے۔ امیر معاویہؓ نے کہا: امیر المؤمنین مجھے کوئی حکم دیں۔ فرمایا: نہ کرنے کا حکم دیتا ہوں

(۱) شاه ولي الله دهلوي.إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء ج۲ ص ۷۱/۷۲،حكايات سياست فاروقؓ.

اور نہ آپ کو منع کرتا ہوں۔

**معناه: أنت أعلم بحالک هل أنت محتاج إليه . فدل ذلک مِن عمر على أن أحوال الأئمة وولاة الأمور تختلف باختلاف الأمصار والقرون والأحوال . فكذلک يحتاج إلى تجديد زخارف وسياسات لم تكن قديمة، وربما وجبت في بعض الأحوال . (۱)**

مطلب یہ کہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ان چیزوں کی آپ کو ضرورت ہے یا نہیں ۔ امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کے فرمان اور امیر معاویہؓ کے اس عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حالات اور زمانے اور شہروں کی تبدیلی سے حکام کی حالت بدلتی رہتی ہے ۔ تو اس وجہ سے زیب وزینت کے ایسے جدید وسائل اور نئی طرز کی ایسی سیاست کی طرف ضرورت پڑتی ہے جو قدیم زمانہ میں نہیں تھی حتی کہ بعض حالات میں یہ چیزیں لازمی ہو جاتی ہیں۔

## (۵۷) اہم امور میں اپنے آپ کو مصروف رکھنا:

ادارے کا سربراہ اور حاکم اہم امور میں اپنا وقت صرف کرے اور اہم امور کو غیر اہم پر ترجیح دے۔ علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إذا قابلت الأمور، وازدحمت، واستوت في هذه الأبواب. فالواجب أن تشغل بأعظمها خطراً، وأجلها قدراً، وأكثرها إن فات ضرراً. فإن الاشتغال بصغار الأمور على كبارها إضرار بالكبار والصغار جميعاً، وإضاعة وإهمال. فإن استوت في هذا الباب فبأقربها متناولاً، وأرجاها دركا؛ فإن مزاولة تبعيد القريب، وتقريب البعيد صعبٌ شديدٌ، وخرقٌ عتيدٌ، وتضييعٌ، وإهمالٌ. (۲)**

---

(۱) علي سعد علي حجازي. العدالة العمرية ص ۲۵۱، حفظ هيبة الدولة والنظام .

(۲) نصيحة الملوك ص ۲۰۰، اشتغال الملوک بعظام الأمور .

جب بہت سے کام درپیش ہوں اور سب اہمیت میں برابر ہوں تو تم پر واجب ہے کہ اپنے آپ کو ان کاموں میں مصروف رکھو جو زیادہ شان اور عزت والے ہیں کیونکہ اگر وہ فوت ہو جائیں تو دوسرے امور کی بہ نسبت ان کا نقصان زیادہ ہوگا؛ کیونکہ بڑے کاموں کی بہ نسبت چھوٹے کاموں میں مصروف رہنا چھوٹے اور بڑے تمام کاموں کے لیے نقصان دہ ہے اور وقت کا ضیاع اور اہمال ہے۔ اگر کام نوعیت، قدر اور نقصان میں برابر اہمیت رکھتے ہوں تو پہلے اس کام کو شروع کریں جس کا کرنا قریب اور آسان ہو کیوں کہ پہلے دور کا کام کرنا اور پھر نزدیک کا کام کرنا ایک پیچیدہ مسئلہ بن جاتا ہے اور تضییعِ وقت اور اہمال بھی ہے۔

امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) یہ حدیث: **لولا حداثة عهد قومك بالكفر لنقضت الكعبة** .(۱) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

**فيه دليل تقديم أهم المصالح عندتعذر جمعها**.(۲)

اس حدیث شریف میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کئی کاموں کا اکٹھا کرنا ناممکن ہو، تو پھر اہم ترین مصلحت والے کاموں کو مقدم کیا جائے گا۔

**إذا تعارضت المصالح بدأ بأهمها** .(۳)

جب مصالح کا آپس میں تعارض پیدا ہو جائے تو ان میں اہم کام سے آغاز کیا جائے گا۔

علامہ موصلیؒ لکھتے ہیں :

**ينبغي للسلطان أن لايشغل أوقاته بحظوظ نفسه فتضيع مصالح الناس**.(۴)

(۱) مسلم ج۲ص ۴۲۹، كتاب الحج باب نقض الكعبة وبنائها.

(۲) شرح نووي ج ۲ ص ۴۲۹، كتاب الحج باب نقض الكعبة وبنائها.

(۳) ~~شرح نووي ج ۲ ص ۱۳۳، باب فضل الجهاد في سبيل اللّٰه~~ .

(۴) حسن السلوك ص ۱۱۹، الفصل التاسع مصالح الناس .

بادشاہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اوقات کو خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل میں صرف نہ کرے ورنہ نتیجتاً عوام کے مصالح ضائع ہو جائیں گے۔

## (۵۸) صحت کی حفاظت اور حسبِ استطاعت کام کرنا :

ادارے کا حاکم اور سربراہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی رعایا کے حق میں جواب دہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعضاے جسمانی کے حق میں بھی جواب دہ ہے جس طرح رعیت اس کے پاس ایک امانت ہے اسی طرح اس کا جسم اور اعضا بھی امانت ہیں۔ جس طرح کہ اس پر رعایا کے حقوق ہیں اسی طرح اس پر اپنے جسم اور اعضا کے بھی حقوق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(( لنفسک علیک حق )) . (۱)

اپنی جان کا بھی تم پر حق ہے۔

اگر ادارے کا سربراہ کام کرنے میں حد سے تجاوز کرے اور اس کی صحت کو نقصان پہنچ جائے تو وہ گنہگار ہوگا، کیوں کہ اعضاے بدن اس کے پاس ایک امانت ہے اور وہ اپنے اعضا کا محافظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی انسان اپنے کسی عضو کو کسی کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے اور نہ مفت دے سکتا ہے حاکم اور سربراہ اپنے اعضا کے بارے میں دو ذمہ داریاں رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جس مقصد کے لیے اللہ تعالی نے ان کو پیدا کیا ہے اسی میں ان کو صرف کرے۔ دوسری یہ کہ ان اعضا کی حفاظت کرتا رہے۔ بیماری کی صورت میں ان کا علاج کرتا رہے اور ان سے حسبِ توفیق کام لیتا رہے۔ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے یا استعداد سے زیادہ کام ان سے لیا جائے اور ان کو نقصان پہنچ جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگا۔

---

(۱) مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، کتاب القدر باب في الأمر بالقوة وترک العجز.

اسی طرح رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے :

(( المؤمن القوي خير و أحبّ إلى الله من المؤمن الضعيف )). (۱)

قوی مسلمان ضعیف مسلمان سے اچھا اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہوتا ہے۔

جب صحت کا خیال رکھے گا تو مضبوط ہوگا اور اگر صحت کا خیال نہ رکھے گا تو کمزور ہوگا۔ اگر صحت کا خیال رکھے گا تو زیادہ وقت تک کام کر سکے گا اور اگر صحت کا خیال نہ رکھے گا تو تھوڑے ہی وقت میں کام کے قابل نہیں رہے گا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (متوفی ۱۳۶۲ھ) لکھتے ہیں:

مستحب عمل کے مقابلہ میں صحت کی حفاظت مقدم ہے فرمایا کہ "حفاظتِ صحت کی مصلحت کسی مستحب کی تحصیل سے مقدم ہے مثلاً: صبح کو ہوا خوری کے لیے جنگل کی طرف جانا مسجد میں اشراق کی نماز کے لیے تا طلوعِ آفتاب تک بیٹھے رہنے سے افضل ہے"۔ (۲)

## پریشانی اور غم مضر صحت ہیں:

بعض امور ایسے ہیں جن کی وجہ سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں :

من العوارض الردية التي إذا عرضت للملوك فأضرت بهم، وأخرجتهم عن حدود الاعتدال: الهمّ، والغمّ، فإنهما يجلبان من الألم والأذى على النفس والجسم أمر الا يمكن تلافيه، ويؤديان إلى التقصير في المطالب، والقصور في التدبير مع ما يظهر في الجسم من النحول وفي العقل من الذهول، وهذان لا مندوحة لأحد

(۱) سنن ابن ماجه ج ۱ ص ۱۳۱، كتاب الزهد باب التوكل واليقين، كنز العُمّال ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۵۴۰.

(۲) دوائے دل ۱۲۷.

**عنهما ولا بدمن طروئهما في مقابله الحوادث الملمة، والنوائب المهمة. (۱)**

وہ مہلک اور بیکار بیماریاں جو بادشاہوں کو لاحق ہوجاتی ہیں تو ان کو نقصان پہنچاتی ہیں اور ان کو حدِ اعتدال سے نکالتی ہیں؛ وہ آئندہ امور کے متعلق پریشانی اور ماضی کے فوت شدہ امور کے بارے میں غمگین ہونا ہے کہ ان دونوں سے بدن کو ایسے درد اور تکالیف پہنچتی ہیں کہ ان کی روک تھام ممکن نہیں ہوتی۔ اور یہ دونوں تقصیر، کوتاہی، تدبیر میں نقصان، جسم میں ضعف کے ظہور اور عقل کے ذہول کا سبب بنتے ہیں اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ کسی فرد کی بھی ان سے نجات ممکن نہیں اور مصائب، آلام اور حوادث کے اوقات میں یہ دونوں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

## ہمّ اور غم میں فرق :

بعض علما ہمّ اور غم دونوں کے درمیان یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ ہمّ کا تعلق آئندہ ہونے والے امور کے ساتھ ہے اور غم کا تعلق گزشتہ کاموں کے ساتھ ہے۔ امام شیزریؒ لکھتے ہیں :

**الهم: هو ما تتوقع النفس حدوثه، وطروءه في الزمن المستقبل من الأمور المهمة، والغم هو الكمد للنفس (تغير اللون وذهاب صفائه، والحزن الشديد) وحزنها على فوات ما ذهب في الزمن الماضي. (۲)**

ہمّ اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ نفس مستقبل میں بڑے بڑے متوقع امور کا منتظر رہتا ہے۔ (اور اسی سے اضطراب پیدا ہوجاتا ہے) اور غم نفس کی وہ حالت ہے کہ اس کے ساتھ رنگ متغیر ہوجاتا ہے اور رنگ کا حسن، تازگی اور نکھار ختم ہوجاتا ہے اور اس چیز کے فوت ہونے سے سخت اضطراب پیدا ہوجاتا ہے جو کہ ماضی میں وقوع پذیر ہوگئی ہو (اور اس کی وجہ سے اسے تکلیف مل جاتی ہے)

---

(۱) المنهج المسلوک في سياسة الملوک ص ۴۵۸، بتغير، الوصف الخامس عشر الغدر.

(۲) المنهج المسلوک في سياسة الملوک ص ۴۵۹، بتغير، الوصف الخامس عشر الغدر.

## علامہ ابوالبقا حنفیؒ کی تحقیق:

علامہ ابوالبقا حنفیؒ (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے لکھا ہے:

**الهم بالفتح الحزن والقلق . والهم يغلظ النفس والحزن يقبضها .(۱)**

لفظ همّ فتح کے ساتھ غم اور پریشانی ہے اور همّ نفس کی سختی اور غم نفس کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ھ) نے لکھا ہے:

**الهم : الحزن الذي يذيب الإنسان .(۲)**

ہمّ وہ رنج ہے جو انسان کو پگھلا دیتا ہے۔

## بادشاہوں اور حکام کے غم اور پریشانیاں زیادہ ہوتی ہیں:

بادشاہوں اور حکام کے ساتھ اپنی رعیت کی ہمیشہ فکر رہتی ہے۔ لہذا ان کے غموم، مصائب اور پریشانیاں دوسرے لوگوں کی بنسبت زیادہ ہوتی ہیں۔ علامہ ابن حبان بستیؒ لکھتے ہیں:

**رؤساء القوم أعظمهم هموما،وأدومهم غموما،وأشغلهم قلوبا،وأشهرهم عيوبا،وأكثرهم عدوّا،وأشدهم أحزانا ،وأنكاهم أشجانا،وأكثرهم في القيامة حسابا، وأشدهم إن لم يعف الله عنهم عذابا.(۳)**

قوم کے سربراہوں کی پریشانیاں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہیں، دوسرے لوگوں سے ان کے غم زیادہ دائمی ہوتے ہیں، دوسرے لوگوں سے ان کے دل زیادہ مصروفِ غم ہوتے ہیں، دوسرے لوگوں سے ان کے عیب زیادہ مشہور ہوتے ہیں، دوسرے لوگوں کی بنسبت ان

(۱) كليات العلوم ص ۳۸۲.

(۲) مفردات ص ۵۴۵.

(۳) روضة العقلاء ونزهة الفضلاء ص ۴۳۸، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية.

کے دشمن اور مخالفین زیادہ ہوتے ہیں، دوسرے لوگوں سے ان کی پریشانیاں زیادہ ہوتی ہیں، روزِ محشر ان کا محاسبہ زیادہ ہوگا اور قیامت کے دن اگر ان کو اللہ تعالیٰ نہ بخشے تو دوسرے لوگوں سے ان کا عذاب بھی سخت ہوگا۔

علامہ ابومنصور ثعالبیؒ لکھتے ہیں :

**كما أن أحوال الملوك عالية وأوامرهم نافذة وعيشتهم راضية فمؤنتهم كثيرة ،وهمومهم كبيرة، و محنهم عظيمة. (۱)**

جیسا کہ بادشاہوں کے احوال عالی ہوتے ہیں اور ان کے اوامر نافذ العمل ہوتے ہیں اور ان کی زندگی تروتازہ ہوتی ہے تو ان کی مشقت، پریشانیاں، تکالیف اور غم بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

امام ماورديؒ لکھتے ہیں :

**إنهم أكثر الناس أشغالاً ، وأعظمهم أثقالاً ، وأبعدهم عن ممارسة بأنفسهم ،ومشاهدة أقاصي أعمالهم بأعينهم ، وليس كل مستعان به يعين ، ولا كل وال يستقل بما يلي. (۲)**

حکام دوسرے لوگوں کی بنسبت بہت مصروف ہوتے ہیں، دوسرے لوگوں کی بنسبت ان کا بوجھ بھاری ہوتا ہے، لوگوں کے سب کام وہ خود نہیں کرسکتے اور دور کے لوگوں کے کاموں کا خود مشاہدہ نہیں کرسکتے۔ جب وہ کسی سے تعاون مانگیں تو سارے مدد معاون ثابت نہیں ہوتے اور نہ ہر وہ حاکم جس کو کام حوالہ کیا گیا ہو مستقل مزاج اور اہل ہوتا ہے کہ اپنی اہلیت کی بنیاد پر کام کی انجام دہی میں اپنے رہنما کا محتاج نہ ہو۔

(۱) آداب الملوک ص ۳۴، الباب الأول في الإفصاح عن علوّ شان الملوک .

(۲) نصيحة الملوک ص ۵۰ ، الباب الأول الحث على قبول النصائح .

## غم اور پریشانی کا علاج :

ادارے کا ذمہ دار اور حاکم جس طرح پوری رعیت کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے وہ لامحالہ غموم اور پریشانیوں کا سامنا بھی کرے گا تو لازم ہے کہ وہ ایسی تدابیر اپنائے جن کی وجہ سے اس سے غموم اور پریشانیاں کم ہو جائیں اور ان کو برداشت کر سکے؛ لہذا اس کی مختلف تدابیر ہوتی ہیں۔ امام شیزریؒ لکھتے ہیں :

**فینبغي للملک أن یریح نفسه و جسده عند طروء أحدهما ،وینال شیئا من اللذة و السرور بالأشیاء المباحة في الشرع بقدر ما یبلغ به مصلحته ، و یحفظ به صحته. (۱)**

پس بادشاہ اور حاکم کے لیے مناسب ہے کہ (جب ہمّ اور غم اُن کے سامنے آ جائے تو) اپنے نفس اور جسم کو آرام پہنچائیں اور شریعت میں اُن مباح اشیا سے اس انداز سے لذت اور سرور حاصل کریں جس میں مصلحت ہو اور جس سے اسے صحت ملے۔

## اچھی اور کامیاب ازدواجی زندگی:

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ بادشاہ اور حاکم پوری رعیت کے مدبر ہوتے ہیں ان کو ضرور مختلف قسم کے غموم و ہموم اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ ایسی تدابیر اختیار کریں جو حوصلہ افزائی کا باعث ہوں اور زیادہ غموم اور آلام و مصائب کی وجہ سے اس کا ذہن اور بدن متاثر نہ ہو۔ ان جملہ تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ وہ ایک خوبرو اور نیک خاتون سے شادی کرے جس کے ساتھ اس کے دل کو سکون حاصل ہو اور اس کی پریشانی دور ہو اور خوب خوش وخرم رہے، اس لیے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

(۱) المنهج المسلوک في سیاسة الملوک ص ۴۵۹ ، بتغیر، الوصف الخامس عشر: الغدر.

﴿ لِّتَسۡكُنُوٓا إِلَيۡهَا ﴾ . (۱)

ترجمہ: کہ چین سے رہواُن کے پاس۔

لٰہذا نیک سیرت بیوی کو بھی اسباب تسکین میں سے شمار کیا گیا ہے۔امام غزالیؒ حاکمِ وقت کو یہ نصیحت لکھی:

**سأل بهرام جورإلى كم احتاج السلطان حتى تتم سلطنته،وتتكامل بالسروردولته ؟فقال :إلى ستة من الأصحاب: الوزيرالصالح ليظهرإليه سرّه، و يدبرمعه رأيه ،ويسوس أمره ، والفرس الجواد ينجيه يوم الحاجة إلى النجاة، و السيف القاطع ، والسلاح الحصين، والمال الكثيرالذي يخف حمله، ويثقل ثمنه كالجواهر و اللؤلؤ والياقوت، والزوجة الحسناء لتكون مؤنسة لقلبه ، مزيلة لكربه، والطباخ الخبيرالذي إن أمسك شيء دَبّره بلطفه. (۲)**

کسی نے بہرام گور سے پوچھا کہ بادشاہ کن چیزوں کا محتاج ہوتا ہے جن کے ذریعے اس کی حکومت خوشحالی کے ساتھ چل سکے۔اس نے کہا کہ اس مقصد کے حصول کے لیے بادشاہ کو چھ ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ایک تو نیک وزیر کی کہ اسے اپنے راز سے آگاہ رکھے اوراس کی رائے اپنی رائے کے موافق کرے اوراس کے کام کو تدبر سے انجام دے۔دوسرا وہ عمدہ گھوڑا کہ بوقتِ ضرورت کام آسکے۔تیسرا تیز دھاروالی تلواراور عمدہ اسلحہ جس کے ذریعے اس کی حفاظت ہوسکے۔ چوتھا وہ دولت جس کی نقل وحمل آسان ہواوراس کی قیمت زیادہ ہو جیسے جواہرات، ہیرے یاقوت وغیرہ۔پانچواں خوبرواور نیک بیوی جواس کے دل کو سکون دے اوراس کے غموں کا خاتمہ کرے( جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے یہ فرض ادا فرمایا ہے جس وقت کہ

---

(۱) سورۃ روم آیت : ۲۰.

(۲) التبر المسبوک ص۸۸ ، الباب الثاني في سياسة الوزارة وسيرة الوزراء .

نبی کریم (ﷺ) پروحی کی ابتدامیں بےقراری پیش آئی)۔ چھٹاوہ ماہر باورچی جواس کے لیےاچھاپروگرام اورعمدہ پکوان (کھانے) تیارکرے۔ اسی طرح امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

**مَن أرادصلاحه وتدبيره،ولم يجدالمرأة الحسناء يلهوبهافعليه بالمرأة الدينة؛ فذات الدين خير و أبرک ،وإذاجاء ت الديانة أتى المال،وكان أبرک؛لأن المرأة التي لادين لهافمالهاأصل،ولامعهابركة، و ببركة الديانة يوجدكل خير.(۱)**

ہروہ شخص جواپنی اصلاح کے لیےاچھی تدبیرکاعزم رکھتاہواوراسے شادی کے لیےکوئی ایسی حسین عورت نہ ملےجس سے وہ دل بہلائے،تفریح کرے،اور مانوس ہو،تواس پرلازم ہے کہ دیندارعورت کے ساتھ شادی کرے کیوں کہ دین دارعورت بُہت بہتراور بُہت مبارک ہوتی ہے اوراس کے ساتھ مال ودولت میں برکت آتی ہے۔وہ عورت جودیندارنہ ہواس کے ساتھ برکت نہیں ہوتی اوربرکت ودیانت کے ساتھ تمام خوبیاں مل سکتی ہیں۔

## (۵۹) رازوں کی حفاظت:

ادارے کا سربراہ اورحاکم رازدار ہوگا اوررازوں کو پوشیدہ رکھنا ہرایک کے لیےضروری ہے۔لیکن اجتماعی خدمت کرنے والوں کے لیے بہت ہی اہم ہےاور یہ کامیابی کازینہ ہے۔نبی کریم (ﷺ) نےفرمایاہے :

**استعينوا على إنجاح الحوائج بالكتمان لها فإن كل ذي نعمة محسود(۲)**

(۱) التبرالمسبوک ص۱۲۵ ، الباب الرابع في ذكر النساء.

(۲) شعب الإيمان ج۵ ص۲۷۷، باب الحث على ترک الغل رقم:۶۶۵۵، المعجم الصغير ج۲ ص ۱۴۹، كتاب الباء باب مَن اسمه يزيد رقم: ۱۱۸۸ .

تم اپنے حوائج کی تکمیل کے لیے راز داری کو ملحوظ رکھ کر تعاون مانگو کیوں کہ ہر نعمت والے کے ساتھ حسد کیا جاتا ہے۔

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں :

**اعلم ! أن كتمان الأسرار من أقوى أسباب النجاح و أدوم لأحوال الصلاح (۱)**

جان لو! کہ راز داری کامیابی کے قوی اسباب میں سے ہے اور یہ اصلاحِ احوال کو دوام بخشتی ہے۔

**اعلم ! أن كتمان الأسرار يدل على جواهر الرجال كما أنه لا خير في آنية لا تمسك ما فيها فلا خير في إنسان لا يمسك سرّه . (۲)**

جان لو! کہ حفاظتِ راز انسانوں کے کمالات پر دلالت کرتی ہے اور جیسے اس برتن میں کوئی بھلائی نہیں جس میں کوئی چیز محفوظ نہیں رہ سکتی، بعینہٖ اس انسان میں کوئی بھلائی نہیں جو اپنے راز کو چھپا نہیں سکتا۔

اس موضوع کی مکمل تشریح اور تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب: اسلام میں اسرار کی اہمیت وحفاظت ((حفظ الأسرار و إفشاؤها في الشريعة الإسلامية)) ملاحظہ فرمائیں۔

## (٦٠) حاکم مصلحین کی اصلاح سے خوش ہوگا :

انسانی تجربات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بشری نفس کے فساد اور خراب ہونے کا اہم اور مؤثر سبب اختیار اور تسلط ہے اور خاص طور پر یہ سرداری اور سربراہی اس وقت انتہائی مضر ہو جاتی ہے جب مطلق العنان ہو اور بغیر کسی قید اور شرط کے اختیار کی جائے۔ بہت مرتبہ اس طرح ہوا

(۱) أدب الدنيا ص ۴۸۳، الفصل الرابع في كتمان السر فصل كتمان السر .

(۲) سراج الملوك ج ۲ ص ۴۱۵، الباب الثالث والثلاثون في كتمان السر .

کہ حاکم ابتداء میں اسلامی خلافت واختیار کے تمام معیار پر پورا تھا۔عدالت،تواضع ، عاجزی ، اہل نظرلوگوں کی باتوں کوغور سے سننا اور نصیحت قبول کرنا یہ ساری صفات اس میں موجود تھیں اور اپنی حکومت کو انھی اصولوں پر چلانا شروع کیا لیکن اچانک سیدھے راستے سے ہٹ گیا،حق سے سرکشی اور رعیت پر ظلم کرنا شروع کردیا۔

اگرکوئی اس پر تنقید کرتا یا اس کو نصیحت کرتا تو اس کو سزادے اور خیر خواہ لوگوں کی زبانیں بند کردی، عام تفتیش اور رقابت اور قانونی مشورے دینے کے تمام راستے اور وسائل معطل کردیے عام مسلمانوں سے دور رہنے لگا اور برے دوستوں کا ایک مضبوط گروہ اپنے اردگرد قائم کرلیا۔(۱)

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اثر:

اسلامی نظام ان صفات اور عام لوگوں کی نگرانی کی اہمیت اور ضرورت کا ادراک کرتا ہے تا کہ حکومت اور اداری کام سالم طریقے سے چلتے رہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رعایا کو اپنے پہلے خطاب میں یہ فرمایا:

**أمابعد ! أيها الناس ! فإني قد وليتُ عليكم ،ولستُ بخير كم،فإن أحسنتُ ؛ فأعينوني ، وإن أساتُ فقوّموني . (۲)-(۳)**

اللہ کی حمد وثناء کے بعد، اے لوگو! مجھے تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہے،لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو تم میری تحسین کرو اور اگر میں غلطی یا خطا کروں تو مجھے درست راستے کی طرف کھینچو۔

(۱) فوزي كمال أدهم .الإدارة الإسلامية ص ۳۲۰–۳۲۱ ، رقابة المجتمع .

(۲) كنزالعمال ج۵ ص ۶۰۱ رقم : ۱۴۰۶۴ ، البداية والنهاية ج۶ص۳۰۵،۳۰۶ ، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص۳۳۶

(۳) فوزي كمال أدهم . الإدارة الإسلامية ص ۳۲۰/۳۲۱ ، رقابة المجتمع .

## حضرت عمرؓ کے آثار واقوال:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور وہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلے اور ان کا دور حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے متعین کردہ اصول اور مقررات کی تطبیق اور عملیت کا دور تھا۔ اسلام مقرر اصولوں کی تطبیق کے لیے ایک سالم طرزِ عمل پیش کرتا ہے جو کہ تمام افراد کے حقوق کے پورا ہونے کی ضمانت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ ان جملہ حقوق میں سے اہم حق یہ ہے کہ فرد اور معاشرہ کو مجموعی طور پر اس بات کا حق حاصل ہو کہ وہ حاکم کو نصیحت کرے یا تنقید کرے۔

اور حاکم پر یہ بات لازم ہے کہ مذکورہ نصیحت اور جائز تنقید کو خندہ پیشانی سے قبول کرے اور درست راستے کی طرف پھر جائے۔ اس کا صحیح اور حق نمونہ ہم خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں تلاش کر سکتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی تنقید اور نصیحت قبول کرنے کی بہترین مثال قائم کی ہے بلکہ لوگوں کو اس بات پر ابھارتے کہ خلیفہ پر شخصی امور میں یا اس کے والیوں کے بارے میں مضبوط تنقید کریں۔

۱۔ حضرت عمرؓ ایک مجلس میں انصار ومہاجرین کے ساتھ شریک تھے۔ آپؓ نے فرمایا:

**أرأيتم لو ترخصتُ في بعض الأمور ما كنتم فاعلين؟ فسكتوا. فقال: ذلک مرتين أو ثلاثا. فقال بشر بن سعد : لو فعلتَ ذلک قومناک تقويم القدح . فقال عمر : أنتم إذاً أنتم إذاً.** (۱)

اگر میں بعض کاموں میں تن آسانی اور رخصت پر عمل کروں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ تو سب مہاجرین وانصار خاموش رہے۔ جب آپؓ نے یہ بات دو تین بار دہرائی تو بشر بن سعدؓ نے کہا:

---

(۱) کنز العُمّال ج۵ ص ۶۸۷ رقم: ۱۴۱۹۶، ج۱۲ ص۶۱۷ رقم: ۳۵۹۰۷، موسوعة آثار الصحابة ج ا ص ۱۴۷ رقم: ۲۴۸.

اگر آپؓ نے ایسا کیا تو ہم آپؓ کو تیر کی طرح سیدھا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اُس کی یہ بات بار بار دہرائی کہ تم مجھے تیر کی طرح ٹھیک کروگے اور اس پر بہت خوش ہوئے۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ سے فرمایا کہ آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں آپؓ کو دیکھتا ہوں کہ مال کے جمع کرنے پر قوت بھی رکھتے ہیں اور پھر بھی اس مال سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور اس کو تقسیم کرنے میں عدل کرنے والے بھی ہیں۔ اور اگر آپ کبھی ناحق کی طرف مائل ہوگئے تو ہم آپؓ کو ایسا ٹھیک کردیں گے جیسے کہ تیر مشین کے ذریعے ٹھیک کیا جاتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے تبسم فرمایا۔ انھوں نے دوبارہ عرض کیا کہ اگر آپؓ میں کج روی آگئی تو ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**الحمد للّٰه الذي جعلني في قوم إذا ملتُ عدلوني .(۱)**

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ایسے لوگوں میں پیدا فرمایا کہ جب میں ٹیڑھا ہوجاؤں تو وہ مجھے سیدھا کردیں۔

۳۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا، تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ پریشان تھے میں نے پریشانی کی وجہ پوچھی، تو انھوں نے فرمایا کہ:

**إني أخاف إن أقع في منكر فلاينهاني أحدمنكم تعظيمالي فقال حذيفه: واللّٰه لورأيناك خرجتَ عن الحق لنهيناك. ففرح عمر. وقال: الحمد للّٰه الذي جعل لي أصحابا يقومونني إذا اعوججتُ . (۲)**

(۱) كنزالعمال ج۱۲ ص۵۶۳ رقم: ۳۵۷۶۳، موسوعة ج۱ ص۳۳۶ رقم: ۱۹۸۴، سير اعلام النبلاء ج۲ ص۳۷۲.

(۲) مختصرمنهاج القاصدين ص۱۳۴، كتاب الزهد ج۸ ص۱۵۴، قرة العينين ص۱۰۲ .

مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں کوئی برا کام کروں تو مجھے تعظیم و تکریم کی وجہ سے کوئی بھی نہیں روکے گا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: میں نے کہا: خُدا کی قسم! اگر میں آپ کو اس حالت میں پاؤں کہ جس میں آپ حق پر نہ ہوں، تو میں آپ کو روکوں گا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اور فرمایا: حمد و ثنا ہے اس ذات کے لیے جس نے میرے لیے ایسے ساتھی پیدا فرمائے کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ میری اصلاح کریں۔

۴۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا:

**یامعشر المسلمین! ماتقولون لو ملتُ برأسي إلى الدنيا هكذا (وميل رأسه) فيشق الصفوف رجلٌ، ويقول: وهو يلوح ذراعيه كأنها حسام ممشوق: إذن نقول بالسيف هكذا (وأشار إلى القطع). فيسأله عمرؓ إياي تعني بقولك؟ فيجيب الرجل: إياك أعني بقولي. فتضيء الفرحةُ وجهَ عمرؓ. يقول: يرحمك الله. الحمدلله الذي جعل في رعيّتي مَن يقوم عوجي. (۱)**

اے مسلمانوں کی جماعت! تم کیا کہو گے اگر میں دنیا کی طرف مائل ہو جاؤں۔ (اور اپنے سر کو ایک طرف گمایا) تو صفوں میں سے ایک آدمی نکلا۔ اس نے اپنی بازووں کو کھول رکھا تھا جو نکلی ہوئی تلوار کی طرح چمکتی تھیں۔ اس نے کہا کہ اس وقت ہم آپؓ سے تلوار کے ذریعے ایسا معاملہ کریں گے (اور آپؓ کے سر کے قلم کرنے کی طرح اشارہ کیا)۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھاری بات سے مراد میں ہی ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں! آپ ہی مراد ہیں۔ حضرت عمرؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے حمد و ثنا ہے، اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری رعیت میں ایسا شخص پیدا فرمایا جو میری کج روی کو ٹھیک کر سکتا ہے۔

---

(۱) الرياض النظرة في مناقب العشرة ج ۲ ص ۳۲۵، ذكر تواضعه.

حضرت عمرؓ کی خندہ پیشانی اور فراخدلی سے تنقید قبول کرنے کی مثالیں اور نمونے بہت زیادہ ہیں اور وہ اس طرزِ عمل سے لوگوں کو یہ دکھاتے تھے کہ حاکم کو ایک ڈکٹیٹر نہیں ہونا چاہیے اور اسکو عام مسلمانوں سے بالاتر ہوکر کوئی خصوصی امتیاز حاصل نہیں ہونا چاہیے کہ عام مسلمان اس خصوصیت سے محروم ہوں اور وہ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو یہ دکھادیں کہ یہ آپ کا حق ہے کہ حاکم پر مکمل تنقید خوب جرأت سے کرسکتے ہو اور جو چیز تم لوگوں کو مناسب معلوم ہوتی ہے اس کا مشورہ خوب کھل کر دے سکتے ہو اس لیے کہ حکومت چلانا حاکم اور محکوم دونوں کی مشترک ذمہ داری ہے۔

حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ رعیت کی ایسی تربیت کریں کہ وہ حکام کے ساتھ ان کے حکومتی کاموں کے سنبھالنے میں پوری پوری مدد کرے اور حقیقت میں انھی کا اختیار ہے اور یہ رائے دینے کے اہل ہیں اور رعیت کو یہ احساس دیں کہ حاکم ان ہی میں سے ایک فرد ہے جو ان کی رائے کے مطابق حکومت کرتا ہے۔

تنقید کے بارے میں مسلمانوں کی یہ جرأت اس وقت تک قوی نہیں ہوگی جب تک حاکم کا رویہ تنقید قبول کرنے کے بارے میں منصفانہ اور قابل قبول نہ ہو کہ حاکم کا یہ مذکورہ رویہ حکومتی کاموں کی عوامی نگرانی اور تفتیش کو بھی تقویت دیتا ہے اور کمزور نہیں کرتا۔(۱)

دیکھو! حضرت عمرؓ اپنی کی اصلاح کا مطالبہ کھلے طور پر لوگوں سے فرماتے ہیں اور ایک خیر خواہ اور مصلح صحابی کی اصلاحی بات سے خوش ہوتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں اور یہی اسلامی حکام کی شان ہونی چاہیے۔ان حکام کے حال پر افسوس ہے جو خیر خواہ اور مصلح خواص کی اصلاحی باتوں سے ناراض ہوتے ہیں اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر اور تدبیر نہیں کرتے بلکہ اصلاح کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے اور ان کو اپنا یہ عمل ہر قیمت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ویحسبون أنهم یحسنون صنعا اور وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ اچھا کام کر رہے ہیں

---

(۱) فوزی کمال أدهم .الإدارة الإسلامية ص ۳۲۱، ۳۲۲، رقابة المجتمع .

## آزادی رائے کی حدود:

حاکم کے تصرفات کے بارے میں رعیت اپنی رائے کے اظہار کا حق رکھتی ہے مگر اس کے لیے چند حدود اور ضوابط ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) خلیفہ اور حاکم کی خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر ایک آدمی رائے دے جیسے فرمان رسول اللہ ﷺ ہے:

**الدین النصیحة قلنا : لمن ؟ قال : لله ، ولکتابه ، ولرسوله ، ولأئمة المسلمین وعامتهم .(۱)**

دین خیر خواہی ہے۔ہم نے عرض کیا: کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ (خلفاء) کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔

لہذا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ حاکموں کے تصرفات کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار میں حاکموں کو مشہور کرنے، یا ان کی برائیوں کو بڑا ظاہر کرنے، یا ان کی حیثیت کو مجروح کرنے کا ارادہ کرے یا یہ نیت کرے کہ لوگ حاکموں پر جری ہو جائیں یا اس طرح کے دوسرے باطل مقاصد کہ جن سے اللہ تعالی کی رضا مندی کا اردہ نہ کیا گیا ہو، اور نہ ہی حاکم کی بھلائی مقصود ہو اور نہ ہی اس میں امت کی مصلحت کا ارادہ ہو۔

(۲) خلیفہ کے تصرفات میں مسلمان کا اپنی رائے کا اظہار کرنا علم وفقہ کی بنیاد پر ہوگا لہذا ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اجتہادی موضوع میں حاکم پر اعتراض یا اس کی عیب گیری کرے کیونکہ ایسے موضوع میں اس کی رائے حاکموں کی رائے سے بہتر نہیں ہوگی۔

(۱) مسلم ج ۱ ص ۵۴، کتاب الإیمان باب بیان أن الدین النصیحة ، أبو داؤد ج ۲ ص ۳۲۸، کتاب الأدب باب في النصیحة .

(۳) جب کسی کام میں مختلف آراء کے اظہار کی گنجائش ہوتو کسی کو اپنی رائے حرفِ آخر سمجھ کر دوسروں کو اس پر مجبور کرنا یا فتنے اور لڑائی جھگڑے پیدا کرنا جائز نہیں۔

لوگوں کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ اپنی رائے کے اظہار سے فتنے پیدا کریں اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ جب ایک مسئلے میں تمام آراء کی گنجائش ہوتو اور ان کی رائے پر عمل نہ کیا جائے تو یہ لوگ ان مخالفین سے لڑیں۔(۱)

حکام اور محکومین غلطی اور خطا سے معصوم نہیں ہیں اس لیے کہ وہ بھی انسان ہیں، ان کے افعال کبھی تو درست راستے کی سمت چلتے ہیں اور کبھی غلطی پر، تو یہ ہمیشہ مخلص، تقوی دار اور خیر خواہ لوگوں کی نصیحت اور مشورے کے محتاج ہوتے ہیں۔

حکام کو شرعی اصولوں کے مطابق نصیحت کرنا اور نیک مشورے دینا دین کے جملہ مطلوب اور مقصود احکام میں سے ہے اور یہ سلف صالحین کا بہتر طریقہ تھا لیکن نصیحت اخلاص، عاقلانہ انداز، نرمی اور بہت مدبرانہ طرز اور طریقے کے ساتھ ہونی چاہیے تاکہ مطلوبہ اہداف حاصل ہوسکیں۔

**فيجب على الأمير أن سمع نصح الناصحين ويقبلها. والنصيحة للأئمة والولاة واجبة على المسلمين قدأمرت بهاالآيات والأحاديث،وهي داخلة أيضاًفي باب الأمربالمعروف والنهي عن المنكر،ومقارنة للشورى . (۲)**

تو بادشاہ اور حاکم پر یہ بات لازمی ہے کہ وہ مصلحین کی نصیحت کو غور سے سنے اور عمل میں لائے حاکم اور ذمہ دار لوگوں کی خیرخواہی مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے اسی لیے قرآن وحدیث دونوں نے اس کام کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شامل مسئلہ ہے اور شوریٰ کی اصل کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

(۱) عبدالکریم زیدان . أصول الدعوة ص ۲۲۴، المطلب الثاني الشورىٰ.

(۲) ضياء الدين رئيس . نظريات السياسية الإسلامية ص ۳۳۸ ، مسؤولية الحاكم .

## حکام کو کس کی نصیحت مناسب ہے؟

یہ بھاری اور بڑی مسئولیت امت کے علماء اور مخلص داعیان کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے یہ کام حکام کے ان اہم حقوق میں شمار کیا جاتا ہے جو ان کے رعیت پر ہیں۔

**فعلى علماء الإسلام : أن يقوموا بما أوجب الله عليهم من بيان الحق ، والتذكير به ، وأمر ولاة أمور المسلمين بالمعروف،وإعانتهم عليه،ونهيم عن المنكر،وتحذيرهم منهم،بيان سوء عاقبته وخطره على الأمة، في عاجل أمرهاوآجله،فإن فشو المنكرات وكثرتهامن أسباب حصول البلاء ،ووقوع العذاب،وزوال الدول والملوك ، وانتشار الفساد في الأرض .**

لہٰذا اسلامی امت کے علماء پر یہ فرض ہے کہ حق بات کریں ،لوگوں کو حق بات کی یاددھیانی کروائیں، حاکموں کو نیک راستہ دکھائیں،اس میں ان کی مدد کریں، ناجائز کاموں سے ان کو منع کریں، اس کے بُرے انجام سے ڈرائیں، امت پر ان برے اعمال کے قریب المدت اور بعید المدت برے نتائج اوراثرات ان کے سامنے بیان کریں۔اس لیے کہ جب امت میں منکرات اور فساد پھیل جائے ،تو یہ مصیبتوں اور عذاب کا سبب بنتا ہے، دولت اور بادشاہی کے زوال کے سبب بنتا ہے اوراس کے ذریعے زمین میں فساد اور مصائب پھیلتے ہیں۔اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

**﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (١) (٢)**

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تا کہ اللہ تعالی ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھادیں تا کہ وہ باز آجائیں۔

---

(١) سورۃ روم آیت : ۴١.

(٢) محمد بن عبدالله . الأدلة الشرعية في بيان حق الراعي والرعية ص ٦٦ .

امامِ دار الہجرت امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں:

**حق على كل مسلم أورجل، جعل الله في صدره شيئاً من العلم والفقه : أن يدخل على ذي سلطان يأمره بالخير ، وينهاه عن الشر ، ويعظه ، لأن العالم إنما يدخل على السلطان يأمره بالخير ، وينهاه عن الشر ، فإذا كان فهو الفضل الذي ليس بعده فضل . (١)**

جس شخص کواللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ علم دیا ہواس پرلازم ہے کہ بادشاہ کے پاس جائے،اس کو بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے،اس کونصیحت کرے،اس لیے کہ عالم کو بادشاہ کی مجلس میں اسی غرض سے جانا چاہیے کہ نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے،اگرانھوں نے یہ کام کیاتواس سے بہتر دوسرا کام نہیں۔

پس علماء پرضروری ہے کہ حاکموں کونرم لہجے سے نصیحت کریں اورحکام پر یہ لازم ہے کہ ان کی نصیحت کوغور سے سنیں۔اس لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

**الدين النصيحة . قلنا لمن ؟ قال :لله ، ولكتابه ، ولرسوله ، ولأئمة المسلمين ، وعامتهم . (٢)**

دین کی جملہ اساس میں سے ایک اہم اساس خیرخواہی ہے صحابہؓ نے پوچھا کہ یہ خیرخواہی کس کے لیے ہے تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے،اس کے رسول کے لیے،اس کی کتاب کے لیے،مسلمانوں کے حاکموں کے لیےاورعوام کے لیے۔

---

(١) قاضي عياض .ترتيب المدارك ج٢ ص٩٥،باب في أخبارمالك مع الملوك ، ووعظه اياهم وحسن مقامه عندالولاة و...،.

(٢) مسلم ج ١ ص ٥٤،كتاب الإيمان باب بيان أن الدين النصيحة ، أبو داؤد ج٢ص٣٢٨، كتاب الأدب باب في النصيحة .

عبداللہ بن جریر البجلیؓ فرماتے ہیں:

**بايعتُ رسولَ الله ﷺ على السمع والطاعة ....والنصح لكل مسلم .**(۱)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ میں مسلمان حاکم کی بات سنوں گا اور اس کو عمل میں لاؤں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔

بادشاہ کو چاہیے کہ اول اپنا دروازہ خیر خواہ لوگوں پر بند نہ کرے اور نہ ہی اپنے کانوں کو حق بات کے سننے سے محروم کرے اس لیے کہ اگر بادشاہ یہ کام کرے گا تو خیر خواہ لوگ اس کی خیر خواہی میں حیران وپریشان رہ جائیں گے۔

طرطوشیؒ فرماتے ہیں:

**السلطان خليق أن يعوّدنفسه الصبر على مَن خالف رأيه من ذوي النصيحة،والتجرع لمرارة قولهم.**(۲)

یہ بات بادشاہ کی شان کے لائق ہے کہ جب نصیحت کرنے والوں کی طرف سے اس کی رائے کی مخالفت کی جائے تو وہ مخالفت کرنے والے کے سامنے صبر اور تحمل سے کام لے اور نصیحت کرنے والوں کی کڑوی باتوں کو خندہ پیشانی سے سہے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر دور میں حق پرست اور ربانی علماء نے وقت کے حاکموں کو نیک مشورے دیے ہیں ۔دین اسلام میں عالم کی بہت زیادہ ذمہ داریاں اور مسئولتیں ہیں جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) راعی یعنی حاکم کو درست راستے کی طرف لانا۔

(۲) اسی طرح امت اور رعیت کو سیدھا راستہ دکھانا لیکن فاسد اور بے راہ حکومتوں نے عالم

---

(۱) سنن نسائي ج۲ ص ۱۸۳ ،كتاب البيعة باب البيعة في ما يستطيع الإنسان رقم : ۳۹۰۵.

(۲) سراج الملوك ج ۱ ص ۲۵۵ ، الباب التاسع عشر في خصال جامعة لأمر السلطان .

کی ذمہ داری صرف حکومت کی تائید میں منحصر کی ہے۔

## اسلاف رحمہم اللہ کی نصائح:

### (۱) حضرت خضر (علیہ السلام) کی نصیحت:

خلیفہ ابوجعفر منصور حج کرنے آیا تو دارالندوہ میں قیام کیا اس وقت حضرت خضر (علیہ السلام) کے ساتھ ملاقات ہوئی، حضرت خضر (علیہ السلام) نے اس کے اور عاملین کے متعلق بہت نصائح فرمائیں منصور بہت زیادہ رویا اور عرض کیا:

**كيف احتيالي؟ولم أرمن الناس إلاّخائنا.فقال الرجل:ياأمير المؤمنين ! عليك بالأئمة المرشدين . قال: ومَن هم ؟ قال : العلماء . قال فقدفروا عني وهربوا مني . قال : إنما فروا عنك وهربوا مخافة أن تحملهم على ماظهر منك من قبل عُمّالك ولكن افتح الباب،وسهل الحجاب، وانصر المظلوم،وخذ المال من حله ، واقسمه في أهله وأناضامن لك أن مَن هرب منك يأتيك فيعاونك صلاح أمرك . (۱)**

میں کیسے تدبیر اختیار کروں حالانکہ میں لوگوں میں صرف خائن ہی پاتا ہوں؟ حضرت خضر (علیہ السلام) نے فرمایا اے امیر المؤمنین! تم ان بزرگوں اور بڑوں سے استفادہ کرو جو رہنمائی کرنے والے ہیں۔ منصور نے عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت خضر علیہ اسلام نے فرمایا: کہ یہ علما ہیں، منصور نے عرض کیا: کہ علما تو مجھ سے بھاگتے ہیں۔ حضرت خضر (علیہ السلام) نے فرمایا: وہ تمھارے قریب اس لیے نہیں آتے کہ یہ علما ڈرتے ہیں کہ کہیں تم اُن کو اُن کاموں پر مجبور نہ کرو جو تجھ سے تمھارے حکام کے ذریعے صادر ہوتے ہیں۔ لیکن تم اپنے دروازے کھلے رکھو اور اپنی ملاقات

(۱) المنهج المسلوك ص۷۳۷/۷۳۸، الروضة الرابعة .

آسان بناؤ، مظلوم کی اعانت کرو، حلال طریقہ سے مال حاصل کرو اور مستحقین پر تقسیم کرو، تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ جو علما تمھارے نزدیک نہیں آرہے وہ تمھارے قریب آئیں گے اور تمھارے کام کی اصلاح میں مدد فرمائیں گے۔

## (۲) حضرت محمد بن کعبؒ اور حضرت ہشامؒ کی نصیحت:

حضرت مالک بن انسؒ فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ مقرر ہوئے تو محمد بن کعب ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ ہشام بن مصادرؒ ان کے پاس بیٹھے اور نصیحت کرتے تھے، عمر بن عبدالعزیز رو رہے تھے، محمد بن کعبؒ نے فرمایا: کیوں رو رہے ہو؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

**ابكاني هشام حين ذكرني وقوفي بين يدي ربي .**

ہشام نے مجھے اللہ کے سامنے میری پیشی یاد دلا کر مجھے رُلا دیا۔

محمد بن کعبؒ نے بھی نصیحت کے طور پر فرمایا:

**ياأمير المؤمنين! إنماالدنياسوق من الأسواق فمنهاخرج الناس بماينفعهم، ومنهاخرجوابماضرهم فلا،تكن من قوم قدغرّهم منهامثل الذي اصبحنا فيه، حتى أتاهم الموت فاستوعبهم،فخرجوا منهاملومين لم يأخذوا لما احبوه من الآخرة عدّة ، ولالماكرهواجُنّة،فاتق اللّٰهَ ياأمير المؤمنين!وافتح الباب،وسهل الحجاب،وانصرالمظلوم،واردع الظالم.....فاشتدبكاء عمربن عبدالعزيز، وعلانحيبه،قال: اللهم اعني على ما ابتليتني به من أمرعبادک،و بلادک، وارزقني فيهم العمل بطاعتک،واختم لي بخير منک وعافية منه . (۱)**

---

(۱) المنهج المسلوک ص ۷۱۳/۷۱۵، الروضة الأولى .

اے امیر المؤمنین! دنیا بازاروں میں سے ایک بازار ہے، بعض لوگ بازار سے نفع حاصل کر کے واپس لوٹتے ہیں اور بعض نقصان کے ساتھ، تم ان لوگوں میں سے مت بننا جو دنیا سے دھوکہ کھا لیتے ہیں جیسے کہ وہ قوم جس میں ہم رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو موت آجائے اور سب مر جائیں۔ یہ لوگ دنیا سے ملامتی کی حالت میں واپس ہو جاتے ہیں ان کے پاس آخرت کی محبوب چیزوں کے لیے کوئی سامان ہوتا ہے اور نہ ناپسندیدہ چیزوں سے کوئی بچاؤ۔ پس اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اپنا دروازہ کھلا رکھو، ملاقات آسان بناؤ، مظلوم کی مدد کرو، ظالم کو ظلم سے منع کرو، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا رونا اور بھی بڑھ گیا، آواز بلند ہوگئی اور دعا میں فرمایا: اے اللہ تیرے بندوں اور شہروں میں سے جو خلافت کا کام مجھے سپرد کیا گیا ہے تو اس میں میری مدد کرنا اور ان امور میں اپنی تابعداری نصیب فرما اور اس کام کا انجام خیر و عافیت کے ساتھ نصیب فرما۔

## (۳) حضرت سعید بن عامر جمحیؓ کی نصیحت:

حضرت سعید بن عامر جمحیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے وصیت کرو، انھوں نے وصیت میں کہا:

**أوصیک أن تخشی اللّٰه في الناس، ولا تخش الناس في اللّٰه، ولا یختلف قولک وفعلک، فإن خیر القول ما صدقه الفعل، لا تقض في أمر واحد بقضاء ین فیختلف علیک أمرک وتزیغ عن الحق، وخُذْ بالأمر ذی الحجة تأخذ بالفلج، ویعینک اللّٰه ویصلح رعیتک علی یدیک، وأقم وجهک وقضاءک لمن ولاک اللّٰه أمره من بعید المسلمین وقریبهم، وأحبّ لهم ماتحب لنفسک وأهل بیتک، واکره لهم ماتکره لنفسک وأهل بیتک، وخض الغمراتِ إلی الحق، ولا تخف في اللّٰه لومة لائم.**

میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں، اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈریں ،قول وفعل میں اختلاف نہ ہو، کیونکہ بہترین قول وہی ہے کہ عمل اس کی تصدیق کرے، ایک ہی معاملے کے بارے میں فیصلے مت کریں، پھر آپ کا کام آپ پر خلط ملط ہو جائے گا اور آپ حق سے پھر جائیں گے، اس کام پر عمل کریں جس کی دلیل موجود ہو، تو آپ کامیاب رہیں گے اور اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے ہاتھ سے رعیت کی اصلاح کرے گا، اپنی ذات اور اپنے فیصلے کو ان مسلمانوں کے لیے وقف کردیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذمہ دار بنایا ہے، چاہے وہ قریب کے مسلمان ہوں یا دور کے، اور ان کے لیے وہی پسند کریں جو تم اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے پسند کرتے ہیں، اور ان کے لیے وہی چیز ناپسند کریں جو آپ اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے ناپسند کرتے ہیں، اور گمراہ لوگوں کو حق کی ترغیب دیں اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامتی سے مت ڈریں۔

## (۴) حضرت ربیع بن زیادؒ کی نصیحت:

حضرت ربیع بن زیادؒ خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کو اس طرح نصیحت کرتے ہیں:

**إنک ولیتَ أمر هذه الأمة فاتق اللّٰه فیماولیتَ من أمر هذه الأمة وأهلُ رعیتک في نفسک خاصة فإنک محاسب ،ومسؤول وإنماأنتَ أمین وعلیک أن تؤدي ماعلیک من الأمانة فتعطی أجرک علی قدرعملک فقال : ماصدقني رجلٌ منذ استخلفتُ غیرَک . (۱)**

آپ کو اس امت کی رہنمائی حوالے کردی گئی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے اس امت اور رعیت کے بارے میں ڈریں؛ کیونکہ آپ کا ان کے بارے احتساب کیا جائے گا اور آپ سے ان کے

(۱) کنز العمال ج۱۳ص ۳۸۹/ ۳۹۰ رقم: ۳۷۰۴۶.

متعلق پوچھا جائے گا اور آپ امین ہیں اور آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ اپنی امانت کا حق ادا کریں۔ پس آپ کو اپنے عمل کے مطابق اجر دیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب سے میں خلیفہ بنا ہوں ابھی تک مجھ سے کسی نے ایسی سچی بات نہیں کی۔

## (۵) حضرت ابوحازمؒ کی نصیحت:

سلیمان بن عبدالملک جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو تین دن تک قیام فرمایا۔ پھر پُوچھا کہ یہاں کوئی تابعی ہے؟ ساتھیوں نے حضرت ابوحازم کا تذکرہ کیا چنانچہ ان کو بلایا اور نصیحت کا مطالبہ کیا اور کہا:

**یاأبا حازم !کیف لناعلی الصلاح؟ قال : تدع التکلف وتمسک بالنصفة . قال : فیکف طریق المأخذ لذلک ؟ قال:تأخذالمال مِن حله ، وتضعه في أهله.قال:ومَن یقدرعلی ذلک؟ قال : مَن قلّده اللّٰهُ تعالی من الأرض ماقلدک . (۱)**

اے ابوحازم ہماری اصلاح کا طریقہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ تکلف چھوڑ دو اور انصاف پر عمل کرو۔ سلیمانؒ نے کہا: اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ ابوحازمؒ نے فرمایا کہ تم مال حلال طریقے سے کماؤ اور مستحقین پر خرچ کرو۔ سلیمان نے کہا: اس پر کون طاقت رکھ سکتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا: وہ لوگ اس کی طاقت رکھ سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں تیری طرح طاقت وتصرف دیا ہو۔ سلیمان بن عبدالملک نے کہا:

(۱) ابن جوزي .المصباح المضيء ج۲ ص ۵۰. العقدالفريد ج۳ ص ۹۷. احیاء العلوم ج۲ ص ۱۴۶. المنهج المسلوک ص ۷۱۸.

یاأباحازم ! عظناعظة ننتفع بها،قال:إن هذا الأمر لم یصر إلیک إلاّ بموت مَن کان قبلک،وهو خارج من یدک بمثل ماصار إلیک،فبکی سلیمان ،وکان یسقط علی جنبه،فلماأفاق قال أبو حازم: إنما أنتَ سوق فما نفق عندک حمل إلیک مِن خیر أو شرٍ فاختر لنفسک أیهماشئتَ،قال سلیمان: ارفع إليّ حوائجک یا أبا حزم! قال:هیهات فإني قدرفعتُهاإلی مَن لاتحتجب دونَه الحوائج فمااعطاني منهاقنعتُ،ومامنعني منهارضیتُ، وذلک إني نظرتُ في هذا الأمر فإذا هوعلی قسمین :

أحدهما: لي،والآخر لغیري.فأماماکان لي فلو أني احتلتُ فیه بکل حیلة،ماوصلتُ إلیه قبل أوانه الذي قدرلي،فیه،وأماالذي لغیري فذلک الذي لاتطمع نفسي فیه،وکمامنع غیري من رزقي کذلک منعتُ أنا من رزق غیري، ثم ترکه ، وانصرف ، قال : فماربح سلیمان بعدذلک متواضعاحتی مات . (۱)

اے ابوحازم ایسی نصیحت کریں جس سے میں فائدہ حاصل کروں۔انھوں نے فرمایا آپ کو یہ خلافت تب ملی، جب آپ سے پہلے خلیفہ کا انتقال ہوگیا، یہ خلافت آپ کے ہاتھ سے اس طرح نکلے گی جس طرح آپ کے ہاتھ میں پہنچی ہے سلیمان رویا اور اپنے پہلو کے بَل گر پڑا جب اس کو ہوش آیا تو ابوحازم نے فرمایا: آپ کی مثال بازار کی ہے۔ جو چیز دوسروں کو دوگے آپ بھی وہی چیز دی جائے گی۔خواہ وہ خیر ہو یا شر۔اپنے لیے وہ چیز پسند کریں جو آپ کو محبوب ہو۔حضرت سلیمان نے کہا: اپنی حاجت بیان کریں تاکہ میں اسے پورا کروں۔حضرت ابوحازمؒ نے فرمایا: میں نے حوائج اس ذات کے سامنے رکھ دی ہیں جن کے ہاں دینے سے منع نہیں اور جو ساری حوائج حل کرتا ہے،اس ذات نے جو نعمت دی ہے میں نے اس پر قناعت اختیار کی ہے اور جو نہیں

(۱) شیزري .المنهج المسلوک ص ۷۲۰/۷۲۱ ، الروضة الثانیة.

دی میں اس پر راضی ہوں اور یہ اس لیے کہ میں نے اپنے اس کام میں غور وفکر کی تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم پر ہے:

ایک یہ کہ میرا حق ہو دوم یہ کہ کسی اور کا حق ہو۔ پس وہ جو میرا حق ہو میں جتنی بھی کوشش کروں تو وقت سے پہل نہیں کر سکتا۔ اور دوسروں کے حق میں میری کوئی طمع نہیں ہے، جس طرح اوروں کو میرے حق سے منع کیا ہے اسی طرح مجھے بھی اوروں کے حق سے منع کیا ہے، ابو حازمؒ تشریف لے گئے اور سلیمان نے اس کے بعد تواضع اختیار کر لی یہاں تک وفات پا گئے۔

## (۶) امام اوزاعیؒ کی نصیحت:

امیر المؤمنین منصورؒ کو مشہور فقیہ ومحدث امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) نے نصیحت میں فرمایا:

**یا أمیر المؤمنین! قال رسول اللّٰہ ﷺ أیما عبد جاء ته موعظة من اللّٰہ في دینه، فإنها نعمة من اللّٰہ تعالی سیقت إلیه فإن قبلها بشکر، وإلاّ کانتْ حجة من اللّٰہ لیزداد بها اثما، ویزداد اللّٰہ بها علیه سخطا. یا أمیر المؤمنین! إن الذي لیّن لک قلوبَ الأمة حتی ولاک أمورَهم لقرابتک من نبیه ﷺ لتحقق أن یقوم لهم فیهم بالحق وأن یکون بالقسط فیهم قائما، ولعوراتهم ساترا، فلاتغلق علیک دونهم الأبواب ولاتقیم علیک دونهم الحجاب، وابتهج بالنعمة عندهم وابتئس لماأصابهم من مکروه. (۱)**

اے امیر المؤمنین! رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کو جب دین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت پہنچی تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت تھی جو اس کو پہنچی اگر اس نے یہ نصیحت شکر کے ساتھ قبول کی تو بہت اچھا، ورنہ یہ اس پر اللہ کی طرف سے حجت ہوگی۔

(۱) شیزري. المنهج المسلوک ص ۷۲۵/۷۲۴، الروضة الثالثة.

جس کے سبب اس کے گناہ میں اضافہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی اور غضب اس پر بڑھادے گا۔اے امیرالمؤمنین! وہ اللہ جس نے لوگوں کے دل تمہارے لیے نرم فرمائے ہیں یہاں تک کہ آپ کوان کے امور سپرد کیے ہیں کیوں کہ نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ آپ کی رشتہ داری ہے تو مناسب یہ ہے کہ آپ ان ان کے درمیان حق قائم کریں اوران کے عیوب کو چھپائیں اوران پراپنے دروازے بند نہ کریں اور نہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں،ان کے سامنے خوشی اور نعمت کا مظاہرہ کریں۔اوران کی طرف سے تکلیفوں پر صبر کریں۔

**یاأمیر المؤمنین! لقدکنتَ في شغل شاغل من خاصة نفسک،عن عامة الناس الذين أصبحت تملک أحمرهم وأسودهم ، مسلمهم،وكافرهم ، وكل له عليک نصيب من العدل،فكيف بک إذابعثک اللّٰهُ يوم القيامة وليس منهم أحدإلاوهويشكوبلية أدخلتَهاعليه أوظلامة سقتها إليه . (١)**

اے امیرالمؤمنین! آپ اپنے آپ کو عام لوگوں سے یکسور کھے ہوئے ہیں ۔حالانکہ ان کالے گوروں اور مسلمان وکافر نے آپ کو بادشاہ بنایا ہے اوران سب کے لیے آپ کے عدل میں حصہ ہے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔جب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے اور یہ سب تمھارے ان تکلیفوں سے شکایت کریں گے، جوآپ نے ان کو پہنچائی ہوں اور یا آپ نے ان پرظلم کیا ہو۔

**یاأمیر المؤمنین ! قدبليتَ بأمرعرض على السموات والأرض والجبال فأبين أن يحملنه،وأشفقن منه،و أن عمربن الخطاب استعمل رجلامن الأنصارعلى الصدقة،فرآه بعدأيام مقيما،فقال له:مامنعک من الخروج إلى عملک؟أماعلمتَ أن لک فيه مثل أجرالمجاهدين في سبيل اللّٰه . قال: لا . قال:فكيف ذاک؟ قال: لأنه بلغني:أن رسول اللّٰه ﷺ قال:مامِن وال يلي شيئا**

(١) شيزري . المنهج المسلوک ص٧٢٥ ، الروضة الثالثة.

**من أمور المسلمين، إلاّ أتى به يوم القيامة مغلولة يده إلى عنقه، فيوقف على جسر من النار فينتفض به الجسر انتفاضه يزيل بها كل عضو منه عن موضعه، ثم يعاد، فيحاسب: فإن كان محسنا، نجا بإحسانه، وإن كان مسيئا انخرق به ذلك الجسر فهوى فيه في النار، سبعين خريفا، فقال له عمر: ممن سمعتَ هذا؟ قال: من أبي ذر وسلمانَ؛ فأرسل إليهما عمرؓ فقالا: نعم سمعناه من رسول الله ﷺ. فبكى عمرؓ فقال: واعمراه إمَن يتولاها بما فيها. فقال أبو ذر: من جدع الله أنفه والصق خده بالأرض. قال: فبكى المنصور، وأخذ المنديل، فوضعه على وجهه، وجعل ينتحب في بكائه حتى أبكى الحاضرين فامسك الأوزاعي ساعةً.** (۱)

اے امیر المؤمنین! آپ ایک ایسی ذمہ داری میں مبتلا کیے گئے جو آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی تو انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے۔ خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے انصار کے ایک آدمی کو صدقات پر عامل بنایا تو کچھ دنوں میں آپ نے دیکھا کہ وہ گھر پر مقیم تھا اور کام کے لیے نہیں گیا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کام پر کیوں نہیں گئے ہو؟ تمھیں پتا نہیں کہ تمھارے لیے اس کام میں اتنا اجر وثواب ہے جیسا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اس میں میرے لیے اتنا اجر نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیوں؟ اس نے عرض کیا: کہ مجھے آنحضرت (ﷺ) کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص کو مسلمانوں کا کوئی کام حوالہ کیا گیا تو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ گلے سے بندھے ہوئے ہوں گے اور اس کو جہنم کے پل پر کھڑا کردیا جائے گا اور یہ پل اس پر اس طرح ٹوٹ جائے گا کہ اس کے جسم کے اعضا ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں گے۔ پھر اس کو واپس اپنی اصلی حالت میں لایا جائے گا تو حساب کیا جائے گا۔

---

(۱) شيزري . المنهج المسلوك ص۷۲۸/۷۳۰، الروضة الثالثة.

اگر نیک ہوتو اپنے حساب کے ذریعہ نجات ملے گی۔اگر گناہگار ہوتو اس پر سے یہ پل گرادیا جائے گا اور جہنم میں ستر (۷۰) سال کے لیے گر جائے گا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ حدیث تم نے کس سے سنی ہے؟ اس نے عرض کیا: حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے، حضرت عمرؓ نے ان دونوں صحابہ کو بلاکر پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ہاں ہم نے یہ حدیث رسول اللہ (ﷺ) سے سنی ہے۔حضرت عمرؓ بہت روئے اور فرمایا: اے عمر! یہ کام کیسے کوئی قبول کرے گا کہ اس میں اتنی تکلیف ہے۔حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ یہ کام وہ قبول کرتا ہے جس کی اللہ تعالی ناک کاٹ دے اور اُس کے گال کو زمین کے ساتھ چپکائے۔راوی کہتے ہیں کہ منصور رونے لگا اور رومال لے کر اس کو اپنے چہرے پر رکھ دیا۔پھر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا؛ یہاں تک کہ تمام حاضرین کو رُلا دیا۔تو امام اوزاعیؒ نے تھوڑی دیر کے لیے وعظ روک دیا۔

## (۷) ایک بادشاہ کی نصیحت:

عرب کے ایک بادشاہ نے اپنے ولی عہد اور جانشین کو اس طرح نصیحت کی۔

**كن بالحق عمولاً،وعما جلهت سئولاً،وأوّل شيء تؤدب به نفسک قمعها عن شهواتها وردعها عن هواها،فلا شيء أضر بالمملكة من اتباع الهوى،وافحص عن الأمور تظهر لک حقائقها، واستبطن أهل التقوى و ذوي الأحساب تزين نفسک،وتُحكم أمرک وإياک وقبول التزكية فيما لاتشک أنک مكذوب فيه،فإنها خدعة يتبعها صرعة،وإذا هممتَ بخير فعجله، وإذا هممتَ بخلافه فتأن فيه،وإياک و كثرة التالي(الحلف)فمن تألى على الله أكذبه،وارحم ترحم.(۱)**

حق پر عمل کرو اور جس چیز کا علم نہیں رکھتے اس کے متعلق بہت زیادہ پوچھا کرو، سب سے

---

(۱) المنهج المسلوک ص ۱۹۳/۱۹۴،القاعدة الثانية من قواعد الأدب نهي النفس عن الهوىٰ .

پہلی چیز جس سے تم ادب حاصل کرو، یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو خواہشات سے روک دو، اپنے نفس کی تابعداری مملکت کے لیے بہت خطرناک اور مضر ہے، تم اپنی رعیت کے کاموں میں اچھی طرح کھوج لگایا کرو تو تمھیں اس کے نتیجے میں ان کاموں کی تحقیق ہو جائے گی، دیندار اور شریف لوگوں سے تعلق رکھو اس سے تمھارے نفس کو زینت ملے گی اور فائدہ پہنچے گا، اور تم اپنے کام کو پوری دقت سے کرو، تم بغیر معلومات کے کسی کی تعریف نہ کرو، اس لیے کہ بغیر علم کسی کی توصیف کرنا ایسا دھوکا ہے کہ اس کے نتیجہ میں آدمی مغلوب ٹھہرتا ہے، اور اپنے راز اس کو بتاؤ جو حفاظت کر سکتا ہو، ان پر اعتماد نہ کرو جو تمھارے نزدیک متہم ہو، اور اپنے زبان کو قبیح باتوں کا عادی نہ بناؤ، اپنے نفس پر اس کے طاقت کے مطابق بوجھ ڈالو، جب کسی نیک کام کا ارادہ کرو تو اس میں جلدی کرنا، اور جب اس کے خلاف عمل کرنے کا ارادہ ہو تو تاخیر سے کام لو۔ زیادہ قسمیں کھانے سے بچو، کیونکہ جو زیادہ قسمیں کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جھوٹا ثابت کر دے گا اور لوگوں پر رحم کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

## نصیحت قبول کرنے والے کو نصیحت کی جائے گی :

ہر اس شخص کو نصیحت کی جائے گی جسے اپنی رائے اچھی نہ لگے اور دوسروں کی نصیحت کو قبول کرے

علامہ ابن حبان بستیؒ لکھتے ہیں :

**لیست النصیحة إلاّ لمن قبلها ، وأكثر مايوجد ترك قبول النصيحة من المعجب برأيه. قال شاعر :**

**۱۔ إذا نصحت لذي عجب ترشده ☆ فلم يطعك ، فلاتنصح له أبدا**

**۲۔ فإن ذا العجب لايعطيك طاعته ☆ ولايجيب إلى إرشاده أحدا (۱)**

---

(۱) روضة العقلاء ص۳۲۸ ، باب ذكر الحث على سياسة الرياسة ورعاية الرعية .

نصیحت ہر اس شخص کو کی جائے گی جو نصیحت کو قبول کرتا ہے اور ہر وہ شخص نصیحت قبول نہیں کرتا جس کو اپنی رائے اچھی لگتی ہو۔ایک شاعر نے فرمایا ہے:

۱۔ کہ جب تم کسی خود پسندی کے مالک کو نصیحت کرو گے تا کہ وہ سیدھے راستے پر آ جائے اور وہ تمھاری بات نہ مانے تو ہمیشہ کے لیے اسے نصیحت کرنے سے رک جاؤ۔

۲۔اس لیے کہ خود پسند شخص تمھارا تابع نہیں بن سکتا اور نہ اسے کوئی سیدھی راہ پر لا سکتا ہے۔

اللہ تعالی نے نصیحت رد کرنے کے بارے میں حضرت صالح (علیہ السلام) کا یہ قول نقل کیا ہے:

﴿ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ﴾ . (۱)

ترجمہ:اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے.

ابن مقفع فرماتے ہیں:

**من لم يستح من القبيح لم ينزجر بقول النصيح . (۲)**

جس کو بُرے اعمال کے کرنے میں حیاء نہیں آتی تو وہ ناصح کی نصیحت پر کبھی اس برے کام سے باز نہیں آتا۔

## حکام کو نصیحت کی ضرورت :

ہر شخص کو نصیحت کی ضرورت ہے خصوصاً حکام کو تو بہت ہی ضرورت ہوتی ہے۔

## علامہ شیزریؒ کا قول :

علامہ شیزریؒ لکھتے ہیں:

**اعلم ! ان استيلاء الدنيا على الملوك وإقبالها عليهم ربما شغلهم عن**

---

(۱) سورة أعراف آيت : ۷۹.

(۲) مبارک أرموی . آداب الملوك بالعدل ص ۶۳۵.

**أمـر الآخـرة ،و أغفلهم عن مهمات الدين ، فيجنحون إلى اللذات ، ويمهلون أمـر الـدّيـانات،لأن النفوس مطبوعة على ميل إلى الترف،وإيثارالتنعم ، وكراهة التـكـليف،فـلاينبغي أن تخلو مجالسهم من علماء الدين،وأصالح المتنسكين لينهوهـم عـنـدطريان الغفلة،ويذكروهم عندضراوة الشهوة، ويوضحون لهم نهـج الآخـرة ،ومـعـالـم الشـريعة ،وقـدكـان ذلک شـعـار الـمـلـوک الـغـابـريـن،والـخـلـفـاء الـراشـدين في مجالسهم الحكماء ،واستماع مواعظ العلمآء.** (۱)

جان لو! کہ حکام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے اور دنیاوی مصروفیات بار ہا ان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں اور اہم دینی امور سے غافل کر دیتی ہیں، پھر وہ لذتوں اور خواہشات کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، تو دینداری کے امور ترک کر دیتے ہیں کیوں کہ نفس طبعاً سہولت پسند اور آرام پسند ہوتا ہے اور سہولت پسندی کو ترجیح دیتا ہے تکالیف کو پسند نہیں کرتا، اس لیے مناسب نہیں ہے کہ بادشاہوں کی مجالس علما اور نیک بزرگان کے وجود سے خالی ہوں اس لیے کہ علما امرا کو روکتے ہیں جب غافل ہو جائیں اور ان کو یادداشت دیتے ہیں جب ان پر شہوت غالب ہو جاتی ہے۔ان کو آخرت اور شریعت کا راستہ دکھاتے ہیں اور یہی پہلے دور کے امرا اور خلفاے راشدین کا طریقہ کار تھا، کہ وہ مجالس میں دانا اور ہوشیار لوگوں اور علما سے نصائح سنتے تھے۔

## ابونعیم اصفہانی ؒ کا قول :

ابونعیم اصفہانیؒ (متوفی ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

**صلاح الراعي صلاح الرعية ، وفي إغفالهم وتقويمهم الدماروالبلية . (۲)**

(۱) المنهج المسلوک ص ۲۹۰، الباب العشرون في الحث على استماع المواعظ وقبولها...،.

(۲) فضيلة العادلين ص ۱۴۹ رقم الحديث : ۳۵.

حاکم کی اصلاح رعایا کی اصلاح کا باعث ہوتا ہے اور حکام کی غفلت میں رعایا کی مصیبت اور ہلاکت ہوتی ہے۔

## علامہ ابن حبان بستیؒ کا قول:

علامہ ابن حبان بستیؒ لکھتے ہیں:

**مَن صحب السلطان ، فلایجب أن یکتمه نصیحته؛ لأنه مَن کتم السلطان نصیحته والأطباء مرضه، و الإخوان بثه ،فقد خان نفسَه. (۱)**

جو شخص بادشاہ اور حاکم کا ساتھی بنے تو اس پر یہ واجب نہیں کہ اس سے اپنی نصیحت چُھپائے۔ اس لیے کہ جس نے بادشاہ اور حاکم سے نصیحت کو چھپایا اور حکما سے اپنے امراض کو چھپایا اور دوستوں سے اپنے غم اور تکلیف کو چھپایا، تو درحقیقت اس نے اپنے آپ سے خیانت کی۔

## امام ماورديؒ کا قول:

امام ماورديؒ نے یہی بات زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمائی ہے:

**فالملوک أولى الناس بأن تهدى إليهم النصائح،وأحقهم بأن یخولوابالمواعظ؛ إذکان في صلاحهم صلاح الرعیة،وفي فسادهم فسادالبریة، ولذلک قال الحکماء:یجب من حق اللّٰه تعالى على المرء التوحیدو الطاعة.و من حق السلطان الودّ،والنصیحة.ومَن کتم السلطان نصیحته ، والأطباء مرضه،والإخوانَ بثّه فقدخانَ نفسه.(۲)**

---

(۱) روضة العقلاء ونزهة الفضلاء ص۲۳۷ ، باب ذکر الحث علی سیاسة الریاسةورعایة الرعیة .

(۲) نصیحة الملوک ص۴۴ ، مقدمة.

دوسرے لوگوں کی بنسبت حکام اس بات کے زیادہ لائق اور مستحق ہیں کہ ان کو نصیحت کی جائے، اس لیے کہ حکام کی اصلاح کے ساتھ رعیت کی اصلاح آتی ہے اور ان کے فتنے سے لوگوں میں فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہذا حکما نے فرمایا ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے واجب حقوق یہ ہیں کہ اس کی وحدانیت کو تسلیم کرے اور اس کی اطاعت کرے اور رعیت پر حکام کے حقوق یہ ہیں کہ وہ حاکم سے محبت کریں اور اس کے خیر خواہ بن جائیں۔ اور جس نے حاکم سے نصیحت کو پوشیدہ رکھا (اور اسے نصیحت نہ کی) اور اطبا سے اپنی بیماری کو چھپالیا اور اپنے دوستوں سے اپنا غم اور خفگی کو چھپالیا اس نے اپنے آپ سے خیانت کی۔

ارمویؒ فرماتے ہیں:

**أحوج الناس إلى النصيحة والدعاء الملوك والولاة ، لما ابتلاهم اللّٰه من سياسة الخلق وأوجب عليهم من القيام بالحق .(۱)**

بادشاہ اور حاکم کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت نصیحت اور دعا کی زیادہ ضرورت اور احتیاج ہوتی ہے اس لیے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی قیادت اور رہبری کا امتحان ہے اور ان پر حق کی تائید اور نافذ کرنے کو لازمی قرار دیا ہے۔

## علامہ طرطوشیؒ کا قول:

علامہ طرطوشیؒ لکھتے ہیں:

**إن عقول الملوک،وإن كانت كباراً،إلاّأنهامستغرقة بكثرة الاشتغال، فتستدعى من الموعظة مايتولج على تلک الأفكار،ويتغلغل في مكامِن تلک الأسرار،فترفع تلک الأستار،وتفک تلک الأكنة والأقفال.(۲)**

(۱) آداب الملوک بالعدل ص ۱۳۱ .

(۲) سراج الملوک ج ۱ ص ۱۷ ، الباب الأول في مواعظ الملوک .

بادشاہ اور حکام کے عقلیں اگر چہ بڑی ہوتی ہیں لیکن یہ لوگ بہت سے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔اس لیے ایسی نصیحت کا تقاضا کرتے ہیں جو فکر میں حلول کرے اور تیزی کے ساتھ دل کے بھیدوں میں داخل ہو جائیں جس سے وہ پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ حجاب اور تالے ٹوٹ جاتے ہیں۔

**فالخلاصة : أن بين الحكام والمحكومين علاقة تأثر وتأثير ، سلباً وإيجاباً ، وأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر يقرب المسافة بين الحاكم والمحكوم،وأن دورالعلماء بارز في نصح الطرفين ووعظهما وتقويمهما . (١)**

خلاصۂ کلام یہ کہ حکام اور محکومین کے درمیان تأثر اور تاثیر کی مثبت اور منفی نسبت موجود ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حاکم اور محکوم کے درمیان فاصلوں کو کم کرتی ہے اس کام میں علماء کی مسئولیت اور ذمہ داری انتہائی واضح اور اہم ہے اس لیے کہ یہ دونوں جانب نیک مشورے دیتے ہیں جب تک ہر جانب اپنی مسئولیت کا صحیح طریقے پر ادراک اور ادائیگی کرے اور جانبین کو درست راستے اختیار کرنے کی ہدایت اور رہنمائی کریں۔

## حکام کو نصیحت کی ضرورت کے اسباب:

حکام کو نصیحت کی ضرورت کے اسباب کے بارے میں امام ماوردیؒ نے لکھا ہے:

**یجب علی أهل العلم ، والعقل ، والديانة، والفضل ، الذين يوصون أنفسهم ، بأوامر الله ، وفرائضه ،و أحكامه ، وواجباته من نصيحة الملوك والأئمة ، وبينا أن ذلك مما يجمع نصيحة الكافة ، ويستصلح بها الخاصة والعامة ، وأن الله بعث أنبياءه . وأمر بها أولياءه ، وحث عليه علماء بريته ،**

(١) محمد زكريا. الأخلاق السياسية ص ٣٧٢ ، المبحث الثالث النصح للحاكم.

وحكماء خليقته فائتمروا به ، وانتهوا إليه وأن أحق مَن يهدى إليه النصائح ، ويتخول بالمواعظ الملوک ، بأنهم أحق الناس بقبول النصيحة وسماع المواعظ لخلال عدة .

اُن علماء، عقلمند، دیندار اور فضیلت والے لوگوں پر بادشاہوں اور ائمہ کو نصیحت کرنا واجب ہے جنھوں نے اپنے اوپر اللہ تعالی کے اوامر، فرائض اور واجبات کو لازم کر رکھا ہے، اور ان کی خیر خواہی چاہی ہے۔ اور یہ اصل میں لوگوں کی خیر خواہی چاہنا ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے ہر خاص وعام کی اصلاح ہو جاتی ہے اور یقیناً اسی خیر خواہی کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں، اور اپنے اولیاء کو اسی کا حکم دیا ہے اور علماء وحکماء کو اس پر اُبھارا ہے اور ان لوگوں نے اس حکم کو پورا کیا ہے۔ درج ذیل چند اسباب کی وجہ سے اور لوگوں کی بہ نسبت حکام نصیحت کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو نصیحت کی جائے اور وہ نصیحت کو غور سے سنیں:

## (۱) جاہل لوگوں کی جہالت ختم کرنا:

امام ماوردیؒ نے لکھا ہے:

أولها : أن يترفعوا به عن مشاكلة أهل البغاوة والجهالة ، وسوء النشوء والعادة الذين لايميزون بين منافعهم ومضارهم ولايفرقون بين محامدهم ومذامهم ، وعن مرتبة من يستخوذ عليه شهواته ، ويغلب إليه هواه حتى يرين على قلبه ويكون من الذين لهم قلوب لايفقهون بها، ولهم أعين لايبصرون بها، ولهم آذان لايسمعون بها، وإن ذلک مما يجب على ذوي الهمم البعيدة ، والأنفس الآبية أن يترفع ويسمو بهمته عنه .

پہلا سبب یہ کہ نصیحت کی وجہ سے اُن باغی، جاہل اور بُری عادتوں والے لوگوں کی مشکل دور کی جائے جو نفع ونقصان اور اچھی بُری خصلتوں درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔ اسی طرح نصیحت کی وجہ

سے اُن لوگوں کی مشکل بھی حل ہو جائے گی جن پر شہوت غالب ہو اور دل پر نفسانی خواہشات کے پردے پڑے ہوں اور ان لوگوں میں شامل ہو گیے ہوں جن کے دل تو ہیں مگر اس سے سمجھ حاصل نہیں کر پاتے اور آنکھیں ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں اور کان ہیں جس سے کچھ سنتے نہیں۔ اور یقیناً یہ وہ کچھ ہے جو بڑی ہمت اور قوی الارادہ نفوس پر یہ لازم کرتا ہے کہ نصیحت کی وجہ سے ان کے پوشیدہ اور سخت شبہات کا ازالہ ہو سکے۔

## (۲) عام لوگوں کی اصلاح میں رغبت رکھنا:

امام ماوردیؒ نے لکھا ہے:

**أن يرغبوا في نتائج النصائح . فإن النصيحة هداية إلى سبل الرشاد ، وتبليغ إلى نيل السداد.**

کہ حکام کے لیے ضروری ہے کہ نصیحت کے نتائج میں رغبت رکھیں اور یہ اس لیے کہ نصیحت ہدایت کے راستوں کے لیے راہنمائی ہے اور درست کام کے حصول کو پہنچنا ہے۔

## (۳) کثرتِ مصروفیت:

اول تو حکام کو نصیحت کی ضرورت اس لیے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ رعیت کے کاموں میں بہت مصروف رہتے ہیں اور ان کے کاموں کا بوجھ ان پر زیادہ ہوتا ہے۔ نہ تو وہ سارے کام خود کر سکتے ہیں اور نہ دور کے لوگوں کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إنهم أكثر الناس اشغالاً ،وأعظمهم أثقالاً ،وأبعدهم عن ممارسة أمورهم بأنفسهم ، ومشاهدة أقاصي أعمالهم بأعينهم ، وليس كل مستعان به يعين ، ولا كل وال يستقل بما يلي.**

حکام دوسرے لوگوں کی بنسبت بہت مصروف ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے ان کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے وہ تمام لوگوں کے کام خود سرانجام نہیں دے سکتے اور نہ دور کے لوگوں کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہر کوئی جس سے مدد مانگی جائے ایسا نہیں ہوتا کہ ان کی امداد کریں اور نہ ہر حاکم ایسا ہوتا ہے کہ ان کاموں میں ایسا ماہر ہو جو اس کے حوالے کیے گئے ہوں۔

## (۴) علمائے کرام اور صلحائے عظام کی نصائح سے حکام دور ہوتے ہیں :

دوسری بات یہ ہے کہ عموماً حکام اپنے عہدوں کی وجہ سے اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ ان کو اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ علمائے کرام، مشائخ عظام، فقہائے کرام اور بزرگانِ دین کی مجالس میں حاضری دے سکیں اور ان کی نصیحتیں اور نیک باتیں سن سکیں۔

امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إنهم أبعد الناس من مجالسة العلماء ، وحضور مجالس الزهاد والواعظين والفقهاء، الذين بهم تشحذ العقول، وتبصر العيون، ويذكر بالغبن ، فهم عنه محجوبون ، وعن مفاوضتهم ممنوعون مشغولون.**

حکام دوسرے لوگوں کی بنسبت علما، زہّاد، واعظین اور فقہا کی مجالس سے دور رہتے ہیں جن کے ذریعے عقلیں تیز ہوتی ہیں اور آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی کمی گھاٹا ونقصان یاد آتا ہے۔ تو حکام نیک لوگوں کی مجالس میں حاضر ہونے سے محروم ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ گفت وشنید سے رکے ہوئے اور دور ہوتے ہیں۔

اور جب ان کے سامنے نقصان کا ذکر کیا جائے تو یہ حکام اس نقصان سے آگاہ نہیں ہوتے اور حکام علماء اور نیک لوگوں کی مجالس سے دور اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔

## (۵) عموماً حکام نصیحتوں کو بہت کم قبول کرتے ہیں:

حکام کو زیادہ نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے،اس لیے کہ وہ دنیا کی عزت، دولت اور اقتدار کو ترجیح دیتے ہیں اور ناصحوں کی نصیحتوں سے عبرت نہیں لیتے۔ کیوں کہ یہ نصیحتیں عموماً ان کی خواہشاتِ نفسانی کے خلاف ہوتی ہیں۔امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إنهم أبعدالناس من الاتعاظ بالموعظة ،والانقياد للتذكرة والقبول للنصيحة إذا خالف أهواء هم ،لأنهم أوعامتهم يغزوهم العزوالثروة ،والأمن ، والمقدرة ، والجرأة ، والمتعة ، والسرور،واللذة ، وهذه كلهاخلال تؤدي إلى قساوة القلوب ، والأنفة مِن تعلم العلوم ،وإن كان فيهانجاحهم، والاستنكاف من الاتعاظ،وإن كان فيه صلاحهم.**

حکام دوسرے لوگوں کی بنسبت وعظ سے عبرت لینے اور نصیحت قبول کرنے سے دور رہتے ہیں خصوصاً جب کہ یہ نصیحت ان کی خواہشات نفسانی کے خلاف ہو؛ اس لیے کہ وہ دنیوی عزت، دولت، امن، قدرت، جرات، تفریح، خوشحالی اور لذت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ مذکورہ ساری وہ خصائل ہیں جن سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور علوم کے سیکھنے کو وہ اچھا نہیں سمجھتے۔اگر چہ ان علوم کے سیکھنے میں حکام کی کامیابی ہوتی ہے اور ان کو وعظ قبول نہ ہونے کی طرف لے جاتے ہیں اگر چہ اس سے ان کی اصلاح ہوتی ہے۔

## (٦) حکام کو خیر خواہ اور مہربان دوستوں کی نصیحتیں بہت کم پہنچتی ہیں :

حکام کو عموماً خیر خواہ اور مہربان دوستوں کی نصیحتیں بہت کم پہنچتی ہیں۔اس لیے کہ ان کے دائرہ حکومت میں وزرا، احباب، مشیر اور ہم مجلس اکثر اوقات ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق ہوتی ہیں۔امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**إنهم أقل الناس حظاًمن النصحاء المخلصين ،والأودّاء المشفقين ؛لأن**

**أكثر مَن يحوشهم من وزرائهم وأعوانهم وندمائهم لايكلمونهم إلاّبما يوافق أهوائهم ،ولايستقبلونهم إلاّبمايطابق أراء هم مخافة على مهجهم ، وتحصيناً لدمائهم،واستدراراً لمطامعهم،وضنّاً بمراتبهم .ولأن أكثرمَن يلزم سددهم، و يحضرأبوابهم، ويتصرف في خدمتهم طلّاب الدنيا،وبايعوا حطامهايميلون معها إذا مالت،ويزلون بها إذا زالت،وليس من حق النصيحة متابعة الهوى،ولامن خاصة الحق موافقة الشهوات،وكيف يكون كذلك والله تعالى يقول:﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاء هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ﴾.(۱) - (۲)**

حکام کو مخلص ناصحین اور مشفق احبا کی طرف سے نصیحت بہت کم ملتی ہے اس لیے کہ ان کے اکثر ساتھی، وزرا اور ہم مجلس ان سے اُن کی خواہش ہی کی باتیں کرتے ہیں اور حکام کے ساتھ اُن کی فکروسوچ کے مطابق ملتے ہیں۔اور یہ سب کچھ وہ اپنے اس دنیوی سامان اور دنیوی مراعات کے ساتھ دلچسپی رکھتے ہیں، جہاں سے ان کو یہ مراعات ملتی ہیں تو وہ اس طرف توجہ دیتے ہیں اور جب ان کی یہ مراعات ختم ہو جاتی ہیں تو حکام کے ساتھ ان کا تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے اور نصیحت کا حق خواہشات کی پیروی نہیں اور نہ حق یہ چاہتا ہے کہ وہ خواہشات نفسانی کے موافق ہو جائے اور کیسے حق خواہشات کا تابع ہوگا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ترجمہ:اور اگر دینِ حق ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا،تو تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں،سب تباہ ہو جاتے۔

حکام کے لیے نصیحت سننا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ انعام (علم) کی بنیاد پر علما کا فرض ہے کہ وہ نصیحت کیا کریں؛ کیوں کہ یہ ایک امانت ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے

(۱) سورۃ مؤمنین آیت: ۷۱.

(۲) نصیحة الملوک ص ۵۰، ۵۱،الباب الأول الحث علی قبول النصائح ، علل نصح الملوک .

کہ اس سے لوگ مستفید ہو جائیں۔اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ وقت کے حالات کے تقاضوں اور ضرورت کی خاطر کچھ تحریر کروں اور اسے خواص کے سامنے پیش کروں۔اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے اور عوام وخواص کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

## حاکم کے سامنے حق بات سے سکوت کا حکم:

حاکم کے سامنے حق بات چھپانا اور اس پر خاموش رہنا اسلامی شریعت میں منافقت شمار ہوتی ہے

حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں: کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور اُن سے کہا:

**يا أباعبدالرحمن ! إنا نجلس إلى أئمتنا هؤلاء فيتكلمون بالكلام نحن نعلم أن الحق غيره فنصدقهم ، ويقضون بالجور فنقويهم ونحسنه لهم، فكيف ترى في ذلک ؟ فقال: يا ابن أخي ، كنا مع رسول الله (ﷺ) نعدّ هذا نفاقاً فلا أدري كيف هو عندكم ؟ .**

اے ابوعبدالرحمٰنؓ! جب ہم اپنے امراء کے پاس بیٹھتے ہیں تو وہ ایسی بات کرتے ہیں جس کے بارے میں ہمیں علم ہوتا ہے کہ یہ حق نہیں پھر بھی ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔
اسی طرح وہ ظلم کے فیصلے کرتے ہیں اور ہم ان کی تائید اور تحسین کرتے ہیں تو آپ کی نظر میں ہمارا یہ کام کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: اے بھتیجے! ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسے عمل کو منافقت شمار کرتے تھے اب پتہ نہیں تم لوگ کیا سمجھتے ہو۔

ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہنے لگے:

**إنا ندخل على سلطاننا فنقول ما نتكلم بخلافه إذا خرجنا من عندهم،قال: كنا نعد هذا نفاقاً.(١)**

---

(١) بيهقي . سنن كبرىٰ ج٨ص ١٦٤، باب مايكره من ثناء السلطان إذا خرج قال غير ذلک .

کہ جب ہم اپنے امراء کے پاس جاتے ہیں تو ان کے پاس جو باتیں کرتے ہیں بعد میں اس کے خلاف کرتے ہیں یہ عمل کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ہم ایسے عمل کو منافقت سمجھتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے محمد بن زیدؒ سے اسی روایت کی طرح روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے:

**قلنا نعد هذا نفاقاً على عهد رسول الله (ﷺ) .(۱)**

ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس عمل کو منافقت شمار کرتے تھے۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

**ذاک ما كنا نعد نحن مع رسول الله(ﷺ) من النفاق .(۲)**

کہ تمہارا تعلق ابو انیس حاکم کے ساتھ کیسا ہے؟ اس نے کہا: جب ہم ان کے پاس بیٹھتے ہیں تو وہ باتیں کرتے ہیں جو اس کو پسند ہیں اور بعد میں اس کے خلاف کرتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کہ یہ وہ عمل ہے جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافقت سمجھتے تھے۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں:

**قلنا لابن عمرؓ: إذا دخلنا على هؤلاء نقول: مايشتهون ، فإذا خرجنا من عندهم نقول خلاف ذاک، قال: كنا نعد ذلک نفاقاً على عهد الرسول (ﷺ) . (۳)**

(۱) الترغيب والترهيب ج۳ص ۱۰۸۵،ترهيب ذي الوجهين وذي اللسانين رقم:۲۸ ۴۲۶-۲۹۴۸ .

(۲) كنزالعمال ج ا ص ۳۶۸ رقم : ۱۶۱۷، صفات المنافقين .

(۳) أبونعيم .حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ج۴ص ۲۸۴، عامر بن شراحيل الشعبي

ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا: کہ ہم جب ان امراء کے پاس ہوتے ہیں تو وہ باتیں کرتے ہیں جو ان کو پسند ہوں اور باہر آ کر اس کے خلاف کرتے ہیں تو فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کو منافقت شمار کرتے تھے۔

## حکام کو نصیحت کرنے کے فوائد :

حکام کو نصیحت کرنا دوسرے لوگوں کی بنسبت زیادہ فوائد رکھتا ہے۔علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

**ففي نصيحة السلطان نصيحة الكافة ،وفي نصيحة الكافة هداية إلى مصلحة العالم بأسره ،ونظام أمور الكل بجملته ، وعلى حسب ذلك يرجو باذلها من ثواب العاجل والآجل وجزاء المحياوالممات.** (۱)

حاکم کو نصیحت کرنا پوری رعایا کو نصیحت کرنا ہے اور پوری رعیت کو نصیحت کرنا پوری دنیا کو نصیحت کرنا ہے اور لوگوں کی نصیحت میں تمام عالم کی مصلحت منظورِ نظر ہوتی ہیں ، اسی طرح تمام لوگوں اور کاموں کو منظّم کرنا مقصود ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے ناصح اپنی نصیحت کے ذریعہ فقط دنیوی واخروی ثواب کی اُمید رکھتا ہے اور زندگی اور موت میں بدلہ کی اُمید رکھتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ (متوفی ۱۳۶۲ھ) نے فرمایا ہے کہ رسول کریم (ﷺ) دو عہدوں کے مالک تھے۔ایک نبوت کے اور دوسرے سلطنت کے۔رسول اللہ (ﷺ) کے بعد خلفاے راشدین کی بھی یہی حالت تھی یعنی دو عہدوں کے مالک تھے۔اور یہ دونوں عہدے دو فریقوں میں منقسم تھے۔شانِ نبوت کے مظاہر علماے کرام ہیں اور شانِ سلطنت کے مظاہر اسلامی خلفا اور حکام ہیں۔اب اگر خلفاے اسلام علماے دین سے لاپرواہی برتیں تو اس کے ساتھ حضور (ﷺ) کے ایک عہدے سے اعراض لازم آئے گا اور اگر علماے کرام خلفا اور حکام کی مخالفت کریں تو اس کے

(۱) نصيحة الملوك ص ۴۵.مقدمة.